عمران سیریز
مکروہ چہرے
مظہر کلیم
ایم اے
خاص نمبر

خاص نمبر عمران سیریز

مکروہ چہرے

مکمل ناول

مظہر کلیم ایم اے

یوسف برادرز
پاک گیٹ
ملتان

اس ناول کے تمام نام، مقام، کردار، واقعات اور پیش کردہ سچوئیشنز قطعی فرضی ہیں۔ کسی قسم کی جزوی یا کلی مطابقت محض اتفاقیہ ہو گی جس کے لئے پبلشرز، مصنف، پرنٹرز قطعی ذمہ دار نہیں ہونگے۔

ناشران ------ اشرف قریشی

---------- یوسف قریشی

پرنٹر ------ محمد یونس

طابع ------ ندیم یونس پرنٹرز لاہور

قیمت ------ 100/- روپے

چند باتیں

محترم قارئین۔ سلام مسنون۔ فور سٹارز کے سلسلے کا نیا ناول "مکروہ چہرے" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ کہانی ایک ایسی سماجی برائی یا دوسرے لفظوں میں سماجی غلاظت کے بارے میں لکھی گئی ہے جس کا تصور ہی کسی شریف انسان کے لئے سوہان روح ہوتا ہے لیکن ہمارے معاشرے میں بہرحال یہ سماجی برائی یا غلاظت نہ صرف موجود ہے بلکہ روزبروز اس میں کسی نہ کسی انداز میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ مکروہ چہرے جو اس سماجی غلاظت کو پھیلانے کے ذمہ دار ہیں ہم انہیں پہچان ہی نہیں سکتے اور وہ بدستور ہمارے درمیان شرافت کے نقاب اوڑھے موجود رہتے ہیں۔ اس کہانی کا اصل مقصد یہی ہے کہ آپ کو اس سماجی برائی کا صحیح معنوں میں ادراک ہو سکے اور آپ ان مکروہ چہروں کو پہچان کر ان کے خلاف جدوجہد کر سکیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ناول ہر لحاظ سے آپ کے معیار پر پورا اترے گا لیکن ناول کے مطالعہ سے پہلے حسب سابق اپنے چند خطوط اور ان کے جواب بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

گوجرانوالہ سے خواجہ عمران سعید وائیں صاحب لکھتے ہیں۔ "کافی عرصے سے آپ کے ناولوں کا خاموش قاری ہوں۔ خط ایک خاص مسئلے کی وضاحت کے لئے لکھ رہا ہوں۔ آپ ٹائیگر کا نام عبد العلی لکھتے

ہیں جس کا مطلب علی کا بندہ بنتا ہے حالانکہ ہر شخص اللہ کا بندہ ہے۔ اس لئے برائے کرم اس کی وضاحت فرما دیں تاکہ میرے ذہن میں موجود وسوسہ دور ہو سکے"۔

"محترم خواجہ عمران سعید وائیں صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ عبدالعلی کا مطلب بھی اللہ کا بندہ ہے کیونکہ علی اسمائے حسنہ یعنی اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ باقی اس کا صحیح تلفظ آپ کسی بھی عالم یا حافظ وقاری سے معلوم کر کے درست کر سکتے ہیں۔ امید ہے وضاحت ہو گئی ہو گی اور آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

ٹہی سے محمد فیصل اکرام صاحب لکھتے ہیں۔ "آپ کے ناول ہمیں بے حد پسند ہیں اور ہم طویل عرصے سے آپ کے ناول پڑھ رہے ہیں۔ آپ کے ناولوں سے واقعی معاشرے اور خصوصاً نوجوانوں کے کردار کی اصلاح ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزا دے گا۔ خط لکھنے کا مقصد آپ سے ایک درخواست ہے کہ آپ نے سیکرٹ سروس میں تین گروپ بنا رکھے ہیں اس میں فور سٹارز اور سنیک کلرز کو یوں ہی چلنے دیں البتہ ایک چوتھا گروپ ٹائیگر اور روزی راسکل کا بنا دیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ میری اس درخواست پر ضرور عمل کریں گے"۔

محترم محمد فیصل اکرام صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ آپ نے ٹائیگر اور روزی راسکل کا نیا گروپ بنانے کی تجویز پیش کر دی لیکن یہ آپ نے نہیں لکھا کہ ٹائیگر اور روزی راسکل جو ایک دوسرے کو ایک لمحے کے لئے بھی برداشت نہیں کرتے اور فوراً لڑنا جھگڑنا شروع کر دیتے ہیں اور بار بار عمران کو اس جھگڑے میں مداخلت کرنا پڑتی ہے، گروپ بنا کر کریں گے کیا۔ کیا آپ کا مقصد اس گروپ کی آپس میں لڑائی کا لطف لینا ہے تو یہ بات دوسری ہے لیکن پھر اس گروپ میں سے ایک ممبر کو بہرحال دوسرے کے ہاتھوں غائب ہونا پڑے گا۔ اس طرح گروپ تو پھر بھی نہ بن سکے گا۔ امید ہے آپ آئندہ خط میں اپنی اس تجویز پر غور کر کے مجھے تفصیل سے اس بارے میں لکھیں گے۔

جھنگ صدر سے محمد طیب صاحب لکھتے ہیں "میں نے آپ کے تمام ناول پڑھے ہیں اور مجھے تقریباً آپ کے تمام ناول پسند ہیں لیکن آپ سے ایک شکایت ضرور ہے کہ عمران ہر مشن میں کامیاب کیوں ہو جاتا ہے۔ اس کے حصے میں ناکامی کیوں نہیں آتی۔ کیا اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ ایکسٹو سے ملنے والے چیک میں سے وہ آپ کو بھی حصہ دیتا ہو۔ امید ہے آپ ضرور جواب دیں گے"۔

محترم محمد طیب صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ جہاں تک عمران کی ہر مشن میں کامیابی کا سوال ہے تو کامیابی اور ناکامی تو کسی جدوجہد کے نتیجے کا نام ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کامیابی اور ناکامی کا دارومدار بھی جدوجہد پر ہی ہوتا ہے۔ جو لوگ جائز اور نیک مقاصد کے لئے جرائم اور سماجی برائیوں کے خلاف پورے خلوص اور پورے جوش و جذبے کے ساتھ بھرپور جدوجہد

کرتے ہیں اور اپنی اس جدوجہد میں وہ اپنی تمام ذہنی اور جسمانی صلاحیتیں بھرپور اور برموقع استعمال کرتے ہیں اور اس بات کا مکمل یقین رکھتے ہیں کہ جائز مقاصد کے لئے جدوجہد کرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد شامل ہوتی ہے وہ وقتی ناکامیوں کی آزمائش پر پورا اتر کر آخرکار حتمی کامیابی حاصل کر لیتے ہیں اور یہ ایک لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی اس جدوجہد کا انعام ہوتا ہے۔ آپ ان اصولوں پر عمران اور اس کے ساتھیوں کی جدوجہد کو پرکھیں گے تو آپ کو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ ہر مشن میں آخرکار عمران اور اس کے ساتھی ہی کیوں کامیاب ہوتے ہیں۔ جہاں تک چیف سے ملنے والے چیک میں حصہ داری کا تعلق ہے تو بقول عمران اسے چیک ہی کتنا ملتا ہے جس سے وہ کسی کو حصہ دے سکے۔ وہ ایک محاورہ ہے کہ گنجی دھوئے گی کیا اور نچوڑے گی کیا۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

اب اجازت دیجئے

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

عمران بڑے تھکے تھکے انداز میں اپنے فلیٹ کی سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر آ رہا تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ نجانے کتنی طویل مسافت پیدل طے کرتے کرتے بری طرح تھک گیا ہو اور اب سیڑھیاں چڑھنا اس کے لئے انتہائی دوبھر ہو رہی ہوں۔ اس کے کندھے ڈھلکے ہوئے تھے۔ چہرہ لٹکا ہوا تھا اور آنکھیں بجھی ہوئی سی دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ ہر سیڑھی چڑھنے کے بعد چند سیکنڈوں کے لئے رک جاتا جیسے سانس لے رہا ہو۔ پھر دوسری سیڑھی کے لئے قدم اٹھاتا تھا۔ اس کے جسم پر سلیٹی رنگ کا سوٹ تھا۔

"کیا ہوا ہے صاحب آپ کو"...... ابھی عمران آخری سیڑھی سے کافی نیچے تھا کہ عقب سے سلیمان کی آواز سنائی دی اور عمران اس طرح مڑا جیسے فلم میں سلوموشن میں کردار کام کرتے ہیں۔

"اوہ سلیمان تم۔ چلو اچھا ہوا تم وقت پر آ گئے ورنہ مجھ میں تو

ہمت ہی نہ تھی کہ میں چابی ڈھونڈ کر دروازہ کھولتا"....... عمران نے بڑے مسمسے سے لہجے میں کہا۔

" لیکن آپ کو کیا ہوا ہے۔ میں نے دور سے آپ کو اس انداز میں سیڑھیاں چڑھتے دیکھا تو میں بھاگتا ہوا آیا ہوں۔ کیا آپ زخمی ہیں"....... سلیمان نے انتہائی پریشان سے لہجے میں کہا۔

" نہیں۔ زخمی تو نہیں ہوا۔ بس کچھ نہ پوچھو۔ تم بس دروازہ کھولو تاکہ میں جلد از جلد کسی کرسی تک پہنچ سکوں ورنہ ہو سکتا ہے کہ میں لڑھکتا ہوا سیڑھیوں سے نیچے جا گروں۔ نجانے میں نے کتنی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا ہوا ہے"....... عمران نے آہستہ سے کہا اور سلیمان سر ہلاتا ہوا تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے چابی لگا کر دروازہ کھول دیا۔

" میں آپ کو سہارا دوں صاحب"....... سلیمان نے مڑ کر کہا۔

" اوہ نہیں۔ ابھی میں چل سکتا ہوں"....... عمران نے آہستہ سے کہا اور پھر وہ اسی طرح آہستہ آہستہ چلتا ہوا فلیٹ میں داخل ہوا اور سٹنگ روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

" آخر آپ کو ہوا کیا ہے۔ صبح کو تو آپ اچھے بھلے گئے تھے"۔ سلیمان نے انتہائی پریشان ہوتے ہوئے پوچھا کیونکہ عمران کی حالت واقعی بے حد خستہ نظر آ رہی تھی۔

" ابھی کچھ نہ پوچھو۔ ابھی تو مجھ میں جواب دینے کی بھی ہمت نہیں ہے اور میرے کان اس قدر کمزور ہو گئے ہیں کہ اب تو تمہاری آواز کو بڑی مشکل سے پہچان رہے ہیں"....... عمران نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ سٹنگ روم میں پہنچ کر اس طرح کرسی پر ڈھیر ہو گیا جیسے صدیوں کے بعد اسے بیٹھنے کا موقع ملا ہو۔ اس نے دونوں آنکھیں بند کر لیں اور سر کرسی کی پشت سے لگا کر کرسی پر تقریباً لیٹ سا گیا۔ اس کے چہرے اور جسم کے انداز سے ہی لگ رہا تھا کہ وہ واقعی بے پناہ تھکا ہوا ہے۔

" آپ کے لئے چائے بنا لاؤں"....... سلیمان نے عمران کو غور سے دیکھتے ہوئے انتہائی ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

" ہاں۔ لے آؤ"....... عمران نے آنکھیں کھولے بغیر آہستہ سے کہا۔

" آپ بستر پر لیٹ جائیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ کو نیند کی ضرورت ہے"....... سلیمان نے کہا۔

" اب نیند کہاں مقدر میں۔ اب تو چل چلاؤ کا دور ہے"۔ عمران نے کہا تو سلیمان بے اختیار اچھل پڑا۔

" چل چلاؤ۔ کیا مطلب۔ کیسا چل چلاؤ"....... سلیمان نے کہا۔

" مطلب ہے کہ آخری وقت آ گیا ہے"....... عمران نے آہستہ سے جواب دیا۔ اس کی آنکھیں بدستور بند تھیں۔

" خدانخواستہ ایسی باتیں منہ سے مت نکالیں۔ میں چائے لے آتا ہوں"....... سلیمان نے کہا اور تیزی سے مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس کے قدموں کی آوازیں جیسے ہی دروازے کے باہر جا کر ختم

ہوئیں عمران نے نہ صرف آنکھیں کھول دیں بلکہ ایک جھٹکے سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کی ساری سستی اور تھکاوٹ یکسر ختم ہو گئی تھی۔ اب چہرے اور آنکھوں میں بھی بڑی چمک تھی۔ وہ کار گیراج میں کھڑی کر کے باہر نکل ہی رہا تھا کہ اس نے دور سے سلیمان کو ہاتھ میں شاپنگ بیگ اٹھائے آتے دیکھا تو اس نے جان بوجھ کر تھکاوٹ کی ایکٹنگ شروع کر دی۔ ایکٹنگ کا مقصد کوئی نہ تھا صرف ایک شرارت تھی اور واقعی یہ عمران کی اداکاری ہی تھی کہ سلیمان جیسا شخص بھی حقیقت نہ پہچان سکا تھا۔ عمران نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر دوسرے لمحے اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک شیشی تھی۔ اس نے وہ شیشی سامنے والی میز پر رکھ دی۔ اسی لمحے دور سے قدموں کی آواز سنائی دی تو عمران نے ایک بار پھر سر کرسی کی پشت سے لگایا اور آنکھیں بند کر لیں۔ البتہ وہ دزدیدہ نظروں سے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ چند لمحوں بعد سلیمان کمرے میں داخل ہوا تو اس کے ہاتھ میں چائے کی ایک پیالی موجود تھی۔ اس نے چائے کی پیالی میز پر رکھی اور اس کے ساتھ ہی وہ بے اختیار اچھل پڑا۔

"یہ۔ یہ کون سی دوا ہے صاحب"...... سلیمان نے شیشی اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"زہر ہے۔ خودکشی کے لئے خریدا ہے"...... عمران نے آہستہ سے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔

"خودکشی اور آپ۔ کیوں"...... سلیمان نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم خود سوچو سلیمان۔ میری زندگی بھی کیا زندگی ہے۔ اب تک جو زندگی کاٹی ہے وہ ایک شاعر نے جس طرح کہا ہے کہ جبر مسلسل کی طرح کاٹی ہے۔ قرضے سر پر چڑھ گئے ہیں۔ قرض خواہ پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ڈیڈی نے گھر سے نکالا ہوا ہے۔ مانگے کے فلیٹ میں زندگی گزار رہا ہوں۔ سوپر فیاض کی جیب سے پیسے نکلوانے کے لئے علیحدہ شرمندگی اور خواری اٹھانی پڑتی ہے۔ اب تو عادت سی پڑ گئی ہے اس کے آگے مفلسی اور قلاشی کا رونا رونے کی۔ یہ کوئی زندگی ہے۔ بس میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ خودکشی کر لوں۔ زہر ہی کھا لوں گا میں۔ پہلے سوچا کہ وہیں مارکیٹ میں ہی کھا لوں لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ یہاں مر گیا تو کوئی پہچانے گا ہی نہیں اور کارپوریشن والے لاوارث قرار دے کر خاموشی سے دفنا دیں گے اس لئے میں نے سوچا کہ فلیٹ پر جا کر ہی خودکشی کی جائے تاکہ کم از کم کفن تو مل جائے گا"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا ہاتھ اس طرح سلیمان کی طرف بڑھایا جیسے اس سے شیشی مانگ رہا ہو۔

"پھر تو مجھے بھی آپ کے ساتھ ہی خودکشی کرنی چاہئے"۔ سلیمان نے شیشی کھولتے ہوئے کہا۔

"اوہ نہیں۔۔ تمہارا کیا قصور۔ اصل مقدر تو میرا ہے۔ مجھے شیشی دو"...... عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ خودکشی کر لیں۔ چائے میں خود پی لیتا ہوں۔ ظاہر ہے خودکشی کرنے والے کو تو چائے سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے"....... سلیمان نے کہا اور شیشی میز پر رکھ کر چائے کی پیالی اٹھانے لگا۔

"ارے ارے۔ یہ آخری چائے تو پی لینے دو۔ اتنے ظالم تو نہ بنو"....... عمران نے کہا۔

"ایک شرط پر چائے پی سکتے ہیں کہ اس شیشی میں موجود ساری گولیاں اکٹھی آپ کو حلق میں ڈالنا پڑیں گی"....... سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا بے درد زمانہ آگیا ہے۔ اب تو واقعی خودکشی کر لینی چاہئے۔ اماں بی کو میرا آخری سلام دے دینا"....... عمران نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"بالکل دے دوں گا۔ لیکن پہلے میں سپیشل روم کے سیف کے خفیہ خانے میں موجود ایک لاکھ روپیہ نکال کر کسی اچھے سے ٹھکانے پر پہنچا دوں کیونکہ آپ کی خودکشی کے بعد تو ظاہر ہے سوپر فیاض نے فلیٹ پر قبضہ کر لینا ہے"....... سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا اور تیزی سے واپس مڑنے لگا۔

"ارے ارے سنو۔ وہ تو میں نے اپنے کفن دفن کے لئے علیحدہ رکھے ہوئے ہیں۔ سنو"....... عمران نے اس بار بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آپ فکر نہ کریں۔ اس کام پر ہی استعمال کروں گا"۔ سلیمان کی دور سے آواز آئی اور عمران نے بے اختیار دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا کیونکہ اداکاری اسے بڑی مہنگی پڑی تھی۔ اتنی بات تو بہرحال وہ جان گیا تھا کہ سلیمان اس کی اداکاری کو سمجھ گیا ہے لیکن یہ بات اسے سمجھ نہ آرہی تھی کہ ایسا کیوں ہوا ہے کیونکہ شیشی پر باقاعدہ زہر کا لفظ سرخ الفاظ میں اور نیچے موت کا نشان ایک انسانی کھوپڑی اور دو ہڈیاں بھی بنی ہوئی تھیں لیکن باقی جو کچھ لکھا ہوا تھا وہ انگریزی میں تھا اور عمران جانتا تھا کہ سلیمان اتنی انگریزی بہرحال نہیں جانتا کہ وہ اسے پڑھ اور سمجھ سکے کہ یہ گولیاں کس مقصد کے لئے ہیں۔ اسے یقین تھا کہ موت کا مخصوص نشان دیکھ کر سلیمان یہی سمجھے گا کہ عمران نے واقعی خودکشی کے لئے یہ گولیاں خریدی ہیں حالانکہ یہ گولیاں اس نے خریدی نہیں تھی بلکہ یہ شیشی اسے شالیمار ہوٹل کے مینجر نے دی تھی اور اسے بتایا تھا کہ یہ گولیاں جو ایک خاص اور پیچیدہ مرض کے لئے تیار کی جاتی ہیں آج کل نشے کے طور پر استعمال ہو رہی ہیں حالانکہ عام انسانوں کے لئے یہ گولیاں زہر بھی ثابت ہو سکتی ہیں لیکن یہ زہر بہرحال انہیں ہلاک نہ کر سکتا تھا۔ البتہ انہیں تکلیف ضرور پہنچا سکتی تھیں۔ عمران نے وہ شیشی اس لئے لے کر جیب میں ڈال لی تھی کہ اس کا خیال تھا کہ سر سلطان کے ذریعے یہ شیشی وزارت صحت کے سیکرٹری کو بھجوائے گا تاکہ وہ اس معاملے کو اعلیٰ سطح پر چیک کر سکیں اور اس کے غلط استعمال کو روک سکیں

لیکن سلیمان کا رویہ اس شیشی کو دیکھتے ہی بدل گیا تھا اور یہی بات اسے سمجھ نہ آ رہی تھی لیکن اس نے بہرحال اداکاری جاری رکھنے کا فیصلہ کیا اور پھر شیشی اٹھا کر اسے کھولا اور آدھی سے زیادہ گولیاں اس نے نکال کر انہیں اپنی جیب میں ڈالا اور پھر شیشی بند کر کے واپس میز پر رکھ دی اور چائے کی پیالی اٹھا کر چائے پینا شروع کر دی۔ ابھی اس نے چائے کی پیالی خالی کی ہی تھی کہ اسے دور سے سلیمان کے قدموں کی آوازیں سنائی دیں تو عمران نے سر دوبارہ کرسی کی پشت سے لگا کر اپنے چہرے پر بے پناہ تکلیف کے آثار پیدا کر لئے۔ اسی لمحے سلیمان اندر داخل ہوا تو عمران اسے دیکھ کر چونک پڑا کہ اس نے انتہائی شاندار سوٹ پہن رکھا تھا اور باقاعدہ بال بنے ہوئے تھے۔ پرفیوم کی آدھی سے زیادہ شیشی خالی کی گئی تھی اور سلیمان واقعی اس وقت خاصا وجیہہ دکھائی دے رہا تھا۔

"ارے آپ ابھی تک زندہ ہیں سچ سچ۔ آدھی شیشی کیوں کھائی ہے۔ پوری شیشی کھانی چاہئے تھی آپ کو"...... سلیمان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"سلیمان۔ آہ۔ بیچارے سلیمان۔ آدھی گولیاں تمہارے لئے ہیں۔ ظاہر ہے تم سے میری موت برداشت نہیں ہونی اس لئے میں نے سوچا کہ تمہیں خودکشی کرنے میں کوئی تکلیف نہ ہو"۔ عمران نے آہستہ سے کہا۔

"کمال ہے۔ یہ آپ نے خود بخود کیسے فرض کر لیا کہ آپ کی موت

مجھ سے برداشت نہیں ہو گی۔ آپ کی موت تو میرے لئے انتہائی خوش قسمت ثابت ہو رہی ہے۔ دیکھیں ابھی آپ نے مرنے کا ارادہ ہی کیا ہے اور مجھے ایک لاکھ روپے مل گئے ہیں اور اب میں یہ ایک لاکھ روپے جیب میں ڈالے ہوٹل شیراڈ جا رہا ہوں جہاں آج بڑا ہی خوبصورت اور دلچسپ فنکشن ہے"...... سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم ظالم اور بے درد آدمی ثابت ہو رہے ہو سلیمان۔ کاش خودکشی کے ارادے سے پہلے مجھے معلوم ہو جاتا کہ تم ایسے بے درد اور سنگدل ہو تو میں تمہیں خودکشی پر مجبور کر دیتا۔ لیکن اب کیا کیا جائے۔ اب میں نے قدم اٹھا لیا ہے لیکن یہ ایک لاکھ روپے تو کفن دفن کے ہیں اور تم انہیں ہوٹل میں خرچ کرنے جا رہے ہو"۔ عمران نے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں۔ ان پیسوں سے میں واقعی غم و فکر کا کفن دفن کروں گا بلکہ غم و فکر کے بڑے اہم قوالوں کو لے آؤں گا۔ بہرحال جب میں واپس آؤں تو تب تک آپ کو مر جانا چاہئے ہاں"...... سلیمان نے کہا اور اطمینان بھرے انداز میں دروازے کی طرف مڑ گیا۔

"رکو۔ واپس آؤ"...... عمران نے یکلخت سیدھا ہو کر غراتے ہوئے لہجے میں کہا تو سلیمان اسی طرح اطمینان بھرے انداز میں مڑا۔ اس کے چہرے پر پراسرار مسکراہٹ تھی۔

"اب کیا ہو گیا ہے۔ سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے خود کشی کا ارادہ بدل دیا ہے۔ سمجھے۔ اس لئے یہ میرا سوٹ اتار دو اور رقم بھی واپس رکھ دو"....... عمران نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"لیکن وہ گولیاں۔ ان کا کیا ہو گا"....... سلیمان نے اور زیادہ کھل کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"پیٹ میں نہیں ہیں میری جیب میں ہیں۔ بس تم رقم نکالو اور یہ سوٹ اتار دو۔ تمہاری یہی سزا ہے کہ مجھے زندہ رہنا چاہئے"۔ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"لیکن آپ کو تو معلوم ہے کہ خود کشی کرنے والے کو سزا دی جاتی ہے اور آپ نے بہرحال خود کشی کرنے کی کوشش کی ہے"۔ سلیمان نے کہا۔

"کوشش نہیں کی۔ ارادہ کیا تھا اور ارادہ قتل پر تو سزا ہو سکتی ہے لیکن ارادہ خود کشی پر نہیں اور سزا بھی تب ہو سکتی ہے کہ اگر باقاعدہ پولیس میں کیس رجسٹرڈ ہو۔ پھر عدالت فیصلہ کرے"۔ عمران نے کہا۔

"آپ کو معلوم ہے کہ آج کل حکومت کا کیا نعرہ ہے"۔ سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"نعرہ۔ کیسا نعرہ"....... عمران نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"حکومت کا نعرہ ہے کہ فوری انصاف اور وہ بھی دہلیز پر"۔ سلیمان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہے لیکن تمہارا اس سے مطلب۔ تم رقم نکالو"....... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یہ کام حکومت نے میرے ذمے لگایا ہوا ہے کہ میں فوری انصاف بھی کروں اور آپ کی دہلیز کے اندر جا کر کروں۔ خود کشی کرنے کی کوشش کی سزا ایک لاکھ روپے جرمانہ کے ساتھ ساتھ رات کا کھانا کسی ہوٹل میں کھانے کی سزا آپ کو دی گئی ہے اور جو رقم میری جیب میں ہے وہ جرمانے کی رقم ہے البتہ آپ چاہیں تو آپ کو رسید مل سکتی ہے اور میں واقعی فنکشن پر جا رہا ہوں۔ خدا حافظ"۔ سلیمان نے کہا اور مڑنے لگا۔

"ارے ایک منٹ۔ ایک منٹ"....... عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"عدالت کا وقت ضائع کرنا بھی جرم ہے اور خاص طور پر ایسی عدالت کا جو فوری انصاف بھی دیتی ہو اور دہلیز پر نہیں بلکہ دہلیز کے اندر پہنچ کر دیتی ہو"....... سلیمان نے مڑتے ہوئے کہا۔

"سنو۔ چلو اتنا بتا دو کہ تمہارا رویہ کس وجہ سے بدلا ہے۔ کیا شیشی پر تم نے کچھ پڑھ لیا ہے"....... عمران نے کہا۔

"شیشی پر تو واقعی موت کا نشان بنا ہوا ہے۔ باقی جو کچھ لکھا ہوا ہے اسے میں پڑھ ہی نہیں سکتا البتہ آپ نے خود کشی کی جو وجوہات

بتائی ہیں اس سے میں سمجھ گیا تھا کہ آپ اداکاری کر رہے ہیں"۔ سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔ وجوہات میں کیا غلطی تھی"...... عمران نے حیرت بھرے انداز میں کہا۔

"حکیم سے نبض چھپی نہیں رہ سکتی جناب اس لئے مجھے معلوم ہے کہ آپ کتنے مفلس اور قلاش ہیں اور آپ پر کتنا قرض چڑھا ہوا ہے اور کتنے قرض خواہ آپ کے پیچھے بھاگ رہے ہیں"۔ سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"چلو دوسرے نہ سہی۔ تمہارا قرض تو بہرحال ہے۔ کیا وہ بھی نہیں ہے"...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

"وہ تو بہرحال ہے لیکن اس کی فکر مجھے اس لئے نہ تھی کہ آپ کی خودکشی کے بعد بہرحال اس کی وصولی یقینی ہو جاتی"...... سلیمان نے کہا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

"کیا۔ کیا مطلب۔ وہ کیسے یقینی ہو جاتی"...... عمران نے حقیقی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"مرنے والے کے لواحقین قل خوانی پر اعلان کرتے ہیں کہ مرنے والے نے اگر کسی کا قرض دینا ہو تو وہ بتا دے تاکہ قل خوانی سے پہلے اس کا قرض اتار دیا جائے۔ یا وہ معاف کر دے تاکہ مرنے والے پر قرض کا بوجھ نہ رہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ کے ڈیڈی نے بھی لامحالہ یہ اعلان کرنا تھا اور مجھے سب کچھ مع سود وصول ہو

جاتا"...... سلیمان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہونہہ۔ تو یہ بات ہے اس لئے تم میری خودکشی پر اصرار کر رہے تھے۔ مجھے آج پتہ چل گیا ہے کہ تم کس قدر خود غرض اور سفاک آدمی ہو۔ تمہیں اپنے قرض کا فکر ہے اور میری جواں موت کا نہیں ہے"...... عمران نے مصنوعی طور پر غصیلے لہجے میں کہا۔

"جوان لوگوں کا قرض جلدی اتار دیا جاتا ہے کیونکہ یہ قرض اس کے والدین اتارتے ہیں جبکہ بوڑھوں کے قرضے بھلا ان کی اولاد کہاں اتارتی ہے۔ وہ معافی پر اصرار شروع کر دیتے ہیں اور آدمی کو سب کے سامنے اپنے آپ کو فیاض اور رحمدل ثابت کرنا پڑتا ہے"...... سلیمان بھلا کہاں باز آنے والا تھا۔ اس نے ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یا اللہ۔ کس مکار اور شاطر دماغ آدمی کا مقروض بنا دیا ہے تم نے مجھے"...... عمران نے کہا۔

"آپ اطمینان سے بیٹھ کر جو جی چاہے کہتے رہیں۔ میں فنکشن پر جا رہا ہوں"...... سلیمان نے کہا اور اس قدر تیزی سے مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا کہ عمران اپنا منہ تک نہ کھول سکا تھا۔ سلیمان بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔

"ارے ارے۔ کیا واقعی۔ ارے۔ کیا واقعی تم فنکشن پر جا رہے ہو۔ ارے وہ رات کا کھانا۔ اس کا کیا ہو گا"...... عمران نے چیختے ہوئے کہا۔

"کہا تو ہے کہ ہوٹل سے کھالیں۔ میں فی الحال اس فلیٹ سے دور جانا چاہتا ہوں کیونکہ بزرگ کہتے ہیں مایوسی، اداسی اور تھکاوٹ تینوں متعدی امراض کی طرح ہوتی ہیں۔ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہیں"....... سلیمان کی دور سے آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنائی دی تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"نجانے ایسے مقولے کہاں سے سن لیتا ہے لیکن بات بہرحال سچی ہے"....... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ پھر وہ اٹھا اور ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا تاکہ لباس تبدیل کر سکے کہ اچانک فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا اس نے رسیور اٹھالیا۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں"۔ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"میں فورٹ ٹاؤن کے سول ہسپتال سے بول رہا ہوں۔آپ کا یہ فون نمبر ایک شدید زخمی کی جیب سے نکلا ہے اس لئے آپ کو فون کیا گیا ہے۔آپ فوراً سول ہسپتال پہنچ جائیں"....... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔ فورٹ ایک چھوٹا سا قصبہ نما شہر تھا جو دارالحکومت کے شمال میں تقریباً ڈیڑھ دو سو کلومیٹر کے فاصلے پر تھا لیکن وہ زخمی کون ہو سکتا ہے جس کی جیب سے اس کا فون نمبر نکلا ہو گا۔ اس نے تیزی

سے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر انکوائری کے نمبر ڈائل کر دیئے۔

"انکوائری پلیز"....... رابطہ قائم ہوتے ہی آواز سنائی دی۔

"فورٹ ٹاؤن کا فون نمبر اور وہاں کے سول ہسپتال کا نمبر اگر آپ کے پاس ہے تو بتا دیں"....... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے دونوں فون نمبر بتا دیئے گئے۔ عمران نے جلدی سے شکریہ ادا کیا اور پھر کریڈل دبایا اور ٹون آنے پر اس نے ایک بار پھر انکوائری آپریٹر کے بتائے ہوئے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"سول ہسپتال فورٹ"....... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"انچارج ڈاکٹر سے بات کرائیں۔ میں دارالحکومت سے ڈپٹی ڈائریکٹر انٹیلی جنس بول رہا ہوں"....... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ ہولڈ آن کریں"....... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو۔ میں ڈاکٹر احمد حسن بول رہا ہوں جناب۔ چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ مؤدبانہ تھا۔ ظاہر ہے اسے ڈپٹی ڈائریکٹر انٹیلی جنس کے بارے میں بتایا گیا ہو گا۔

"ڈاکٹر صاحب میرا نام علی عمران ہے۔ ابھی مجھے ایک فون موصول ہوا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ آپ کے ہسپتال میں موجود کسی شدید زخمی کی جیب سے میرا فون نمبر ملا ہے اور مجھے فوراً پہنچنے کا کہا گیا ہے۔ یہ زخمی کون ہے۔ اس کا نام کیا ہے اور دوسری

تفصیلات کیا ہیں"...... عمران نے کہا۔

" جناب میں ابھی اس کے آپریشن سے فارغ ہو کر آفس آیا ہوں۔ اسے چھ گولیاں ماری گئی ہیں اور یہ سڑک پر زخمی پڑا تڑپ رہا تھا کہ کچھ ہمدرد لوگوں نے اسے یہاں پہنچا دیا اور پھر اس کے لئے خون کا بندوبست بھی کیا ہے۔ گو یہاں بڑے ہسپتال جیسے آپریشن کی سہولیات تو نہیں ہیں لیکن زخمی کی حالت ایسی تھی کہ اگر اسے دارالحکومت شفٹ کرنے کی کوشش کی جاتی تو وہ راستے ہی میں دم توڑ دیتا اس لئے میں نے اللہ کا نام لے کر آپریشن کیا اور اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپریشن کامیاب رہا ہے اور اب یہ زخمی خطرے سے باہر ہے۔ مجھے اس کے بارے میں تفصیل کا علم نہیں کیونکہ اس کا لباس پہلے ہی اتار کر باہر بھجوا دیا گیا تھا۔ شاید اس لباس کی جیب سے آپ کا فون نمبر ملا ہو گا۔ بہرحال آپ ہولڈ کریں میں ابھی معلوم کرتا ہوں"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی فون پر خاموشی چھا گئی۔ عمران کے چہرے پر انتہائی سنجیدگی ابھر آئی تھی کیونکہ چھ گولیوں کے باوجود فورٹ جیسے چھوٹے سے قصبے کے ہسپتال میں اس کا آپریشن ہونا اور پھر اس کا بچ جانا یہ تو واقعی اللہ تعالیٰ کا خاص کرم تھا اور وہ آدمی جو بھی تھا بہرحال خوش قسمت تھا لیکن اصل مسئلہ یہ تھا کہ اس کے فلیٹ کا فون نمبر کیسے اس آدمی کی جیب میں ہو گا۔ یہ بات اسے کھٹک رہی تھی۔

" ہیلو سر۔ کیا آپ لائن پر ہیں"...... تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر کی آواز

سنائی دی۔

" جی ہاں"...... عمران نے کہا۔

" جناب اس کی جیب سے صرف ایک کاغذ نکلا ہے اور آپ کا فون نمبر اس پر درج تھا۔ یہ کاغذ یوں لگتا ہے کہ شاید کسی ڈائری سے پھٹ گیا تھا جو اس نے اپنی جیب میں ڈال لیا تھا۔ ویسے اس کی جیب سے کافی بھاری تعداد میں کرنسی اور ایک مشین پسٹل بھی نکلا ہے لیکن وہ تو پولیس کے قبضے میں ہے اور کوئی شناخت موجود نہیں ہے۔ سر"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

" اس کا حلیہ اور قدوقامت بتا سکتے ہیں آپ۔ وہی بتا دیں"۔ عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

" جی صاحب۔ ایک منٹ۔ مجھے یاد کرنے دیجئے کیونکہ بہرحال میری ساری توجہ آپریشن کی طرف رہی ہے"...... ڈاکٹر احمد حسن نے کہا اور پھر چند لمحوں کے وقفے کے بعد اس نے رک رک کر حلیہ بتانا شروع کر دیا تو عمران کے چہرے پر یکلخت انتہائی پریشانی اور بے چینی کے تاثرات ابھرنے لگے کیونکہ حلیہ چوہان کا تھا۔

" اس کے قدوقامت کی تفصیل کیا تھی"...... عمران نے بے چین ہو کر پوچھا اور ڈاکٹر نے جب قدوقامت کے بارے میں بتایا تو عمران کو سو فیصد یقین ہو گیا کہ یہ چوہان ہی ہے۔

" ڈاکٹر صاحب یہ حکومت کا خاص اور انتہائی اہم آدمی ہے۔ میں وہیں فورٹ آ رہا ہوں آپ اس کا خیال رکھیں۔ آپ نے جو کچھ کیا ہے

حکومت کی طرف سے اس کا صلہ آپ کو ملے گا۔ میں آ رہا ہوں"۔
عمران نے تیز لہجے میں کہا اور کریڈل دبا کر اس نے تیزی سے نمبر
ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

" میں صدیقی کے فلیٹ پر جا رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی
ٹیپ چلنے کی آواز کے ساتھ ہی چوہان کی آواز سنائی دی تو عمران نے
بجلی کی سی تیزی سے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی
سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

" صدیقی بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی صدیقی کی آواز
سنائی دی۔

" عمران بول رہا ہوں صدیقی۔ چوہان کہاں ہے"...... عمران نے
بے چین سے لہجے میں پوچھا۔

" وہ اپنے کسی دوست سے ملنے فورٹ گیا ہے۔ کہہ رہا تھا کہ رات
کو کسی وقت واپس آ جائے گا۔ کیوں۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔
خیریت"...... صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" اوہ سنو۔ چوہان فورٹ ٹاؤن کے سول ہسپتال میں شدید زخمی
حالت میں پڑا ہوا ہے اسے چھ گولیاں ماری گئی ہیں۔ وہاں کے ڈاکٹر
نے اس کا آپریشن کیا ہے اور وہاں کے لوگوں نے اس کے لئے خون
کی بوتلیں عطیے میں دی ہیں۔ اس کی جیب سے ڈائری کا ایک صفحہ
نکلا ہے جس پر میرا فون نمبر تھا اس لئے ہسپتال والوں نے مجھے فون
کر کے صرف زخمی کے بارے میں اطلاع دی ہے جس پر میں نے ڈاکٹر

سے بات کی۔ چونکہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے اس
کی تصدیق ہوتی اس لئے میں نے ڈاکٹر سے اس کا حلیہ معلوم کیا تو
اس حلیئے سے پتہ چلا کہ وہ چوہان ہے۔ میں نے کنفرم کرنے کے لئے
پہلے چوہان کے فلیٹ پر فون کیا تو وہاں اس کا پیغام ٹیپ تھا کہ وہ
صدیقی کے فلیٹ پر جا رہا ہے اس لئے تمہیں فون کیا تھا۔ بہرحال میں
سپیشل ہسپتال کے ڈاکٹر صدیقی کو کہہ دیتا ہوں۔ وہ ایمبولینس اور
ڈاکٹر بھیج کر اسے منگوا لیں گے لیکن میں خود فوری وہاں جا رہا ہوں۔
تم چاہو تو سپیشل ہسپتال آ جاؤ"...... عمران نے کہا اور پھر اس نے
کریڈل دبا دیا۔ ٹون آنے پر اس نے سپیشل ہسپتال کے نمبر ڈائل
کرنے شروع کر دیئے۔ پھر ڈاکٹر صدیقی سے بات کر کے اس نے
رسیور رکھا اور پھر تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔
تھوڑی دیر بعد اس کی کار خاصی تیز رفتاری سے اس سڑک کی طرف
بڑھی چلی جا رہی تھی جو فورٹ ٹاؤن جاتی تھی۔ وہ مسلسل یہی سوچ
رہا تھا کہ چوہان کو کس نے زخمی کیا ہو گا اور چوہان جیسا آدمی اتنی
آسانی سے زخمی کیسے ہو گیا اور پھر اس کی جیب میں سپیشل پولیس کا
بیج اور ضروری شناختی کاغذات ہوں گے وہ کیا ہوئے جبکہ کرنسی اور
مشین پسٹل اس کی جیب میں موجود تھا لیکن ظاہر ہے جب تک وہ
چوہان سے مل نہیں لیتا ان سوالوں کا جواب اسے کیسے مل سکتا تھا۔

کمرے کا دروازہ کھلا تو صوفے پر بیٹھے ہوئے آدمی نے جس کے بال لچھے دار اور گردن تک آ رہے تھے اور اس کے ایک کان میں بندا تھا اور چہرے پر مکاری اور خباثت جیسے ثبت نظر آ رہی تھی نیلے رنگ کا سوٹ پہنے ہاتھ میں شراب کا گلاس پکڑے بیٹھا ہوا تھا، گردن موڑ کر دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازے سے ایک نوجوان جس کے جسم پر جینز کی پینٹ اور پھولدار شرٹ تھی اور اس کا سوکھا ہوا چہرہ انگور جیسا تھا البتہ چہرے پر اس کے بھی خباثت موجود تھی، اندر داخل ہوا۔

"آؤ وکٹر۔ کیا ہو رہا ہے"....... صوفے پر بیٹھے ہوئے آدمی نے چونک کر کہا۔

"وکٹر کبھی ناکام نہیں رہ سکتا جارج کیونکہ وکٹر کا نام ہی کامیابی کی ضمانت ہے"....... آنے والے نوجوان نے بڑے مسرت بھرے

لہجے میں کہا۔

"اچھا۔ تو مال مل گیا ہے۔ کیسا ہے"....... جارج نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کی ڈیمانڈ کے عین مطابق۔ میں نے اچھی طرح چیک کر لیا ہے۔ اسے ساتھ لایا ہوں"....... وکٹر نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز پر پڑی ہوئی شراب کی بوتل اٹھائی اور اسے ندیدوں کے سے انداز میں منہ سے لگا لیا۔

"لیکن پہلے مجھے چیک کرنا ہو گا کیونکہ چیف پچھلے مال پر بھی بے حد ناراض ہوا تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کرتا ہے اس کے باوجود اسے اس کی ڈیمانڈ کے مطابق مال نہیں مل رہا"....... جارج نے کہا۔

"چیف بھی کمال کرتا ہے۔ اس کی ڈیمانڈ ہی اتنی سخت ہے کہ بڑی مشکل سے جا کر ایسا مال ملتا ہے لیکن جارج اصل مسئلہ اور ہے۔ چیف کی ڈیمانڈ ہے کہ مال کا تعلق انتہائی شریف گھرانے سے ہو۔ اس وجہ سے بھی خاصی مشکلات پیش آتی ہیں۔ ویسے چیف اگر چاہے تو طوائفوں سے بھی تو کام چلا سکتا ہے۔ پھر وہ کیوں شریف گھرانے کی شرط لگا دیتا ہے"....... وکٹر نے کہا تو جارج بے اختیار ہنس پڑا۔

"تمہیں نہیں معلوم کہ یہ کیسا دھندہ ہے۔ چیف جو مال تیار کرتا ہے اس کی بے پناہ ڈیمانڈ ہے اور یہ ڈیمانڈ اس لئے ہے کہ اس

میں شریف گھرانے کا مال کام دیتا ہے ورنہ طوائفوں والا مال تو ہر جگہ آسانی سے مل جاتا ہے"...... جارج نے کہا۔

" اوہ ہاں۔ ٹھیک ہے۔ بہرحال تم مال چیک کر لو اور مجھے ادائیگی کر دو تاکہ میں جاؤں"...... وکٹر نے کہا۔

" ہاں۔ آؤ دیکھ لیتے ہیں۔ ویسے کوئی پرابلم تو نہیں ہوا"۔ جارج نے اٹھتے ہوئے کہا۔

" ہوا تو تھا لیکن تم جانتے ہو کہ وکٹر کے سامنے سب پرابلم غائب ہو جاتے ہیں"...... وکٹر نے جواب دیا۔

" اوہ۔ کیا پرابلم تھا"...... جارج نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

" میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ مال کی تفصیلی چیکنگ میں مصروف تھا کہ اچانک مال بھاگ کھڑا ہوا۔ ہم اس کے پیچھے دوڑے تو باہر گلی میں ایک آدمی جا رہا تھا۔ مال چیختا ہوا اس سے جا ٹکرایا اور بچانے کے لئے کہا۔ اوپر ہم پہنچ گئے۔ ہم نے مال کو کھینچا تو اس آدمی نے پرابلم پیدا کرنے کی کوشش کی تو ہم نے اس پر فائر کھول دیئے اور وہ وہیں گر گیا۔ ہم مال کو واپس لے آئے اور پھر ہم نے اس کی تفصیلی چیکنگ کی۔ اس کے بعد ہم اسے یہاں لے آئے ہیں"۔ باہر راہداری میں چلتے ہوئے وکٹر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" اس آدمی کا کیا ہوا"...... جارج نے پوچھا۔

" ہونا کیا ہے۔ مر گیا ہو گا"...... وکٹر نے جواب دیا اور جارج

نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ ایک کمرے کے دروازے پر جا کر رک گئے۔

" اس کمرے میں ہے ناں"...... جارج نے گردن موڑ کر اپنے پیچھے کھڑے وکٹر سے کہا۔

" ہاں"...... وکٹر نے کہا تو جارج نے دروازے کو کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ کمرے میں ایک کرسی پر ایک نوجوان لڑکی بیٹھی ہوئی تھی لیکن اس کے ہاتھ اور پیر رسی سے بندھے ہوئے تھے جبکہ منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا اور وہ سمٹی ہوئی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر انتہائی تکلیف اور رنجیدگی کے تاثرات نمایاں تھے۔ جارج کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ یوں اسے دیکھ رہا تھا جیسے قصائی کسی ایسی بکری کو دیکھتا ہے جسے اس نے خریدنا ہو۔

" ہاں۔ اس بار مال اچھا لگتا ہے"...... جارج نے آگے بڑھ کر اس لڑکی کے بازو پر ہاتھ رکھ کر دباتے ہوئے کہا۔

" ایک دم فرسٹ کلاس۔ تم دیکھنا چیف انعام بھیجے گا"۔ وکٹر نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

" ہونہہ۔ انعام۔ بہرحال ٹھیک ہے۔ آؤ چلیں"...... جارج نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ پھر وہ دونوں باہر آ گئے اور وکٹر نے دروازہ بند کر دیا۔ ایک بار پھر وہ دونوں راہداری میں چلتے ہوئے واپس اسی کمرے میں پہنچ گئے۔ جارج نے دیوار میں موجود ایک سیف کھولا اور اس میں سے بڑی مالیت کے نوٹوں کی چار گڈیاں نکال کر اس نے وکٹر کی

طرف بڑھا دیں۔

"گن لو پوری ہیں"....... جارج نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے اور کوئی کام بتاؤ جارج"....... وکٹر نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں گڈیاں اٹھا کر جیکٹ کی جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"ایک اور پارٹی کی طرف سے ڈیمانڈ ہے لیکن ابھی معاوضہ کنفرم نہیں ہوا۔ جیسے ہی کنفرم ہوا میں تمہیں کال کر لوں گا۔ اب تم جاؤ"....... جارج نے کہا اور وکٹر نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔ جارج نے میز پر موجود فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"راجو کلب"....... ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ بے حد سخت تھا۔

"جارج بول رہا ہوں۔ راجو سے بات کراؤ"....... جارج نے کہا۔

"اوہ اچھا۔ ہولڈ کرو"....... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو راجو بول رہا ہوں"....... چند لمحوں بعد راجو کی آواز سنائی دی۔

"راجو۔ مال میرے ٹھکانے پر پہنچ گیا ہے اسے بڑے سیٹھ کے پاس پہنچانا ہے"....... جارج نے کہا۔

"ایک دانہ ہے کہ دو"....... راجو نے پوچھا۔

"ایک ہے"....... جارج نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں لے جاؤں گا اور پہنچ جائے گا"....... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"او کے"....... جارج نے کہا اور رسیور رکھ کر اس نے ایک بار پھر اطمینان سے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ریک میں پڑی ہوئی شراب کی بوتل اٹھائی اور اسے کھول کر شراب گلاس میں انڈیلنا شروع کر دی۔ اس کے چہرے پر ایسا اطمینان تھا جیسے کوئی بہت بڑا بوجھ اس کے سر سے اتر گیا ہو۔

عمران کی کار فورٹ ٹاؤن کے سول ہسپتال کے گیٹ میں داخل
ہوئی تو یہاں قصبہ ہونے کی وجہ سے کافی اندھیرا تھا۔ عمران نے کار
ایک سائیڈ پر موجود پارکنگ میں موڑ کر روکی اور پھر دروازہ کھول کر
نیچے اترا اور تیز تیز قدم اٹھاتا اندرونی طرف کو بڑھ گیا۔

"جی صاحب"....... ایک کمرے سے نکلنے والے آدمی نے عمران کو
دیکھ کر پوچھا۔

"ڈاکٹر احمد حسن صاحب کہاں ہیں"....... عمران نے پوچھا۔

"وہ سامنے جس کمرے میں روشنی ہو رہی ہے جناب۔ اس
میں"....... اس آدمی نے کہا اور عمران تیز تیز قدم اٹھاتا اس کمرے کی
طرف بڑھتا چلا گیا۔ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ کمرہ آفس کے انداز
میں سجا ہوا تھا لیکن فرنیچر انتہائی سادہ تھا۔ ایک کرسی پر ایک نوجوان
آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر عینک تھی اور اس نے سفید اوور

آل پہن رکھا تھا۔

"آپ ڈاکٹر احمد حسن ہیں"....... عمران نے حیران ہو کر پوچھا
کیونکہ اس کا خیال تھا کہ ڈاکٹر احمد حسن ادھیڑ عمر اور انتہائی تجربہ کار
آدمی ہو گا جبکہ یہ نوجوان تھا۔ گو فون پر بات کرتے ہوئے اسے
احساس ہو رہا تھا کہ دوسری طرف سے بولنے والا نوجوان ہے لیکن
اس نے یہ خیال اپنے ذہن سے جھٹک دیا تھا کہ بعض ادھیڑ عمر افراد
کی آواز بھی قدرتی طور پر نوجوانوں جیسی ہوتی ہے۔

"جی ہاں۔ فرمائیے"....... اس نوجوان نے کہا۔

"مجھے علی عمران کہتے ہیں"....... عمران نے کہا تو ڈاکٹر احمد حسن
بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا۔

"اوہ آپ۔ مجھے آپ ہی کا انتظار تھا"....... ڈاکٹر احمد حسن نے
کہا۔

"کیوں۔ کیا ہوا"....... عمران بری طرح چونک پڑا اور ڈاکٹر کی
بات سن کر اس کا دل بے اختیار دھڑک اٹھا تھا۔

"اوہ۔ ایسی کوئی خاص بات نہیں۔ آپ چونکہ دارالحکومت کے
بڑے افسر ہیں اس لئے میں آپ کے استقبال کے لئے یہاں آفس میں
موجود تھا"....... ڈاکٹر احمد حسن نے عمران کے چہرے کے تاثرات
دیکھتے ہوئے کہا۔

"مریض کی کیا پوزیشن ہے"....... عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے
کہا۔

"اللہ کا کرم ہے جناب۔ وہ انتہائی تیزی سے بہتر ہو رہا ہے۔ ویسے ایسا مریض میں نے پہلی بار دیکھا ہے جس کے اندر اس قدر قوت مدافعت ہے کہ میرے تصور میں بھی نہ تھا"...... ڈاکٹر احمد حسن نے کہا۔

"اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کیا مریض ہوش میں ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ کیوں"...... ڈاکٹر نے چونک کر کہا۔

"میں خود اس سے ملنا چاہتا ہوں"...... عمران نے کہا تو ڈاکٹر نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ عمران بھی اٹھا اور پھر وہ دونوں راہداری سے گزر کر ہسپتال کے ایک کمرے میں داخل ہوئے تو بیڈ پر چوہان لیٹا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ زرد تھا اور اس نے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں۔

"چوہان"...... عمران نے آہستہ سے کہا تو چوہان نے آنکھیں کھولیں اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر یکلخت انتہائی مسرت کے تاثرات ابھر آئے۔

"عمران صاحب آپ کو کیسے اطلاع مل گئی"...... چوہان نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم نے اپنی جیب میں میرا فون نمبر لکھ کر رکھا ہوا تھا اور خود ہی پوچھ رہے ہو"...... عمران نے بیڈ کے ساتھ پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اوہ ہاں۔ وہ ڈائری کا صفحہ پھٹ گیا تھا۔ میں نے ویسے ہی اٹھا کر جیب میں رکھ لیا تھا"...... چوہان نے کہا۔

"پہلے تو مبارک باد قبول کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں نئی زندگی دی ہے"...... عمران نے کہا۔

"آپ کا شکریہ عمران صاحب۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے"۔ چوہان نے کہا۔

"جناب۔ زیادہ باتیں نہ کریں تو بہتر ہے"...... بیڈ کی دوسری طرف موجود ڈاکٹر نے کہا۔

"چوہان تم کہاں زخمی ہوئے تھے اور کس نے کیا تھا۔ مختصر بتا دو"...... عمران نے کہا۔

"عمران صاحب۔ میں یہاں ایک گلی سے گزر رہا تھا کہ اچانک ایک مکان کے دروازے سے ایک نوجوان لڑکی نکل کر بچاؤ بچاؤ کہتی ہوئی سیدھی مجھ سے آٹکرائی۔ اس کے پیچھے اچانک دروازے سے دو آدمی باہر نکلے۔ ان میں سے ایک نے لڑکی کو پکڑنا چاہا۔ میں ابھی پوری سچوئیشن کو سمجھ ہی نہ سکا تھا بہرحال میں نے لاشعوری طور پر لڑکی کو بچانا چاہا تو ایک آدمی نے ہاتھ میں موجود مشین پسٹل سے مجھ پر فائر کھول دیا اور پھر میں بے ہوش ہو گیا۔ آنکھ کھلی تو یہاں ہسپتال میں تھا"...... چوہان نے رک رک کر کہا اور پھر بات ختم کر کے اس نے لمبے لمبے سانس لینے شروع کر دیئے۔

"جناب۔ اب بہت ہو گیا۔ آیئے۔ مریض کی حالت ٹھیک نہیں

"ہے۔ آپ دفتر میں بیٹھئے میں آرہا ہوں"....... ڈاکٹر نے تیز لہجے میں کہا
تو عمران اٹھا اور تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔ پھر وہ اسی آفس
میں آکر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد ڈاکٹر واپس آگیا۔

"کیا ہوا"....... عمران نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ مریض کمزور ہے اس لئے مسلسل بولتے بولتے تھک
گیا تھا۔ بہرحال وہ ٹھیک ہے"....... ڈاکٹر نے کہا اور عمران نے
اثبات میں سرہلا دیا۔

"آپ کا کتنا تجربہ ہے آپریشن کرنے کا"....... عمران نے پوچھا تو
ڈاکٹر بے اختیار چونک پڑا۔

"یہاں میری پہلی پوسٹنگ ہے جناب۔ مجھے یہاں آئے ہوئے دو
سال ہو گئے ہیں"....... ڈاکٹر احمد حسن نے مسکراتے ہوئے جواب
دیا۔

"اس کے باوجود آپ نے اس قدر سیریس آپریشن کر لیا ہے۔
حیرت ہے"....... عمران نے کہا۔

"کیس واقعی بے حد سیریس تھا اور شاید میں ہمت نہ کرتا لیکن
ایک انسانی جان کا مسئلہ تھا اس لئے میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور
اللہ کا کرم ہو گیا"....... ڈاکٹر احمد حسن نے مسکراتے ہوئے جواب
دیا۔ تھوڑی دیر بعد باہر سے ایمبولینس کا مخصوص سائرن سنائی دینے
لگا تو ڈاکٹر احمد حسن بے اختیار چونک پڑا۔

"اوہ۔ کوئی اور ایمرجنسی"....... ڈاکٹر احمد حسن نے چونک کر

کہا۔

"یہ سپیشل ہسپتال کی ایمبولینس ہے۔ میں نے انہیں کہا تھا کہ
وہ یہاں پہنچ جائیں کیونکہ مریض کو سپیشل ہسپتال پہنچانا ہے۔ میں
دیکھتا ہوں"....... عمران نے کہا اور اٹھ کر تیزی سے دروازے سے
باہر نکل گیا۔ پھر جب وہ باہر برآمدے میں پہنچا تو ایمبولینس اسی
وقت وہاں آکر رکی اور پھر ڈاکٹر صدیقی تیزی سے اچھل کر باہر آگئے۔

"السلام علیکم۔ آپ خود آگئے۔ میں نے تو کہا تھا کہ کسی ڈاکٹر کو
بھیج دیں"....... عمران نے تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"چوہان کی حالت اب کیسی ہے۔ تم نے چھ گولیوں اور آپریشن
کا کہہ کر مجھے پریشان کر دیا۔ اس قصبے میں کیسے آپریشن ہو سکتا
ہے"....... ڈاکٹر صدیقی نے انتہائی پریشان سے لہجے میں کہا۔ اسی لمحے
ڈاکٹر احمد حسن بھی وہاں پہنچ گئے۔

"آپ بے فکر رہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہو گیا ہے۔ یہ ڈاکٹر احمد
حسن ہیں جنہوں نے چوہان کا آپریشن کیا ہے اور ڈاکٹر احمد صاحب یہ
ڈاکٹر صدیقی ہیں"....... عمران نے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ جناب یہ میرے استاد ہیں۔ اوہ۔ آپ خود یہاں
تشریف لائے ہیں"....... ڈاکٹر احمد حسن نے کہا اور انتہائی عقیدت
بھرے انداز میں آگے بڑھا۔

"اوہ۔ احمد حسن تم اور یہاں"....... ڈاکٹر صدیقی نے بھی چونک
کر کہا اور پھر انہوں نے بڑے گرمجوشانہ انداز میں مصافحہ کیا۔

"ڈاکٹر صاحب۔ میری یہاں پوسٹنگ ہوئی ہے"....... احمد حسن نے کہا۔

"تم نے چوہان کا آپریشن کیا ہے۔ اوہ۔ ویری گڈ۔ مجھے فخر ہے تم پر"....... ڈاکٹر صدیقی نے اس کے کاندھے پر ہاتھ سے تھپکی دیتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر احمد حسن کا چہرہ گلاب کے پھول کی طرح کھل اٹھا۔

"یہ سب آپ کا ہی تو سکھایا ہوا ہے ڈاکٹر صاحب۔ میں نے بس صرف یہ سوچا تھا کہ میں نہیں آپ آپریشن کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کرم ہو گیا"....... ڈاکٹر احمد حسن نے انتہائی عقیدت بھرے لہجے میں کہا۔ عمران ایک طرف کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بھی مسکراہٹ موجود تھی۔

"ڈاکٹر صدیقی صاحب آپ ڈاکٹر احمد حسن کو اپنے سٹاف میں شامل کر لیں۔ اس نوجوان نے جو کچھ کیا ہے وہ واقعی انتہائی حیرت انگیز ہے اور اب جس انداز میں اس نے بات کی ہے اس سے مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ اس کے اندر بے پناہ صلاحیتیں ہیں۔ اسے ان صلاحیتوں کو نکھارنے کا موقع ملنا چاہئے تاکہ ملک و قوم کو اس سے فائدہ حاصل ہو سکے"....... عمران نے کہا تو ڈاکٹر صدیقی بے اختیار چونک پڑے۔ وہ اب ڈاکٹر احمد حسن کے آفس میں آکر بیٹھ چکے تھے۔

"لیکن عمران صاحب آپ تو جانتے ہیں کہ اس ہسپتال میں کسی کو لے آنا کتنا بڑا مسئلہ ہے۔ کس قدر سخت چیکنگ اور کس قدر

مسائل ہوتے ہیں"....... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

"آپ فکر مت کریں۔ آپ صرف ہاں کر دیں۔ باقی کام میں کر لوں گا"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ پھر تو یہ بات یقینی ہو گئی کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کی بات سر سلطان تو ایک طرف چیف بلکہ صدر مملکت تک نہیں ٹال سکتے"..... ڈاکٹر صدیقی نے جواب دیا تو ڈاکٹر احمد حسن جو یہ بات سن رہا تھا بے اختیار چونک پڑا۔

"کیا مطلب سر۔ عمران صاحب تو سنٹرل انٹیلی جنس میں ڈپٹی ڈائریکٹر ہیں۔ ان کی بات صدر مملکت بھی نہیں ٹال سکتے۔ اس کا کیا مطلب ہوا"....... ڈاکٹر احمد حسن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ سر سلطان کو وہ شاید جانتا ہی نہ تھا اور چیف کی اسے سمجھ ہی نہ آئی تھی۔

"یہ خود تو کچھ بھی نہیں کرتے اور سب کچھ کرتے ہیں۔ ویسے ان کے والد سر عبدالرحمن سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے ڈائریکٹر جنرل ہیں۔ بہرحال آپ اس چکر میں نہ پڑیں۔ آپ خوش قسمت ہیں کہ عمران صاحب نے آپ کے لئے حامی بھر لی ہے ورنہ ایسا ہونا ناممکن تھا"....... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

"میں آپ کا ہمیشہ شکر گزار رہوں گا"....... ڈاکٹر احمد حسن نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں ڈاکٹر صاحب۔ وہی عزت دینے والا ہے

اور وہی مسبب الاسباب ہے۔ اب دیکھیں آپ اس قصبے میں موجود ہیں اگر میرا ساتھی چوہان یہاں آکر زخمی نہ ہوتا اور آپ اکیلے اس کا آپریشن نہ کرتے تو ظاہر ہے آپ کا سپیشل ہسپتال کے سٹاف میں شامل ہونے کا کوئی سلسلہ ہی نہ بنتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسباب بنا دیئے۔ بہرحال ڈاکٹر صدیقی صاحب آپ چوہان کو لے جائیں میں نے اس سلسلے میں مزید کام کرنا ہے"...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ڈاکٹر احمد حسن صاحب کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ چوہان کو یہاں کون لے آیا تھا۔ کوئی نام، کوئی کلیو"...... عمران نے کہا۔

"جی ہاں۔ میں یہاں دو سال سے ہوں اس لئے اس چھوٹے سے قصبے کے اکثر لوگوں کو میں جانتا ہوں۔ انہیں یہاں لے آنے والوں میں اعظم خان شامل تھے بلکہ وہی پیش پیش تھے۔ راجہ گلی میں ان کا مکان ہے اور وہ اس علاقے کے سماجی لیڈر ہیں اور انتہائی نیک اور اچھے آدمی ہیں"...... ڈاکٹر احمد حسن نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر ڈاکٹر صدیقی اور ڈاکٹر احمد حسن سے مصافحہ کر کے وہ ہسپتال سے باہر آگیا۔ اب چوہان کی طرف سے اسے تسلی ہو گئی تھی اس لئے اب وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ لڑکی کون تھی اور چوہان پر فائرنگ کرنے والے کون تھے اور انہوں نے کیوں ایسا کیا ہے۔ چنانچہ وہ کار لے کر ہسپتال سے روانہ ہوا۔ اب چونکہ رات کافی ہو گئی تھی اس لئے اس چھوٹے سے قصبے کے بازار وغیرہ اکثر بند ہو

جاتے تھے البتہ اکا دکا دکانیں کھلی ہوئی تھیں۔ عمران مختلف لوگوں سے پوچھتا ہوا آخرکار راجہ گلی تک پہنچ گیا۔ یہ گلی خاصی تنگ تھی۔ عمران نے کار گلی کے کنارے پر روکی اور پھر پیدل چلتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اعظم خان کے مکان کی نشانی اسے معلوم ہو گئی تھی اس لئے وہ ایک سرخ رنگ کے پتھروں سے بنے ہوئے مکان کے دروازے پر پہنچ کر رک گیا۔ اس نے دروازے کی کنڈی بجائی تو تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر لیکن خاصا صحت مند آدمی باہر آگیا۔

"جی فرمایئے"...... آنے والے نے حیرت سے عمران کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے اعظم خان سے ملنا ہے"...... عمران نے کہا۔

"جی۔ میرا نام اعظم خان ہے فرمایئے"...... اس آدمی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میرا نام عمران ہے۔ میرے ساتھی کو یہاں چند لوگوں نے فائرنگ کر کے شدید زخمی کر دیا تھا اور آپ دوسرے لوگوں کے ساتھ اسے اٹھا کر ہسپتال لے گئے تھے۔ میں اس سلسلے میں آپ کا شکریہ ادا کرنے آیا ہوں اور چند باتیں بھی کرنی ہیں"...... عمران نے کہا۔

"اوہ۔ جناب یہ تو میرا فرض تھا کہ ہم حتی الوسع انسانی جان بچانے کے لئے تگ و دو کریں۔ بہرحال دو منٹ توقف کیجئے میں بیٹھک کھولتا ہوں"...... اعظم خان نے انکسارانہ لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے مڑ کر واپس دروازے کے اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد سائیڈ

پر موجود ایک دروازہ کھلا تو دروازے میں اعظم خان موجود تھا۔

"آئیے۔ تشریف لائیے"....... اعظم خان نے کہا تو عمران سر ہلاتا ہوا اس کمرے میں داخل ہو گیا۔ یہ عام سا کمرہ تھا جس میں ایک میز اور چند کرسیوں کے ساتھ ساتھ ایک کونے میں ایک چارپائی بھی بچھی ہوئی تھی۔ دیواروں پر موجودہ سال کے ساتھ ساتھ پچھلے سالوں کے کیلنڈر بھی لٹک رہے تھے جن پر مقدس آیات لکھی ہوئی تھیں۔

"تشریف رکھیں۔ میں آپ کے لئے چائے بنواتا ہوں"۔ اعظم خان نے کہا۔

"اوہ نہیں۔ اس وقت آپ تکلیف نہ کریں"....... عمران نے چونک کر کہا۔

"مہمان داری ہمارا خاندانی ورثہ ہے جناب"....... اعظم خان نے جواب دیا اور عمران بے اختیار ہنس پڑا۔ اعظم خان اندرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک ٹرے تھی جس میں چائے کی دو پیالیاں اور ایک پلیٹ میں بسکٹ رکھے ہوئے تھے۔ اس نے چائے کی پیالیاں اور بسکٹ کی پلیٹ میز پر رکھی اور پھر میز کی دوسری طرف کرسی پر بیٹھ گیا۔

"لیجئے۔ میں شرمندہ ہوں کہ اس وقت اس سے زیادہ نہیں کر سکتا"....... اعظم خان نے کہا۔

"یہی بہت ہے خان صاحب"....... عمران نے کہا اور چائے کی پیالی کے ساتھ ساتھ پلیٹ سے ایک بسکٹ اٹھالیا۔

"اب آپ مجھے تفصیل بتا دیں"....... عمران نے چائے پیتے ہوئے کہا۔

"آپ نے اپنا نام علی عمران بتایا تھا ناں"....... اعظم خان نے کہا۔

"جی ہاں"....... عمران نے جواب دیا۔

"تو عمران صاحب میں اپنے گھر میں تھا کہ اچانک دور سے میں نے فائرنگ کی آوازیں سنیں۔ میں گھر سے نکلا اور اس طرف کو بڑھ گیا جدھر سے آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں سمجھا کہ شاید ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے۔ بہرحال جب میں پتروں والی گلی میں پہنچا تو وہاں میں نے ایک آدمی کو گلی کے اندر پڑے تڑپتے ہوئے دیکھا۔ اس کے جسم سے خون فوارے کی طرح بہہ رہا تھا۔ وہاں کوئی آدمی بھی نہ تھا لیکن اتنی دیر میں ادھر ادھر سے لوگ وہاں آ گئے۔ میں نے ان آدمیوں کی مدد سے اس زخمی کو اٹھایا اور پھر ہم ہسپتال کی طرف بھاگ پڑے اور بہت سے لوگ بھی آ گئے۔ جب ہم ہسپتال پہنچے تو کافی لوگ اکٹھے ہو گئے تھے۔ وہاں ڈاکٹر صاحب انہیں آپریشن روم میں لے گئے اور ہمیں کہا کہ ہم یہاں ٹھہریں کیونکہ اس قدر زخمی کو خون دینا ہو گا۔ ہم سب وہیں ٹھہر گئے لیکن پھر ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ زخمی کی حالت بے حد خراب ہے اسے چھ گولیاں لگی ہیں۔ وہ اکیلے تھے اور اتنا بڑا آپریشن کرنے سے گھبرا رہے تھے لیکن مریض کی حالت ایسی نہ تھی کہ اسے دارالحکومت کے کسی بڑے ہسپتال تک لے جایا جاتا اس

لئے میں نے ڈاکٹر صاحب کی ہمت بندھائی اور پھر میں نے اور باقی لوگوں نے خون دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی اللہ تعالیٰ کا نام لے کر آپریشن شروع کر دیا اور پھر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو گیا۔ جب مجھے ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ آپریشن کامیاب ہو گیا ہے تو ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے واپس آئے۔ میں نے جا کر پولیس اسٹیشن رپورٹ درج کرائی اور پھر میں گھر آگیا"...... اعظم خان نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"آپ واقعی عظیم آدمی ہیں اعظم خان صاحب۔ آپ نے ایک اجنبی کے لئے اتنا کچھ کیا لیکن کیا آپ نے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ گولیاں کس نے چلائی تھیں"...... عمران نے کہا تو اعظم خان کے چہرے پر تذبذب کے آثار پیدا ہو گئے۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں جناب"...... اعظم خان نے آخرکار کندھے اچکاتے ہوئے کہا اور عمران سمجھ گیا کہ اعظم خان بہرحال اس بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور جانتا ہے لیکن شاید وہ کسی چکر میں پھنسنے سے بچنے کے لئے بات کرنے سے کترا رہا ہے۔

"اعظم خان صاحب کیا آپ مجرموں سے خوفزدہ ہیں یا پولیس کی وجہ سے ڈر رہے ہیں۔ آپ جیسے آدمی کو اس طرح ڈرنا تو نہیں چاہئے"۔ عمران نے کہا۔

"جناب۔ میں ڈرتا نہیں ہوں کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا وہی ہو گا لیکن میں خواہ مخواہ کے چکر میں بھی نہیں پھنسنا چاہتا۔ زخمی

اجنبی ہے ظاہر ہے وہ ٹھیک ہو کر چلا جائے گا جبکہ میں نے یہاں رہنا ہے"...... اعظم خان نے کہا۔

"آپ نے جو کچھ کیا ہے اس کی جزا تو آپ کو اللہ تعالیٰ دے گا البتہ میرا وعدہ ہے کہ آپ کا نام سامنے نہیں آئے گا۔ آپ جو کچھ جانتے ہیں مجھے بتا دیں۔ زخمی میرا ساتھی ہے اور ہمارا تعلق سپیشل پولیس سے ہے اس لئے اب یہ معاملہ عام پولیس کا نہیں رہا بلکہ سپیشل پولیس کا ہو گیا ہے اس لئے پولیس آپ کو کچھ نہ کہے گی اور مجرموں تک آپ کا نام بھی نہیں جائے گا حتیٰ کہ میں بھی آپ کا نام سامنے نہیں لاؤں گا۔ آپ بھی لوگوں کو صرف یہ بتائیں کہ میں زخمی کا ساتھی ہوں اور صرف شکریہ ادا کرنے آیا ہوں"...... عمران نے کہا۔

"نجانے کیا بات ہے کہ آپ کی بات پر مجھے یقین آ رہا ہے۔ بہرحال جو کچھ میں جانتا ہوں بتا دیتا ہوں۔ زخمی کی طرف سے اطمینان ہونے کے بعد ہم واپس آئے تو ایک آدمی نے رازدارانہ انداز میں مجھے بتایا کہ یہ کام یہاں کے بڑے بدمعاش سلامو کے آدمیوں نے کیا ہے۔ اس آدمی نے بتایا تھا کہ سلامو کے آدمی نواحی گاؤں سے کوئی نوجوان لڑکی اٹھا کر سلامو کے ڈیرے پر لے آئے تھے۔ یہ اسی کا چکر ہے لیکن ظاہر ہے میں اس سلسلے میں مزید کوئی چھان بین نہ کر سکتا تھا کیونکہ سلامو یہاں کا نہ صرف بڑا بدمعاش ہے بلکہ اس کے ہاتھ بڑے لمبے ہیں اور پولیس بھی اس کی ہے اور یہاں کے افسر بھی"...... اعظم خان نے کہا۔

"جس لڑکی کی بات کی گئی ہے وہ کس گاؤں سے لائی گئی تھی"۔ عمران نے پوچھا۔

"مجھے تو معلوم نہیں جناب۔ شاید پولیس کے پاس کوئی رپورٹ آئی ہو"...... اعظم خان نے کہا۔

"اچھا۔ اب آپ یہ بتا دیں کہ پتروں والی گلی جہاں میرے ساتھی پر فائرنگ کی گئی تھی کیا سلامو کا ڈیرہ اسی گلی میں ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"جی نہیں۔ ڈیرہ تو شہر سے ہٹ کر علیحدہ احاطے میں بنا ہوا ہے البتہ اس گلی میں سلامو کا ایک مکان موجود ہے جو اکثر خالی پڑا رہتا ہے۔ کبھی کبھی کچھ لوگ وہاں آکر رہتے ہیں اور پھر چلے جاتے ہیں"...... اعظم خان نے جواب دیا۔

"یہ احاطہ کہاں ہے۔ کیا آپ مجھے پوری تفصیل بتا سکتے ہیں"۔ عمران نے کہا تو اعظم خان نے تفصیل بتا دی۔

"ٹھیک ہے آپ کا شکریہ اب آپ سب کچھ بھول جائیے"۔ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ کی مہربانی ہو گی۔ میں بہرحال سلامو کا مقابلہ نہیں کر سکتا"...... اعظم خان نے پھیکی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں۔ آپ پر کوئی حرف نہیں آئے گا"۔ عمران نے کہا اور پھر اعظم خان سے مصافحہ کر کے اور اجازت لے کر وہ بیٹھک سے باہر آیا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

ٹائیگر نے کار سپر کلب کی پارکنگ میں روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کلب کے مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ لیکن ابھی وہ کلب کے مین گیٹ تک نہ پہنچا تھا کہ اچانک ایک طرف سے ایک ادھیڑ عمر آدمی تیز تیز قدم اٹھاتا ٹائیگر کی طرف بڑھا۔

"پلیز ایک منٹ"...... اس ادھیڑ عمر آدمی نے کہا تو ٹائیگر چونک کر اسے دیکھ کر رک گیا۔

"آپ کا نام ٹائیگر ہے"...... ادھیڑ عمر آدمی نے قریب آکر کہا۔

"جی ہاں۔ مگر"...... ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا کیونکہ وہ اس آدمی کو پہچانتا نہ تھا۔ ویسے وہ آدمی اپنے انداز اور لباس سے عام سا شریف آدمی لگ رہا تھا۔

"کیا آپ مجھے چند منٹ دیں گے۔ میں نے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے"...... اس آدمی نے کہا۔

"آئیے۔ اندر بیٹھتے ہیں"...... ٹائیگر نے کہا اور پھر وہ ہال میں داخل ہوا اور کونے میں موجود خالی میز کی طرف بڑھ گیا۔ وہ آدمی بھی ساتھ تھا۔

"تشریف رکھیں اور بتائیں کہ آپ کیا پینا پسند کریں گے"۔ ٹائیگر نے کہا۔

"آپ تکلف نہ کریں بلکہ مجھے آپ سے کام ہے اس لئے میں آپ کو پلاتا ہوں"...... اس آدمی نے کہا۔

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے"...... ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ویٹر کو بلا کر دو کپ ہاٹ کافی لانے کے لئے کہا تو وہ آدمی بے اختیار چونک پڑا۔

"آپ شراب نہیں پیتے یا آپ نے میری وجہ سے ہاٹ کافی منگوائی ہے"...... اس آدمی نے کہا۔

"نہ میں شراب پیتا ہوں اور نہ کسی کو پلانا پسند کرتا ہوں۔ آپ بہرحال بتائیں کہ آپ کون ہیں اور آپ کو مجھ سے کیا کام ہے اور آپ مجھے کیسے جانتے ہیں"...... ٹائیگر نے کہا۔

"میرا نام شمس ہے۔ میں کنٹونمنٹ بورڈ میں ہیڈ کلرک تھا اور اب ریٹائر ہو چکا ہوں۔ میرے دو بیٹے ہیں جن میں سے ایک انجینئر ہے لیکن وہ اپنی بیوی کے ساتھ علیحدہ رہتا ہے جبکہ دوسرا بیٹا عدنان ہے۔ وہ میرے ساتھ رہتا ہے اس نے کینٹ میں ویڈیو کیسٹس کی دکان بنائی ہوئی ہے۔ میں اس سلسلے میں آپ سے ملنا چاہتا تھا"۔

شمس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"ویڈیو کیسٹس کے سلسلے میں مجھ سے آپ ملنا چاہتے تھے۔ کیا مطلب۔ میرا تو ویڈیو کیسٹس کے بزنس سے کوئی تعلق نہیں ہے"۔ ٹائیگر نے کہا۔ اسی لمحے ویٹر نے کافی کے برتن لگا دیئے۔

"لیجئے اور مجھے تفصیل بتائیے"...... ٹائیگر نے کہا اور اپنے سامنے رکھی پیالی اٹھا لی۔

"سپر کلب کا سپروائزر جمی ہے۔ آپ اسے اچھی طرح جانتے ہیں۔ یہ جمی بھی میرے علاقے میں رہتا ہے اور انتہائی خطرناک غنڈہ اور بدمعاش ہے۔ میرے بیٹے نے جو دکان بنائی ہے اس میں عام سی کیسٹیں رکھی جاتی ہیں لیکن اس علاقے میں ایک اور دکان ہے جس کا نام ریڈ لائن ہے۔ یہ بہت بڑی دکان ہے اور حقیقت میں یہ جمی ہی اس کا مالک ہے لیکن وہاں پر اس کا بھائی کام کرتا ہے۔ وہاں انتہائی فحش ویڈیو پرنٹس کا وسیع پیمانے پر دھندہ ہوتا ہے۔ ہم نے بہرحال اس کی پرواہ نہیں کی۔ ہمیں کیا مطلب۔ نہ ہی ہم اس کام کو کر سکتے ہیں لیکن پچھلے دنوں ایک مجسٹریٹ نے اچانک ریڈ لائن پر چھاپہ مارا اور وہاں سے انتہائی فحش فلموں پر مبنی لاتعداد کیسٹس پکڑی گئیں۔ جمی کے بھائی کو گرفتار کر لیا گیا اور دکان سیل کر دی گئی لیکن چند دنوں کے بعد دکان دوبارہ کھل گئی اور جمی کے بھائی کی ضمانت ہو گئی اور وہی کاروبار دوبارہ شروع ہو گیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہماری بھی شامت آ گئی۔ جمی کو وہم ہو گیا کہ ہم نے اس کے کاروبار

کی مخبری کی ہے حالانکہ میں اور میرا بیٹا حلف دینے کو تیار ہیں کہ ہم نے کبھی کسی سے بات نہیں کی لیکن جمی بات نہیں مانتا اور مسلسل دھمکیاں دے رہا ہے۔ گذشتہ روز اس نے اور اس کے ساتھیوں نے میرے بیٹے عدنان کو دکان سے پکڑ کر باہر گھسیٹا اور آہنی مکوں اور لوہے کے ڈنڈوں سے اس قدر مارا کہ اس کی کئی پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ جبڑا ٹیڑھا ہو گیا۔ وہ شدید زخمی ہوا۔ کچھ دکانداروں اور لوگوں نے بڑی مشکل سے اسے چھڑوایا ورنہ یہ لوگ اسے مار دیتے۔ اس وقت عدنان ہسپتال میں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جمی نے دھمکی دی ہے کہ وہ میری جوان بیٹی کو زبردستی اٹھا کر لے جائے گا اور اسے وہاں پہنچا دے گا جہاں لڑکیوں کی عریاں فلمیں بنائی جاتی ہیں اور پھر یہ فلمیں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں پورے ملک کی ایسی ہی ویڈیو شاپس میں پہنچا دی جائیں گی جہاں سے اوباش لوگ یہ فلمیں لے جا کر گھروں میں دیکھتے ہیں۔ میں یہ سن کر بے حد پریشان ہوا۔ میں نے جمی کے گھر جا کر اس کی منتیں کیں کہ ہم اس علاقے سے چلے جاتے ہیں۔ دکان بند کر دیتے ہیں۔ وہ ایسا نہ کرے لیکن وہ کہتا ہے کہ چاہے ہم دنیا کے کسی خطے میں چلے جائیں وہ ہمارا پیچھا نہ چھوڑے گا۔ میں یہاں آیا تاکہ معلوم کر سکوں کہ میں کس سے کہہ کر اس سے اپنا پیچھا چھڑواؤں۔ یہاں کا مینجر ٹونی ہے۔ میں اس سے ملا لیکن اس نے مجھے دھتکار کر نکال دیا۔ میں بے حد پریشان تھا۔ میں باہر کھڑا یہ سوچ رہا تھا کہ میں کیا کروں اور کیا نہ کروں کہ آپ کی کار کمپاؤنڈ

میں داخل ہوئی تو ایک بیرے نے از راہ ہمدردی مجھے بتایا کہ آپ کا نام ٹائیگر ہے۔ آپ بدمعاش ضرور ہیں لیکن شریف بدمعاش ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو میرا کام ہو سکتا ہے اس لئے میں نے آپ کو روکا ہے۔ پلیز میری مدد کریں ورنہ میں کیا میرا پورا خاندان جیتے جی مر جائے گا اور مجھے خود اپنے ہاتھوں سے اپنی بیٹی کو قتل کرنا پڑ جائے گا۔ پلیز فار گاڈ سیک۔ پلیز"...... شمس نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں شمس صاحب اور گھبرائیں نہیں۔ جمی کیا کسی کی یہ جرأت نہیں ہے کہ کسی شریف لڑکی کی طرف ٹیڑھی آنکھ سے بھی دیکھے لیکن کیا آج جمی کلب میں نہیں آیا ورنہ تو وہ آپ کی یہاں موجودگی کو بھی برداشت نہ کرتا"...... ٹائیگر نے کہا۔

"جی ہاں۔ وہ آج گھر پر ہے۔ سنا ہے اس کے گھر پر کوئی مہمان آیا ہوا ہے اس لئے اس نے یہاں سے چھٹی کی ہوئی ہے"...... شمس نے کہا۔

"آپ نے جمی کا گھر دیکھا ہوا ہے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"جی۔ ہمارے ہی علاقے میں ہے"...... شمس نے کہا۔

"ٹھیک ہے تو پھر آئیے میرے ساتھ۔ اس کے گھر چلتے ہیں"...... ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ جناب اس طرح تو ہم جیتے جی مر جائیں گے۔ وہ تو انتہائی خطرناک غنڈہ ہے۔ اس نے تو ہمارے پورے گھر کو اکھاڑا بنا دینا ہے۔ پلیز خدا کے لئے ایسا نہ کریں"...... شمس نے انتہائی

گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تو پھر کیا کروں۔ آپ بتائیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں" ...... ٹائیگر نے کہا۔

"آپ اس سے ہمیں معافی دلوا دیں اور بس۔ یہ حقیقت ہے کہ میرے بیٹے نے اس کے کاروبار کی مخبری نہیں کی لیکن اس کے باوجود ہمیں اس سے معافی دلوا دیں۔ ہم جلد از جلد اپنا مکان اور اپنی دکان فروخت کر کے کسی اور علاقے میں چلے جائیں گے" ...... شمس نے کہا۔

"لیکن اس کے لئے بھی تو اس کے گھر جانا پڑے گا" ...... ٹائیگر نے کہا۔

"نہیں۔ کسی طرح اسے یہاں بلوالیں اور مجھے معافی دلوا دیں۔ میں اپنی بیٹی کی عزت بچانے کے لئے اس کے پیروں پر سر رکھنے کے لئے تیار ہوں" ...... شمس نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آیئے" ...... ٹائیگر نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ شمس بھی کھڑا ہو گیا۔

"آیئے مینجر کے پاس چلتے ہیں اور اس سے کہہ کر جمی کو وہیں بلوا لیں گے اور پھر وہیں ساری بات ہو گی" ...... ٹائیگر نے کہا اور شمس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد ٹائیگر مینجر ٹونی کے آفس میں داخل ہوا تو ٹونی بے اختیار اس کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑا ہوا کیونکہ وہ ٹائیگر کا دوست تھا اور ٹائیگر اکثر اس کے پاس آتا جاتا رہتا

تھا لیکن اس نے جب ٹائیگر کے پیچھے شمس کو اندر داخل ہوتے دیکھا تو اس نے ہونٹ بھینچ لئے۔

"تم پھر آگئے ہو۔ میں نے تمہیں کہا ہے کہ میں اپنے سٹاف کے معاملات میں دخل نہیں دیا کرتا" ...... ٹونی نے شمس سے مخاطب ہو کر سخت لہجے میں کہا۔

"یہ میرے ساتھ آئے ہیں۔ بیٹھئے شمس صاحب" ...... ٹائیگر نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"تمہارے ساتھ۔ مگر" ...... ٹونی نے گڑبڑا کر کہا۔

"جمی کو اس کے گھر سے یہاں بلواؤ۔ ابھی اور اسی وقت"۔ ٹائیگر نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا جبکہ شمس بھی دبے انداز میں ایک طرف بیٹھ گیا تھا۔

"ٹائیگر۔ تم کلبوں کے معاملات کو اچھی طرح جانتے ہو اس لئے" ...... ٹونی نے بھی کرسی پر بیٹھ کر احتجاجاً کچھ کہنا چاہا۔

"میں نے جو کہا ہے ٹونی وہ کرو ورنہ تم جانتے ہو کہ نہ تم رہو گے اور نہ تمہارا کلب اور نہ ہی جمی۔ سمجھے۔ بلاؤ اسے" ...... ٹائیگر نے اس کی بات کاٹتے ہوئے انتہائی سرد لہجے میں کہا تو شمس انتہائی حیرت بھرے انداز میں ٹائیگر کی طرف دیکھنے لگا۔ اسے شاید یہ تصور ہی نہ تھا کہ ٹائیگر اتنے بڑے بدمعاش سے اس انداز میں بھی بات کر سکتا ہے اور ٹونی نے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور دو نمبر پریس کر دیئے۔

"جمی کو اس کے گھر سے بلا لاؤ۔ اسے ساتھ لے آنا۔ اسے کہنا کہ

انتہائی ضروری اور فوری نوعیت کا کام ہے۔ جلدی لے آؤ اسے"۔ ٹونی نے تیز لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"ان صاحب کے ساتھ جمی نے جو کچھ کیا ہے یا کرنا چاہتا ہے وہ کلب کا معاملہ نہیں ہے ٹائیگر اس لئے میں نہیں چاہتا تھا کہ کلب میں کوئی ہنگامہ کھڑا کروں لیکن اب تمہاری وجہ سے میں اسے سمجھا دوں گا۔ وہ آئندہ انہیں پریشان نہیں کرے گا"...... ٹونی نے کہا۔

"اسے آلینے دو پھر بات ہو گی"...... ٹائیگر نے اسی طرح سرد لہجے میں جواب دیا۔

"تم کیا پینا پسند کرو گے"...... ٹونی نے کہا۔

"ابھی کچھ نہیں۔ ہم نے ہال میں ہاٹ کافی پی ہے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"جناب میں جمی صاحب سے ہر طرح سے معافی مانگنے کے لئے تیار ہوں"...... شمس نے گڑگڑاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آپ خاموش رہیں۔ آپ نے جو کچھ کرنا ہے وہ مجھے معلوم ہے"...... ٹائیگر نے کہا تو شمس ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو گیا اور پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد دروازہ کھلا اور جمی اندر داخل ہوا۔ وہ خاصے بھاری لیکن ورزشی جسم کا مالک تھا۔ چہرے پر خباثت اور شیطنیت نمایاں نظر آ رہی تھی۔ اس نے پتلون اور شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ آفس میں داخل ہو کر جب اس کی نظریں شمس پر پڑیں تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔

"تم۔ تم یہاں"...... جمی نے انتہائی سخت لہجے میں شمس سے کہا۔

"جمی تم مجھے جانتے ہو"...... ٹائیگر نے کہا تو جمی نے چونک کر ٹائیگر کی طرف دیکھا۔

"جی ہاں۔ جانتا ہوں۔ آپ باس کے دوست ہیں اور میں آپ کو"...... جمی نے کہنا شروع کیا۔

"تم نے شمس صاحب کے بیٹے کو زخمی کیا ہے اور اب تم نے انہیں دھمکی دی ہے کہ تم ان کی بیٹی کو اغوا کر کے ایسے لوگوں کے پاس بھجوا دو گے جو عریاں فلمیں بناتے ہیں۔ کیوں"...... ٹائیگر نے سخت لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ میں نے کہا ہے اور میں ایسا ہی کروں گا۔ ان لوگوں نے میرے بھائی کے خلاف مخبری کی ہے۔ اب میں ان کا عبرتناک انجام کروں گا"...... جمی نے غراتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"مم۔ مم۔ میں معافی مانگنے کے لئے تیار ہوں جناب"۔ شمس نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ اب کسی معافی کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ اب تو ایسا ہو گا۔ باس آپ نے مجھے بلایا ہے"...... جمی نے بڑے اکڑے ہوئے لہجے میں پہلے شمس کو جواب دیا اور پھر ٹونی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"جمی۔ ٹائیگر میرا دوست ہے اور اس کے علاوہ اس کے ہاتھ بھی بے حد لمبے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ تم کسی چکر میں پھنسو۔ اس لئے

بہتر ہے کہ تم ان صاحب کو معاف کر دو"...... ٹونی نے کہا۔

"باس۔ یہ معاملہ میرا ذاتی ہے۔ میں نے اس علاقے میں زندہ رہنا ہے اس لئے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کو کوئی عبرتناک سبق نہ سکھایا جائے۔ جہاں تک ٹائیگر صاحب کا تعلق ہے تو مجھے ان کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہے لیکن انہیں بھی یقیناً معلوم ہو گا کہ جمی صرف سپروائزر ہی نہیں"...... جمی نے اسی طرح اکڑے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا تم ان لوگوں کو جانتے ہو جو ایسی فلمیں بناتے ہیں"۔ ٹائیگر نے کہا۔

"ایسے لوگوں کو براہ راست تو نہیں جانتا لیکن ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو انہیں لڑکیاں سپلائی کرتے ہیں"...... جمی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کون لوگ ہیں وہ"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"میں کیوں بتاؤں۔ اور باس اب میں جا رہا ہوں"...... جمی نے کہا اور ایک بار پھر شمس کی طرف زہریلی نظروں سے دیکھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔

"رکو جمی"...... ٹائیگر نے کہا لیکن جمی رکے بغیر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ شمس کا چہرہ بری طرح لٹک گیا تھا۔ شاید اس کی آخری امید بھی ختم ہو گئی تھی۔

"یہ اکھڑ دماغ آدمی ہے۔ بہرحال تم فکر نہ کرو میں اسے سمجھا لوں

گا"...... ٹونی نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اسے سمجھا لینا۔ آیئے شمس صاحب"...... ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے اطمینان بھرے لہجے میں کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ شمس نے ٹونی کو سلام کیا اور پھر ڈھیلے ڈھیلے قدموں سے ٹائیگر کے پیچھے آفس سے باہر آ گیا۔

"شمس صاحب۔ گھبرایئے نہیں۔ آپ کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ آپ صرف مجھے اپنا پتہ بتا دیں اور گھر جایئے"...... صبح کو آپ کو اطلاع مل جائے گی کہ آپ کا کام ہو چکا ہے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"کک۔ کیسا کام"...... شمس نے چونک کر پوچھا۔

"یہی معافی والا"...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن وہ جمی تو ماش کے آٹے کی طرح اکڑا ہوا ہے۔ پھر"۔ شمس نے کہا۔

"اس کی آپ فکر مت کریں اس کے کس بل نکل جائیں گے اور وہ آپ کی معافی کو قبول کرے گا اور آئندہ آپ کے خلاف کوئی حرکت نہیں کرے گا۔ یہ میری گارنٹی ہے"...... ٹائیگر نے کہا تو شمس کے چہرے پر پہلی بار مسرت کے تاثرات ابھر آئے۔

"میں آپ کا مشکور ہوں لیکن خیال رکھیئے گا کہ میرے خاندان کی عزت اور زندگی آپ کے ہاتھوں میں ہے"...... شمس نے کہا۔

"میں کون ہوتا ہوں کسی کی عزت اور زندگی کا محافظ۔ یہ کام اللہ تعالیٰ کا ہے اس لئے آپ نے شکریہ اس کا ادا کرنا ہے"...... ٹائیگر

نے کہا۔ وہ دونوں اب کلب سے باہر آچکے تھے۔ پھر شمس نے اپنا پتہ
بتایا۔ ٹائیگر نے اس جمی کی دکان کا پتہ بھی پوچھا اور پھر وہ اپنی کار کی
طرف بڑھ گیا۔ اس نے جمی کو اس لئے آفس میں کچھ نہ کہا تھا کہ وہ
نہیں چاہتا تھا کہ شمس کے سامنے کچھ ہو۔ وہ کار لے کر سیدھا کینٹ
کی طرف بڑھ گیا۔ کینٹ وہاں سے کافی فاصلے پر تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ
کینٹ میں پہنچ گیا۔ اس نے سب سے پہلے وہ دکان دیکھی اور پھر وہ کار
لے کر اس علاقے کی طرف بڑھ گیا جہاں جمی کا مکان تھا۔ اس نے کار
ایک سائیڈ پر روکی اور کار کی فرنٹ سیٹ اٹھا کر اس نے اس کے
نیچے موجود باکس میں سے بے ہوش کرنے والی گیس کا پسٹل اٹھایا
اور باکس بند کر کے اس نے پسٹل کا میگزین چیک کیا اور پھر پسٹل
کو جیب میں ڈال کر وہ کار سے اترا اور تیز تیز قدم اٹھاتا اس مکان کی
طرف بڑھتا چلا گیا۔ شمس نے اس مکان کی چند ایسی نشانیاں اسے
بتائی تھیں کہ اسے اس بارے میں کسی سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہ
پڑی تھی۔ مکان کا دروازہ بند تھا۔ ٹائیگر قدم اٹھاتا آگے بڑھتا چلا گیا
اور پھر چکر کاٹ کر وہ اس کی عقبی طرف آیا تو وہ یہ دیکھ کر چونک پڑا
کہ عقبی طرف بھی ایک خاصی کھلی گلی تھی۔ ایک بڑا سا پھاٹک اس
گلی میں بھی تھا۔ ٹائیگر سمجھ گیا کہ یہ پھاٹک کسی خاص مال کو اندر
لے جانے کے لئے کھولا جاتا ہو گا۔ اس نے جیب سے پسٹل نکالا اور
اس کا رخ اندرونی طرف کر کے اس نے ٹریگر دبا دیا۔ ٹھک ٹھک کی
آوازوں کے ساتھ ہی یکے بعد دیگرے چار کیپسول اندر جا گرے تو

ٹائیگر نے ٹریگر سے انگلی ہٹائی اور پسٹل کو جیب میں ڈال کر وہ
اطمینان بھرے انداز میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ پھر وہ کار کی ڈرائیونگ
سیٹ پر جا کر کچھ دیر بیٹھا رہا۔ جب اس کے خیال کے مطابق بے
ہوش کر دینے والی گیس کے اثرات ہوا میں سے غائب ہو گئے ہوں
گے تو اس نے کار سٹارٹ کی اور پھر وہ اسے اسی عقبی گلی میں لے آیا۔
اس نے کار پھاٹک کے ساتھ کھڑی کی اور پھر باہر نکل کر اس نے
جمپ لگایا۔ ایک لمحے کے لئے اس کے پیر کار کی چھت پر نظر آئے اور
دوسرے لمحے وہ پھاٹک کے اوپر سے ہوتا ہوا اندر کود چکا تھا۔ وہ تیزی
سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ کافی بڑا مکان تھا۔ وہاں صرف چار مرد تھے جن
میں جمی بھی تھا اور کوئی نہ تھا۔ یہ چاروں ایک ہی کمرے میں موجود
تھے اور یہ سب ہی شکل و صورت سے چھٹے ہوئے بدمعاش اور
غنڈے دکھائی دے رہے تھے۔ ٹائیگر نے پورا گھر چیک کیا لیکن وہاں
ان چاروں کے علاوہ اور کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ چاروں بے ہوش
پڑے ہوئے تھے۔ ٹائیگر نے آگے بڑھ کر جمی کو اٹھا کر کاندھے پر لادا
اور تیزی سے مڑ کر واپس اس پھاٹک کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے
پھاٹک کی چھوٹی کھڑکی کھولی اور پھر سر باہر نکال کر جھانکا۔ گلی خالی
تھی۔ وہ باہر آگیا۔ اس نے کار کا عقبی دروازہ کھولا اور جمی کو کار کی
عقبی سیٹوں کے درمیان ٹھونسا اور پھر اس نے دروازہ بند کر دیا اور
پھر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے کار آگے بڑھا دی۔ تھوڑی دیر
بعد وہ کینٹ کے علاقے سے نکل کر وقاص ٹاؤن پہنچ گیا جہاں ایک

چھوٹی سی کوٹھی اس نے اس لئے لے رکھی تھی کہ کسی بھی لمحے وہ اسے ایمرجنسی میں استعمال کر سکے۔ یہ کوٹھی اس نے باقاعدہ خریدی تھی اور یہاں اس کا ایک خاص آدمی سیف رہتا تھا۔ اس کوٹھی میں ٹائیگر نے اپنے طور پر کافی کام کر رکھا تھا۔ کار پھاٹک کے سامنے روک کر اس نے مخصوص انداز میں تین بار ہارن دیا تو سائیڈ پھاٹک کھلا اور ایک لمبے قد کا نوجوان باہر آگیا۔

"سیف۔ پھاٹک کھولو"...... ٹائیگر نے کہا۔

"اچھا باس"...... سیف نے کہا اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔ چند لمحوں بعد پھاٹک کھل گیا تو ٹائیگر کار اندر لے گیا۔ اس نے کار پورچ میں روکی اور پھر دروازہ کھول کر باہر آگیا۔ سیف بھی پھاٹک بند کر کے واپس آگیا۔

"عقبی سیٹوں کے درمیان ایک آدمی بے ہوش پڑا ہوا ہے اسے اٹھا کر نیچے تہہ خانے میں لے جاؤ اور راڈز میں جکڑ دو۔ میں ایک فون کر کے وہیں آرہا ہوں"...... ٹائیگر نے سیف سے کہا۔

"یس باس"...... سیف نے جواب دیا اور ٹائیگر سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اس کوٹھی کا ایک کمرہ اس نے آفس کے طور پر سجایا ہوا تھا۔ وہ کبھی کبھار اس کوٹھی میں آتا تھا اور جب آتا تھا تو اس آفس کو کھولتا تھا ورنہ یہ بند ہی پڑا رہتا تھا البتہ سیف اس کی اندرونی صفائی کر دیا کرتا تھا۔ ٹائیگر نے آفس کھولا اور اندر داخل ہو کر وہ میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر پریس

کرنے شروع کر دیئے۔

"روڈی بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک چیختی ہوئی سی کرخت آواز سنائی دی۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں روڈی"...... ٹائیگر نے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ ٹائیگر تم۔ کیسے فون کیا ہے۔ کوئی حکم"...... اس بار دوسری طرف سے بولنے والے کے لہجے میں نرمی آگئی تھی۔

"ایک کام ہے تمہارے لئے۔ معاوضہ معقول ملے گا۔ بولو کرنا ہے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"معاوضہ بھی مل رہا ہو اور کام بھی تمہارا ہو تو میں انکار کیسے کر سکتا ہوں۔ بولو"...... روڈی نے کہا۔

"کینٹ کے علاقے میں ایک ویڈیو کیسٹس کی دکان ہے۔ اس کا نام ریڈ لائن ہے۔ اس کا تفصیلی پتہ میں بتا دیتا ہوں"...... ٹائیگر نے کہا اور پھر اس کا تفصیلی پتہ بتا دیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا"...... روڈی نے کہا۔

"اپنے آدمی لے کر جاؤ اور اس دکان پر پٹرول چھڑک کر اسے آگ لگا دو۔ اس کے مالک کو گولیوں سے اڑا دو۔ کسی بے گناہ آدمی کو مرنا نہیں چاہیئے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"ہو جائے گا۔ اور"...... روڈی نے کہا۔

"اب ایک مکان کا پتہ بھی سن لو۔ یہ بھی اسی علاقے میں ہے"...... ٹائیگر نے کہا اور پھر اس نے اس مکان کا پتہ بھی تفصیل

سے بتا دیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا"....... روڈی نے کہا۔

"اس مکان میں تین آدمی بے ہوش پڑے ہوئے ہیں۔ انہیں گولیوں سے اڑا دو اور پھر اس مکان کو بھی آگ لگا دو۔ اس طرح کہ اس کے اندر موجود تمام سامان جل کر راکھ ہو جائے"....... ٹائیگر نے کہا۔

"یہ بھی ہو جائے گا اور کچھ"....... روڈی نے کہا۔

"کتنی دیر لگاؤ گے ان دونوں کاموں میں"....... ٹائیگر نے کہا۔

"زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے"....... روڈی نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں دو گھنٹے بعد تمہیں فون کروں گا۔ کام بے داغ انداز میں ہونا چاہئے البتہ یہ میں بتا دوں تمہیں کہ یہ مکان سپر کلب کے سپر وائزر جمی کا ہے اور دکان بھی اس کے بھائی کی ہے۔ اب بتاؤ کام کرو گے یا نہیں"....... ٹائیگر نے کہا۔

"کام کیوں نہیں کروں گا۔ جمی کی میرے سامنے کیا حیثیت ہے"۔ روڈی نے جواب دیا۔

"او کے۔ میں دو گھنٹے بعد فون کروں گا"....... ٹائیگر نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

عمران لوگوں سے پوچھتا ہوا تھانے پہنچ گیا۔ تھانہ ایک چھوٹی سی عمارت میں تھا۔ عمران نے کار گیٹ کے سامنے روکی اور پھر جیسے ہی وہ نیچے اترا اسے تھانے کے اندر سے رونے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ وہ چونک کر کھلے پھاٹک کے اندر دیکھنے لگا لیکن وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ عمران اندر داخل ہوا۔ ابھی وہ ایک برآمدے کے سامنے ہی پہنچا تھا کہ ایک سپاہی تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے بڑے مؤدبانہ انداز میں عمران کو سیلوٹ کیا۔

"آئیے جناب۔ ایس ایچ او صاحب اندر موجود ہیں جناب"۔ سپاہی نے کہا۔

"کیا نام ہے تمہارا"....... عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"مم۔ مم۔ میرا نام اسلم ہے جناب"....... سپاہی نے گھبرائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ اس کا چہرہ یکلخت زرد پڑ گیا تھا۔

"تو اسلم صاحب کیوں نہ آپ کو اس تھانے کا ایس ایچ او بنا دیا جائے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔وہ بہرحال اتنی بات تو اس سمجھ گیا تھا کہ اس چھوٹے سے قصبے کے تھانے کے گیٹ پر اس کی نئے ماڈل کی اور انتہائی قیمتی کار کے آنے کی وجہ سے یہاں بھاگ دوڑ شروع ہوئی ہے اور اسلم نے جس طرح قمیض پہنی ہوئی تھی وہی اس کی بوکھلاہٹ کے لئے کافی تھی کیونکہ قمیض الٹی پہنی ہوئی تھی اور ایک پاؤں میں جراب تھی جبکہ دوسرے میں نہ تھی۔ظاہر ہے کار رکتے دیکھ کر انہیں لگا کہ دارالحکومت سے کوئی بڑا افسر اچانک چھاپہ مارنے آیا ہے اس لئے سب الرٹ ہو رہے تھے۔

"ج۔جی۔جی۔میں تو۔میں تو جناب۔ایس ایچ او صاحب تو اندر ہیں جناب۔آئیے جناب"...... اسلم نے انتہائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور عمران مسکراتا ہوا آگے بڑھا تو اسلم اسے ایک کمرے میں لے آیا جہاں واقعی ایک ادھیڑ عمر اور بڑی بڑی مونچھوں والا ایس ایچ او کرسی پر بیٹھا ہوا اس طرح سامنے رکھی ہوئی فائل پڑھنے میں محو تھا جیسے وہ انتہائی مصروف ہو لیکن عمران اس کے سر پر رکھی ہوئی مخصوص کیپ کو دیکھ کر مسکرا دیا کیونکہ کیپ جلدی میں الٹی رکھی گئی تھی۔عمران اندر داخل ہوتے ہوئے کھنکارا تو ایس ایچ او نے اس طرح سر اٹھا کر دیکھا جیسے وہ اس مداخلت پر خاصا برہم ہوا ہو لیکن پھر وہ اس طرح ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہوا جیسے کرسی کی سیٹ میں موجود طاقتور سپرنگ اچانک کھل گیا ہو۔

"جی۔جی۔میرا نام عبدالصمد خان ہے اور میں یہاں ایس ایچ او ہوں"...... ایس ایچ او نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"میرا نام علی عمران ایم ایس سی۔ڈی ایس سی (آکسن) ہے اور میں دارالحکومت سے آیا ہوں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔اوہ جناب۔حکم فرمائیے جناب۔میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ایس ایچ او شاید ڈگریاں سن کر مزید مرعوب ہو گیا تھا۔

"ایک شخص کو یہاں پتروں والی گلی میں فائرنگ کر کے شدید زخمی کیا گیا ہے۔اس کی رپورٹ آپ کے پاس درج کرائی گئی ہو گی اس سلسلے میں آپ نے اب تک کیا کیا ہے"...... عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"رپورٹ درج ہے جناب اور تفتیش جاری ہے"...... ایس ایچ او نے اس انداز میں مسکراتے ہوئے کہا جیسے تفتیش جاری کے الفاظ کہہ کر اس نے کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہو۔

"کس زاویے پر تفتیش کر رہے ہیں آپ"...... عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"جناب۔یہ دیہاتی علاقہ ہے۔یہاں شہروں والے انداز میں تو تفتیش نہیں ہو سکتی۔ہم نے نزدیکی گاؤں سے کھوجی منگوائے ہیں وہ صبح پہنچ جائیں گے اور پھر ملزموں کے قدموں کے نشانات دیکھتے ہوئے ملزموں تک پہنچ جائیں گے"...... ایس ایچ او نے کہا۔

"تو پھر تفتیش تو صبح ہی ہو گی۔اب کیسے جاری ہے"۔عمران

نے کہا۔

"جناب۔ سپاہی کھوجی کو بلانے گیا ہوا ہے اس لئے تفتیش تو ہو رہی ہے جناب"...... ایس ایچ او نے کہا تو عمران نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"لیکن آپ کو یہ تو معلوم ہو گا کہ اس چھوٹے سے قصبے میں کس کے پاس اس قدر جدید مشین پسٹل ہو سکتا ہے"...... عمران نے کہا تو ایس ایچ او چونک پڑا۔

"جدید مشین پسٹل"...... ایس ایچ او نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ اس آدمی کو جس انداز میں گولیاں ماری گئی ہیں اس کے زخموں سے صاف اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ کام جدید مشین پسٹل سے کیا گیا ہے"...... عمران نے جواب دیا۔

"جناب۔ یہ بات تو شہر والے ہی معلوم کر سکتے ہیں۔ ہم یہاں دیہاتی طرز کے تھانوں میں بیٹھ کر اتنی اونچی بات کیسے سوچ سکتے ہیں"...... ایس ایچ او نے قدرے شرمندہ سے لہجے میں کہا اور عمران بے اختیار مسکرا دیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ پولیس نے اس معاملے میں کچھ نہیں کرنا اس لئے یہاں اس کا وقت ہی ضائع ہو سکتا ہے لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی مزید بات کرتا اچانک اسے دور سے کسی کے رونے اور ہچکیاں لینے اور کسی کے اسے ڈانٹنے کی آوازیں سنائی دیں۔

"یہ کون رو رہا ہے"...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

"جناب۔ ہو گا کوئی۔ آپ فرمائیں۔ اس وقت آپ کی کیا خدمت کی جائے۔ ویسے یہاں ایک گھر مہمانوں کے لئے کھلا رہتا ہے جناب یہاں کے ایک بڑے آدمی ہیں جناب سلامت صاحب ان کی طرف سے یہ مہمان نوازی ہوتی ہے۔ اگر آپ رات کو آرام کرنا چاہیں تو گھر آپ کے لئے حاضر ہے"...... ایس ایچ او نے موضوع تبدیل کرتے ہوئے کہا۔

"سلامت صاحب یا سلامو بدمعاش"...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا تو ایس ایچ او بے اختیار اچھل پڑا۔

"اوہ نہیں جناب۔ لوگ تو خواہ مخواہ دوسروں کو بدنام کر دیتے ہیں۔ سلامت صاحب تو بہت شریف اور معزز آدمی ہیں"...... ایس ایچ او نے کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔ اسی لمحے اسے دور سے ایک بار پھر رونے اور کسی کے زیادہ سختی سے ڈانٹنے کی آواز سنائی دی تو عمران یکلخت اٹھا اور بجلی کی سی تیزی سے مڑ کر کمرے سے باہر نکل کر برآمدے میں آگے بڑھتا چلا گیا۔

"جناب۔ جناب آپ"...... اسے اپنے پیچھے ایس ایچ او کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی لیکن عمران سنی ان سنی کرتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ برآمدے کے آخری کمرے کے دروازے سے روشنی باہر آ رہی تھی اور عمران کو یقین تھا کہ رونے اور ڈانٹنے کی آوازیں اس نے اسی کمرے سے آتی ہوئی سنی تھیں۔ عمران تیزی سے مڑ کر کمرے میں داخل ہوا تو وہ بے اختیار ٹھٹھک کر رک گیا۔ اس نے ایک ادھیڑ

عمر دیہاتی کو دیوار کے ساتھ لگے کھڑے دیکھا جبکہ ایک سپاہی اس کے سامنے ڈنڈا اٹھائے کھڑا تھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے"...... عمران نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میری بیٹی جناب اغوا ہو گئی ہے لیکن یہاں کوئی سنتا ہی نہیں"۔ بوڑھے نے یکلخت اونچی آواز میں روتے ہوئے کہا اور عمران سمجھ گیا کہ جس لڑکی کا ذکر چوہان نے کیا تھا وہ اس بوڑھے کی بیٹی ہو گی۔

"جناب۔ جناب"...... ایس ایچ او نے ایک بار پھر مداخلت کرنے کی کوشش کی۔

"خاموش رہیں آپ ورنہ آئی جی اور ڈی آئی جی دونوں کو یہیں کال کر لوں گا"...... عمران نے انتہائی سخت لہجے میں کہا تو ایس ایچ او کا نہ صرف چہرہ زرد پڑ گیا بلکہ اس کا پورا جسم بے اختیار اس طرح کانپنے لگ گیا تھا جیسے اسے اچانک جاڑے کا بخار چڑھ گیا ہو۔ عمران اس روتے ہوئے بوڑھے کو لے کر ایس ایچ او کے کمرے میں آ گیا۔

"بیٹھو بابا"...... عمران نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"مم۔ مم۔ میں تو جناب غریب آدمی ہوں۔ میں نیچے بیٹھ جاتا ہوں جناب"...... اس بوڑھے نے کہا۔

"میں کہہ رہا ہوں آپ اس کرسی پر بیٹھیں"...... عمران نے کہا تو

بوڑھا اس طرح سہمے اور ڈرے انداز میں بیٹھا جیسے وہ کسی عام کرسی کی بجائے موت کی سزا دینے والی کرسی پر بیٹھ گیا ہو۔ ایس ایچ او اب عمران کے پیچھے مجرموں کی طرح کھڑا تھا۔

"آپ بھی بیٹھیں۔ ایس ایچ او صاحب اور یہ سن لیں کہ جو آدمی زخمی ہوا ہے اس کا تعلق حکومت کی ایک بہت بڑی سیکورٹی ایجنسی سے ہے اس لئے اگر آپ نے کسی سلامت یا سلامو وغیرہ کو بچانے کی کوشش کی تو آپ تو کیا آپ کا پورا خاندان بھی جیل پہنچ جائے گا لیکن اگر آپ نے مکمل تعاون کیا تو پھر آپ کو ڈی ایس پی بھی بنایا جا سکتا ہے"...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"جناب۔ جناب۔ میں آپ کا خادم ہوں جناب"...... ایس ایچ او نے کہا اور پھر وہ بھی اس طرح کرسی پر بیٹھ گیا جیسے بوڑھا بیٹھا تھا۔

"ہاں بابا۔ کیا نام ہے تمہارا"...... عمران نے پوچھا۔

"جی اللہ بخش جناب"...... بوڑھے نے جواب دیا۔

"تمہاری بیٹی کب غائب ہوئی ہے اور کیسے۔ پوری تفصیل بتاؤ"...... عمران نے پوچھا تو بوڑھے نے تفصیل بتانا شروع کر دی۔

"عبدالصمد خان صاحب۔ اب آپ سن لیں کہ اگر آپ ابھی اور اسی وقت ڈی ایس پی بننا چاہتے ہیں تو مجھے بتائیں کہ بوڑھے کی بیٹی کہاں ہے اور اس آدمی کو گلی میں کس نے زخمی کیا تھا کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کو ہر بات کا علم ہے"...... عمران نے کہا۔

"جناب۔ اب میں آپ سے کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ سلامو یہاں کا

بہت بڑا بدمعاش ہے اور اس کے اعلیٰ حکام سے بہت قریبی تعلقات ہیں اس لئے مجھ جیسے چھوٹے افسر اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ورنہ نہ صرف ہماری نوکریاں ختم ہو جاتی ہیں بلکہ ہمیں اور ہمارے بچوں کو ہلاک بھی کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال میں بتا دیتا ہوں کہ سلامو کے آدمیوں نے اس بوڑھے کی بیٹی اسماء کو اغوا کیا اور اسے یہاں ایک مکان میں بند کر دیا۔ پھر سلامو کے مہمان آئے اور وہ اس لڑکی کو لے جانے لگے تو لڑکی کسی طرح بھاگ کر گلی میں پہنچ گئی۔ وہاں وہ اجنبی موجود تھا۔ سلامو کے مہمان اس لڑکی کے پیچھے گئے تو اس اجنبی نے لڑکی کو بچانے کی کوشش کی جس پر سلامو کے مہمانوں نے اس پر فائر کھول دیا اور لڑکی کو زبردستی اٹھا کر واپس لے گئے اور پھر وہ اسے کار میں ڈال کر فوری طور پر دارالحکومت چلے گئے ہیں۔ سلامو نے مجھے بلا کر کہا تھا کہ اس سلسلے میں کوئی کارروائی نہ کروں ورنہ وہ میرا حشر کر دے گا"...... عبدالصمد خان نے اس بار انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"حیرت ہے۔ پولیس آفیسر ہو کر مجرموں سے ڈرتے ہو۔ کہاں ہے وہ سلامو"...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"جناب۔ وہ انتہائی خطرناک بدمعاش ہے۔ اس کے ڈیرے پر دس بارہ مسلح آدمی ہر وقت موجود رہتے ہیں جبکہ میرے پاس تو ایک ہیڈ کانسٹیبل اور دو سپاہی ہیں اور ان لوگوں کے پاس تو انتہائی جدید اسلحہ ہوتا ہے جبکہ ہمارے پاس تو لکڑی کی بندوقیں ہیں البتہ میرے

پاس سرکاری ریوالور موجود ہے لیکن جناب آج تک اس کا میگزین ہی حکام نے ایشو نہیں کیا۔ اب ہم لکڑی کی بندوقوں اور بغیر میگزین کے ریوالور سے ان کے خلاف کیا کر سکتے ہیں۔ پھر اعلیٰ حکام ہی جب اس کے ساتھ ہو جائیں"...... عبدالصمد نے منہ بناتے ہوئے کہا تو عمران نے ایک طویل سانس لیا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ ایک سپاہی میرے ساتھ کر دیں۔ وہ مجھے صرف اس سلاموں کا ڈیرہ بتا دے پھر واپس آ جائے اور بابا اللہ بخش تم نے ابھی یہیں رہنا ہے میں اس سلامو سے بات کر کے واپس آتا ہوں۔ پھر ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں اپنے ساتھ دارالحکومت لے جاؤں تاکہ وہاں سے تمہاری بیٹی کو برآمد کیا جا سکے"...... عمران نے کہا تو بابا اللہ بخش نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"جناب۔ میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں"...... عبدالصمد نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ آپ یہیں رہیں ورنہ آپ کا سپاہی ہم سے پہلے سلامو کے ڈیرے تک پہنچ جائے گا اور وہ غائب ہو جائے گا۔ آپ نے اس کا بھی خیال رکھنا ہے"...... عمران نے کہا تو ایس ایچ او نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر اسی سپاہی اسلم کو بلا کر اس نے کچھ سمجھایا اور پھر اسے عمران کے ساتھ بھیج دیا۔ اس کو کار میں بٹھا کر عمران نے کار آگے بڑھا دی اور پھر تھوڑی دیر بعد اس قصبے کے ایک علیحدہ حصے میں بنے ہوئے دیہاتی انداز کے ڈیرے پر وہ دونوں پہنچ گئے۔

"یہ ڈیرہ ہے جناب"....... اسلم سپاہی نے کہا تو عمران نے کار روک دی۔

"ٹھیک ہے۔ تم جا سکتے ہو"....... عمران نے کہا تو اسلم نے دروازہ کھولا اور خاموشی سے اتر کر واپس چلا گیا تو عمران نے کار آگے بڑھا دی۔ ڈیرے کا لکڑی کا پھاٹک کھلا ہوا تھا۔ عمران کار اندر لے گیا تو وہاں ویرانی سی چھائی ہوئی تھی البتہ ایک طرف برآمدے کے پیچھے ایک کمرے میں روشنی ہو رہی تھی۔ عمران نے کار برآمدے کے سامنے روکی تو کمرے میں سے ایک مضبوط جسم کا دیہاتی سا آدمی باہر آ گیا۔

"کون ہو تم"....... اس نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"سلامت کہاں ہے"....... عمران نے کار سے نیچے اتر کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"کون ہے حشمو"....... اسی لمحے کمرے کے اندر سے ایک سخت اور چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

"جناب۔ کار پر کوئی صاحب آئے ہیں"....... اس دیہاتی نے کہا۔

"یہی سلامت صاحب ہیں"....... عمران نے کہا تو دیہاتی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک بھینسے کے جسم والا آدمی پہلوانوں کے سے انداز میں چلتا ہوا باہر آ گیا۔ اس نے پتلون اور قمیض پہنی ہوئی تھی لیکن چہرے مہرے اور انداز سے ہی صاف نظر آ رہا تھا کہ یہ لباس اس نے زبردستی اپنے اوپر چڑھا رکھا

ہے۔ اس کی سیاہ رنگ کی بڑی بڑی مونچھیں اکڑی ہوئی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں تیز سرخی تھی۔ ایک کان میں بالی بھی نظر آ رہی تھی اور وہ اپنے چہرے مہرے اور انداز سے ہی ایک چھٹا ہوا بدمعاش دکھائی دے رہا تھا۔

"کون ہیں آپ"....... سلامو نے آگے بڑھتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"علی عمران اور میرا تعلق سپیشل پولیس سے ہے"....... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ پھر تو آپ اپنے ہی آدمی ہوئے۔ آئیے آگے تشریف لائیے۔ حشمو بھاگ کر جا اور سپیشل بوتل اٹھا کر لا"۔ سلامت نے کہا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے عمران سے مصافحہ کرنے کی غرض سے ہاتھ بڑھایا۔

"میں بدمعاشوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا۔ سمجھے"....... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ"....... سلامو نے یکلخت بھڑک کر کہا جبکہ باہر کی طرف جاتا ہوا حشمو بھی یکلخت رک گیا تھا۔ وہ بھی مڑ کر حیرت بھری نظروں سے عمران اور سلامو کو دیکھ رہا تھا جبکہ سلامو کی آنکھوں میں یکلخت شعلے سے ناچنے لگ گئے تھے۔

"اندر چلو تم سے انتہائی ضروری باتیں کرنی ہیں"....... عمران نے اسی طرح سرد لہجے میں کہا اور تیزی سے مڑ کر کمرے کی طرف بڑھ

گیا۔ سلامو بھی ہونٹ چباتا ہوا اس کے پیچھے اندر آگیا۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا۔ اس میں میز کے ساتھ کئی کرسیاں موجود تھیں۔ فرش پر قالین بچھا ہوا تھا اور میز پر شراب کی ایک خالی بوتل اور ایک گلاس رکھا ہوا تھا۔

"بیٹھو سلامو"...... عمران نے کہا اور خود ایک کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھ گیا تو سلامو بھی اسی طرح ہونٹ بھینچے کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر غصے کے ساتھ ساتھ کبیدگی کے تاثرات نمایاں تھے جبکہ حشمو دروازے کے اندر آکر ایک سائیڈ پر کھڑا ہو گیا تھا۔

"تم باہر جاؤ بلکہ ڈیرے سے بھی باہر چلے جاؤ"...... عمران نے حشمو سے کہا۔

"نہیں۔ یہ یہیں رہے گا اور تم بولو کیا کہنا چاہتے ہو۔ میں تو تمہاری عزت کر رہا تھا لیکن"...... سلامو نے انتہائی بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"باقی باتیں بعد میں کر لیں گے۔ پہلے بتاؤ کہ وہ لڑکی کہاں ہے جسے تمہارے آدمی قریبی بستی نور پور سے اٹھا لائے تھے۔ وہ لڑکی جس کا نام اسماء ہے"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا تو سلامو بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے لیکن دوسرے لمحے اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔

"لڑکی اور میرے آدمی اٹھا لائے تھے۔ یہ کیا کہہ رہے ہو تم۔ میں تو اس علاقے کا شریف آدمی ہوں۔ میں ایسے نہیں کیا کرتا۔ کس نے

بتایا ہے تمہیں۔ مجھے بتاؤ اور سنو تم سپیشل پولیس کے آفیسر ہو گے لیکن میرے تعلقات آئی جی سے ہیں"...... سلامو نے کہا۔

"اوہ۔ پھر تو واقعی مجھے غلط فہمی ہوئی ہے"...... عمران نے ایک طویل سانس لے کر اٹھتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے مڑا اور کمرے سے نکل کر برآمدے میں سے ہوتا ہوا کار میں آکر بیٹھ گیا اور جب تک حشمو اور سلامو باہر نکلتے عمران نے سائیڈ سیٹ اٹھائی اور اس کے نیچے موجود باکس میں سے بے ہوش کر دینے والی گیس کا پسٹل اور سائیلنسر لگا ایک مشین پسٹل نکال کر اس نے سیٹ بند کر دی۔ سائیلنسر لگا مشین پسٹل اس نے جیب میں ڈالا اور گیس پسٹل ہاتھ میں لے کر کار سے باہر آگیا۔ سلامو اور حشمو دونوں اب برآمدے میں موجود تھے۔ عمران نے کار سے باہر نکل کر گیس پسٹل کا ٹریگر دبایا۔ ٹھک کی آواز کے ساتھ ہی پسٹل سے نکل کر ایک کیپسول ان دونوں کے پیروں میں گرا اور وہ دونوں اچھل پڑے لیکن دوسرے لمحے وہ دونوں ہی لہرا کر نیچے گرے اور ساکت ہو گئے۔ عمران سانس روکے کھڑا تھا۔ اس نے چونکہ ابھی سلامو سے تفصیل سے پوچھ گچھ کرنی تھی اس لئے اس نے یہ کارروائی کی تھی۔ چند لمحوں بعد جب اس کے خیال کے مطابق گیس کے اثرات ختم ہو گئے تھے تو اس نے آہستہ سے سانس لیا اور پھر زور سے سانس لے کر وہ آگے بڑھا۔ اس نے فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے سلامو کو بازو سے پکڑا اور گھسیٹتا ہوا کمرے کے اندر لے گیا اور پھر ایک جھٹکے سے اس نے

اسے کھینچ کر کرسی پر بٹھا دیا۔ پھر وہ باہر آیا۔ حشمو برآمدے میں ٹیڑھے
میڑھے انداز میں پڑا ہوا تھا۔ عمران نے پوری حویلی کا راؤنڈ لگایا لیکن
ان دونوں کے علاوہ اور کوئی آدمی حویلی میں موجود نہ تھا۔ ہر کمرے
میں اس نے بجلی کا بلب جلا کر چیک کیا تھا اور پھر ایک کمرے میں
اسے رسی کا بنڈل نظر آگیا تو اس نے وہ بنڈل اٹھایا اور واپس کمرے
میں آگیا جہاں سلامو کرسی پر اسی طرح بے ہوشی کے عالم میں پڑا ہوا
تھا۔ عمران نے رسی کی مدد سے اسے کرسی پر اچھی طرح باندھ دیا۔ پھر
اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے تیز دھار خنجر نکالا اور پھر سلامو کی
گردن کے عقب میں مخصوص جگہ پر تیز دھار خنجر سے کٹ لگایا اور پھر
مڑ کر کرسی کے سامنے آکر دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد ہی
سلامو نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور پھر پوری طرح ہوش
میں آتے ہی اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن رسیوں سے
بندھا ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسمسا کر ہی رہ گیا۔

"ہاں۔ اب بتاؤ سلامو۔ لڑکی کہاں ہے"...... عمران نے انتہائی
سرد لہجے میں کہا۔ خنجر اس کے ہاتھ میں تھا لیکن دوسرے لمحے سلامو
کے منہ سے یکلخت مغلظات کی بوچھاڑ نکلنے لگی اور عمران سمجھ گیا کہ
سلامو انتہائی گھٹیا درجے کا بدمعاش ہے۔ اس کا خنجر والا ہاتھ بجلی کی
سی تیزی سے گھوما اور اس کے ساتھ ہی سلامو کے حلق سے بے اختیار
چیخ نکلی اور ابھی اس کی چیخ کی بازگشت گونج ہی رہی تھی کہ عمران کا
ہاتھ ایک بار پھر حرکت میں آیا اور ایک بار پھر سلامو کے منہ سے

انتہائی کربناک چیخ نکل گئی۔ عمران نے خون آلود خنجر میز پر رکھ دیا۔
سلامو کے دونوں نتھنے آدھے سے زیادہ کٹ چکے تھے۔

"بتاؤ کہاں ہے لڑکی"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا اور اس
کے ساتھ ہی اس نے مڑی ہوئی انگلی کا ہک سلامو کی پیشانی پر رسید
کر دیا۔ کمرہ ایک بار پھر انتہائی کربناک چیخوں سے گونج اٹھا۔ سلامو
کے چہرے پر پسینہ بہنے لگا تھا۔

"بولو۔ کہاں ہے وہ لڑکی۔ بولو"...... عمران نے غراتے ہوئے
کہا۔

"مم۔ مم۔ مجھے نہیں معلوم۔ تم بھگتو گے۔ ابھی میرے آدمی آ
جائیں گے۔ تم بھگتو گے"...... سلامو نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا
لیکن عمران نے دوسری ضرب لگا دی اور کمرہ ایک بار پھر سلامو کی
چیخوں سے گونج اٹھا۔

"بولو۔ ورنہ"...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"مم۔ مجھے مت مارو۔ مجھے مت مارو۔ مجھے کچھ نہیں معلوم"۔
سلامو واقعی خاصی قوت برداشت کا مالک تھا۔

"او کے۔ اب تمہارا ذہن ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا اس لئے
آخری بار کہہ رہا ہوں کہ بتاؤ"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ مجھے نہیں معلوم"...... سلامو نے دائیں
بائیں سر مارتے ہوئے کہا۔ عمران سمجھ گیا کہ سلامو موٹے دماغ کا
آدمی ہے اس لئے اس نے تیسری ضرب لگا دی۔

" بولو۔ کہاں ہے لڑکی۔ بولو "....... عمران نے غراتے ہوئے کہا لیکن سلامو کی آنکھیں اب باہر کو ابل آئی تھیں۔ چہرہ بری طرح مسخ ہو چکا تھا۔ اس کا پورا چہرہ اب بری طرح کانپنے لگ گیا تھا۔

" بولو۔ ورنہ "....... عمران نے کہا۔

" وہ۔ وہ چلی گئی ہے۔ وکٹر لے گیا ہے۔ وکٹر "....... سلامو نے کراہتے ہوئے لہجے میں کہا۔

" کون وکٹر۔ بتاؤ۔ کیوں اغوا کیا ہے اس لڑکی کو۔ بتاؤ "۔ عمران نے اس کے چہرے پر زوردار تھپڑ مارتے ہوئے کہا۔

" وہ۔ وہ فلموں کے لئے لے گیا ہے۔ فلموں کے لئے "....... سلامو نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

" فلموں کے لئے۔ کیا مطلب "....... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" وہ۔ وہ فلموں کا سپلائر ہے "....... سلامو نے جواب دیا۔ اب وہ تیر کی طرح سیدھا ہو گیا تھا لیکن ابھی اس کا ذہن کام کر رہا تھا اور عمران سمجھ گیا کہ ایسا کیوں ہے کیونکہ عام طور پر تیسری ضرب کے بعد شعور ختم ہو جاتا ہے لیکن سلامو کا شعور تیسری ضرب کھانے کے باوجود کام کر رہا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ سلامو انتہائی موٹے دماغ کا آدمی تھا لیکن تیسری ضرب کے بعد البتہ سلامو کی قوت ارادی ختم ہو چکی تھی اس لئے وہ تیر کی طرح سیدھا ہو گیا تھا۔

" فلموں میں اس طرح لڑکیاں اغوا کر کے تو نہیں پہنچائی

جاتیں "....... عمران نے کہا۔

" وہ کالی فلموں کا سپلائر ہے "....... سلامو نے کہا۔

" کالی فلمیں۔ وہ کون سی ہوتی ہیں "....... عمران نے چونک کر کہا۔

" وی سی آر کے لئے جو فلمیں بنائی جاتی ہیں۔ ننگی فلمیں۔ انہیں یہاں کالی فلمیں کہا جاتا ہے۔ وکٹر اس کا سپلائر ہے "....... سلامو نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

" لیکن اس کے لئے تو شہر سے لڑکیاں اغوا کی جاتی ہوں گی۔ دیہاتی لڑکیوں کو اغوا کرنے کا کیا مطلب "....... عمران نے کہا۔

" مجھے نہیں معلوم۔ مجھے تو وکٹر آکر بتاتا ہے کہ فلاں بستی یا محلے میں فلاں لڑکی اس کے کام کی ہے تو میں اپنے آدمیوں سے اسے اغوا کرا کے اس کے حوالے کر دیتا ہوں اور وہ مجھے اس کا بھاری معاوضہ دیتا ہے اور پھر لڑکی کو بے ہوش کر کے لے جاتا ہے اور بس "۔ سلامو نے جواب دیا۔

" دارالحکومت میں وکٹر کہاں رہتا ہے "....... عمران نے پوچھا۔

" اس کا ٹھکانہ تاجو کا ہوٹل ہے۔ ذیشان روڈ پر تاجو کا ہوٹل "۔ سلامو نے کہا۔

" وہ کیسے لڑکیاں سپلائی کرتا ہے "....... عمران نے پوچھا۔

" مجھے نہیں معلوم۔ وہ اس کا بزنس سیکرٹ ہے۔ وہ کیوں بتائے گا "....... سلامو نے جواب دیا۔

"کب سے وہ یہ دھندہ کر رہا ہے"....... عمران نے پوچھا۔

"کافی عرصہ سے۔ دس بارہ سال ہو گئے ہیں"....... سلامو نے کہا تو عمران نے ایک طویل سانس لیا اور جیب سے سائیلنسر لگا مشین پسٹل نکال لیا۔

"تم معاشرے کا وہ ناسور ہو سلامو جس کا علاج موت ہی ہے"....... عمران نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ سلامو کچھ کہتا عمران نے ٹریگر دبا دیا اور دوسرے لمحے تڑتڑاہٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی سلامو کا جسم جھٹکے کھانے لگا اور چند لمحوں بعد ہی وہ ساکت ہو گیا۔ عمران نے خنجر اٹھا کر اس کے جسم کے گرد بندھی ہوئی رسی کاٹ دی اور پھر خنجر اس کے لباس سے صاف کر کے اس نے جیب میں ڈالا اور مڑ کر کمرے سے باہر آ گیا۔ اس نے برآمدے میں بے ہوش پڑے ہوئے حشمو پر بھی فائر کھول دیا اور حشمو کا جسم بے ہوشی کے عالم میں ہی چند لمحے تڑپا اور ساکت ہو گیا تو عمران نے مشین پسٹل جیب میں ڈالا اور پھر وہ کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار حویلی سے نکل کر تیزی سے دوبارہ تھانے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اس نے تھانے کے سامنے جا کر کار روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ اندر گیا تو ایس ایچ او اور اس کا عملہ ویسے ہی موجود تھا۔ ان سب نے عمران کو سلام کیا۔

"وہ بابا کہاں ہے"....... عمران نے پوچھا۔

"اندر کمرے میں ہے جناب"....... ایس ایچ او نے کہا۔

"اسے بلاؤ"....... عمران نے کہا تو ایک سپاہی جلدی سے بوڑھے بابا کو لے آیا۔

"بابا اللہ بخش میں نے معلوم کر لیا ہے۔ تمہاری بیٹی کو دارالحکومت لے جایا گیا ہے۔ تمہارا پتہ میں نے نوٹ کر لیا ہے میں اب دارالحکومت جا رہا ہوں۔ وہاں سے تمہاری بیٹی کو برآمد کر کے میں خود اسے تمہارے گھر پہنچا دوں گا"....... عمران نے کہا۔

"جی بہت مہربانی۔ آپ کی بات سن کر میرے دل کو سکون سا آ گیا ہے"....... بابا اللہ بخش نے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

"اوہ نہیں۔ آؤ میرے ساتھ۔ میں تمہیں تمہارے گاؤں پہنچا دوں اور ساتھ ہی تمہارا گاؤں بھی دیکھ لوں اور ایس ایچ او صاحب سلامو اور اس کے آدمی حشمو کی لاشیں اس کی حویلی میں پڑی ہیں۔ کسی بے گناہ کو پکڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سمجھے۔ میں دارالحکومت پہنچ کر آئی جی صاحب سے تمہاری سفارش کروں گا اور تمہیں دارالحکومت کے کسی اچھے سے تھانے میں تبدیل کرا دوں گا کیونکہ تم نے بہرحال میرے ساتھ تعاون کیا ہے"....... عمران نے کہا۔

"میں سمجھ گیا جناب۔ ویسے بھی سلامو اور حشمو مجرم تھے جناب"۔ ایس ایچ او نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ اس بوڑھے کو ساتھ لے کر واپس آیا۔ اس نے اسے کار میں بٹھایا اور پھر کار لے کر آگے بڑھ گیا۔

"میری بیٹی مل جائے گی ناں صاحب"....... بوڑھے نے درد

بھرے لہجے میں کہا۔

"انشاء اللہ۔ تم فکر مت کرو"....... عمران نے کہا اور بوڑھا بے اختیار عمران کو دعائیں دینے لگا۔ عمران اس کی نشاندہی پر کار بڑھاتا ہوا تقریباً چھ سات کلو میٹر دور ایک بستی کے قریب پہنچ گیا۔

"بس تم یہاں سے اتر کر گھر جاؤ۔ میں نے جلدی واپس جانا ہے تاکہ تمہاری بیٹی کو جلد از جلد برآمد کیا جاسکے"....... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ڈیش بورڈ کھولا اور اس میں سے بڑی مالیت کے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر اس نے ڈیش بورڈ بند کر دیا۔ بوڑھا حیرت بھری نظروں سے اس گڈی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ نیچے اس لئے نہ اتر سکا تھا کہ اسے کار کا دروازہ کھولنا ہی نہ آتا تھا۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر کار کا دروازہ کھولا اور اس کے ساتھ ہی اس نے نوٹوں کی وہ گڈی بوڑھے کے ہاتھ میں پکڑا دی۔

"یہ کیا ہے"....... بوڑھے نے چونک کر انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تمہارا کوئی بیٹا نہیں ہے ناں اس لئے میں تمہارا بیٹا ہوں اور تم بیٹے سے انکار نہیں کرو گے بابا اللہ بخش۔ یہ رکھ لو اور فکر مت کرو۔ تمہاری بیٹی میری بہن ہے۔ میں اسے ہر صورت میں برآمد کراؤں گا"....... عمران نے کہا تو بوڑھا اللہ بخش بے اختیار رونے لگ گیا۔

"اوہ۔ اوہ۔ اس دنیا میں ایسے فرشتے بھی رہتے ہیں"....... بوڑھے

نے روتے ہوئے کہا۔

"میں فرشتہ نہیں۔ تمہارا بیٹا ہوں۔ تم فکر مت کرو اور اسے چھپا لو۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی تم سے چھین لے"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو بابا نے عمران کے سر پر ہاتھ رکھ کر انتہائی گلوگیر لہجے میں اسے دعائیں دیں اور پھر گڈی کو وہ چادر میں چھپا کر کار سے نیچے اتر گیا۔ عمران نے کار کا دروازہ بند کیا اور ایک طویل سانس لے کر اس نے کار موڑی اور اسے دارالحکومت کی طرف جانے والی سڑک کی طرف بڑھاتا چلا گیا۔ اس کے ذہن میں اس وقت سے بھونچال سا آیا ہوا تھا جب سے اس نے سلامو سے سنا تھا کہ یہاں کالی فلمیں بنائی جاتی ہیں اور شریف لڑکیوں کو اغوا کر کے ان میں استعمال کیا جاتا ہے تو محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً یہ سن کر اس کے تن بدن میں شعلے سے بھڑک اٹھے تھے۔ اس قدر تنگ انسانیت جرم کا شاید اس نے کبھی تصور ہی نہ کیا تھا۔

ٹائیگر جب کمرے میں داخل ہوا تو سپر وائزر جمی راڈز میں جکڑا ہوا کرسی پر موجود تھا لیکن اسے چونکہ گیس سے بے ہوش کیا گیا تھا اس لئے وہ مسلسل بے ہوش تھا۔ سیف بھی اس کمرے میں موجود تھا۔ ٹائیگر دراصل چاہتا تھا کہ روڈی اپنا کام کر گزرے تو پھر وہ اس جمی کو ہوش میں لے آئے لیکن دو گھنٹے کافی وقت تھا اس لئے ٹائیگر نے سوچا کہ اتنی دیر خواہ مخواہ انتظار کرنے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ وہ اٹھا اور اس نے کمرے کی دیوار میں نصب ایک الماری کھولی اور پھر اس میں موجود ایک بوتل اٹھا کر اس نے الماری بند کر دی۔

" اسے ہوش میں لے آؤ سیف"...... ٹائیگر نے بوتل سیف کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور سیف نے ٹائیگر کے ہاتھ سے بوتل لی اور پھر آگے بڑھ کر اس نے بوتل کا ڈھکن ہٹایا اور اس کا دہانہ بے ہوش جمی کی ناک سے لگا دیا۔ چند لمحوں بعد سیف نے بوتل ہٹائی اور

ڈھکن بند کر کے وہ واپس مڑا اور اس نے جا کر بوتل واپس الماری میں رکھ دی۔

" اب کوڑا بھی اٹھا لاؤ۔ یہ خاصا سخت جان آدمی نظر آ رہا ہے"۔ ٹائیگر نے سیف سے کہا تو سیف سر ہلاتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد جمی نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور پھر پوری طرح ہوش میں آتے ہی اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے راڈز میں جکڑا ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسمسا کر ہی رہ گیا۔

" ہونہہ۔ تو تم کمینگی پر اتر آئے ہو"...... اس نے چند لمحوں بعد سامنے بیٹھے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کے لہجے میں غصہ تھا۔

" کیسی کمینگی"...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" یہی کہ مجھے اغوا کر کے یہاں باندھ دیا گیا ہے لیکن یہ سن لو کہ میں نے اپنے بھائی کو تمہارے بارے میں بتا دیا ہے اور میرے بھائی کے تعلقات زیر زمین دنیا میں بہت دور تک ہیں۔ اگر تم نے میری طرف ٹیڑھی آنکھ سے بھی دیکھا تو میرا بھائی تمہاری آنکھیں نکال دے گا"...... جمی نے سخت لہجے میں کہا۔

" تمہارا بھائی جو کیسٹوں کی دکان کا مالک ہے یا کوئی اور بھائی ہے"...... ٹائیگر نے کہا۔

" نہیں۔ کیسٹوں والا تو میرا چھوٹا بھائی ہے۔ میرا بڑا بھائی۔ وہ مارشل گروپ کا سیکنڈ چیف ہے اور تم جانتے ہو کہ پاکیشیا میں

مارشل گروپ کی کیا اہمیت ہے"...... جمی نے کہا۔

"کیا نام ہے تمہارے بڑے بھائی کا"...... ٹائیگر نے چونک کر پوچھا کیونکہ وہ مارشل گروپ کے بارے میں نہ صرف اچھی طرح جانتا تھا بلکہ مارشل گروپ سے اس کے کافی گہرے تعلقات تھے۔

"اس کا نام مارتھر ہے۔ کنگ مارتھر"...... جمی نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ تو کنگ مارتھر تمہارا بھائی ہے"...... ٹائیگر نے کہا کیونکہ وہ کنگ مارتھر کو بھی جانتا تھا۔ وہ پیشہ ور قاتل تھا اور زیر زمین دنیا میں اس کی خاصی شہرت تھی۔

"ہاں۔ اس لئے تم مجھے چھوڑ دو اور مجھ سے معافی مانگو ورنہ"۔ جمی نے کہا۔ اسی لمحے سیف ہاتھ میں کوڑا اٹھائے کمرے میں داخل ہوا تو جمی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پھر اس کا چہرہ نفرت سے سکڑ سا گیا۔

"سیف۔ فون یہیں لے آؤ"...... ٹائیگر نے سیف سے کہا تو سیف سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔

"سنو جمی۔ اب تم مجھے یہ بتا دو کہ کیا واقعی تم نے شمس صاحب کو یہ دھمکی دی تھی کہ تم اس کی بیٹی کو اٹھا کر ننگی فلموں والوں کو فروخت کر دو گے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"ہاں اور میں ایسا کروں گا۔ اس شخص کے بیٹے نے مخبری کر کے ہم پر ریڈ کرایا اس سے علاقے میں ہماری بے عزتی ہوئی۔ ابھی تو میرا

چھوٹا بھائی کام نہیں کر سکا ورنہ میں نے تو اسے کہا تھا کہ اس شخص کے بیٹے کو گولی مار دے۔ میں سنبھال لوں گا لیکن اس نے ہمت نہیں کی"...... جمی نے اسی طرح اکڑے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے ٹائیگر نے اسے اپنے تحفظ کی خاطر رسیوں سے باندھ رکھا ہو۔ اسی لمحے سیف ہاتھ میں فون سیٹ اٹھائے اندر داخل ہوا اور اس نے اس کا پلگ مخصوص ساکٹ میں لگا دیا۔ ٹائیگر نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ اس نے آخر میں لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا تھا۔

"مارشل کلب"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

"میں ٹائیگر بول رہا ہوں۔ کنگ مارتھر یہاں موجود ہو گا اس سے بات کراؤ"...... ٹائیگر نے سخت اور سرد لہجے میں کہا۔

"ہولڈ آن کرو"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"سیف۔ جمی کے منہ میں رومال ٹھونس دو"...... ٹائیگر نے سیف سے کہا تو وہ بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھا اور تھوڑی سی جدوجہد کے بعد اس نے جمی کے منہ میں رومال ٹھونس دیا۔ جمی کے چہرے پر اس طرح غصے کے تاثرات ابھر آئے جیسے اسے ٹائیگر کی اس حرکت پر بے پناہ غصہ آ رہا ہو۔

"ہیلو۔ کنگ مارتھر بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔ لہجہ خاص بدمعاشوں اور غنڈوں جیسا تھا۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں"....... ٹائیگر نے سرد لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ بولو کیا بات ہے"....... دوسری طرف سے اکڑے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

"سپر کلب کا سپروائزر جمی تمہارا بھائی ہے"....... ٹائیگر نے پوچھا۔

"ہاں۔ کیوں تم کیوں پوچھ رہے ہو"....... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"تمہارا بھائی اس وقت شدید زخمی حالت میں میرے پاس موجود ہے۔ اسے اس کے دشمنوں نے شدید زخمی کر دیا ہے۔ میں نے اسے بڑی مشکل سے بچایا ہے۔ اس نے تمہارے بارے میں بتایا ہے تو میں نے تمہیں کال کیا ہے۔ تم آکر اسے لے جاؤ اور کسی اچھے سے ہسپتال میں داخل کراؤ ورنہ یہ مرجائے گا"....... ٹائیگر نے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ کہاں ہے وہ۔ جلدی بتاؤ"....... دوسری طرف سے انتہائی بے چین لہجے میں پوچھا گیا تو ٹائیگر نے اس کوٹھی کا پتہ بتا دیا جس میں اس وقت وہ موجود تھے۔

"کیا تم وہاں اکیلے ہو"....... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"نہیں۔ میرا ایک ملازم یہاں موجود ہے۔ میں اسے قریبی ہسپتال میں داخل کرا دیتا لیکن میں نے ایک ایمرجنسی کے سلسلے میں شہر سے باہر جانا ہے اور اس کے علاج کے لئے کافی بھاگ دوڑ کرنی پڑے گی"....... ٹائیگر نے کہا۔

"میں آرہا ہوں"....... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ

ہی رسیور رکھ دیا گیا۔

"آؤ سیف۔ اس کنگ مارتھر کا بندوبست کر لیں۔ پھر جمی سے بات ہو گی"....... ٹائیگر نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ سیف بھی سر ہلاتا ہوا اس کے پیچھے کمرے سے باہر آگیا۔ چونکہ جمی کے منہ میں رومال تھا اس لئے وہ کچھ نہ بول سکتا تھا۔ ٹائیگر کوٹھی کے برآمدے کے چوڑے ستون کی اوٹ میں کھڑا ہو گیا۔

"تم پھاٹک کھولنا۔ میں اسے کور کر لوں گا۔ وہ کار میں ہی آئے گا"....... ٹائیگر نے کہا اور سیف نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً نصف گھنٹے بعد پھاٹک کے باہر کار کے رکنے کی آواز سنائی دی اور پھر ہارن کی آواز سنائی دی۔

"اگر اس کے ساتھ دوسرا آدمی ہو تو تم نے اسے کور کرنا ہے"....... ٹائیگر نے پھاٹک کی طرف بڑھتے ہوئے سیف سے کہا اور سیف نے ایک بار پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس نے چھوٹا پھاٹک کھولا اور پھر باہر جا کر وہ واپس اندر آیا۔ اس نے مڑ کر ایک انگلی اٹھائی اور پھر بڑے پھاٹک کی طرف بڑھ گیا۔ ٹائیگر اس کے اشارے کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ کنگ مارتھر اکیلا آیا ہے۔ چنانچہ وہ اوٹ سے نکل کر برآمدے میں کھڑا ہو گیا۔ بڑا پھاٹک کھلا تو سیاہ رنگ کی ایک کار تیزی سے چلتی ہوئی پورچ میں آکر رکی۔ کنگ مارتھر جو اکہرے بدن اور لمبے قد کا تھا، خود کار ڈرائیور کر رہا تھا۔ ٹائیگر اسے چونکہ پہلے سے جانتا تھا اس لئے وہ اسے دیکھتے ہی پہچان گیا تھا۔ کار جیسے ہی پورچ

میں رکی ٹائیگر سیڑھیاں اتر کر اس کی طرف بڑھا۔ کنگ مارتھر کار کا دروازہ کھول کر نیچے اترا۔

"کہاں ہے جمی"...... کنگ مارتھر نے بے چین سے لہجے میں کہا۔

"گھبراؤ نہیں۔ وہ اتنا زخمی نہیں ہے"...... ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا بازو گھوما تو اس کی مڑی ہوئی انگلی کی ضرب پوری قوت سے کنگ مارتھر کی کنپٹی پر پڑی اور وہ چیختا ہوا کار سے ٹکرایا اور پھر وہ نیچے گرا۔ دوسرے لمحے اس نے تیزی سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اسی لمحے ٹائیگر کی لات حرکت میں آئی اور اٹھتے ہوئے کنگ مارتھر کی کنپٹی پر دوسری ضرب پڑی تو اس کا جسم ایک جھٹکے سے نیچے گرا اور ساکت ہو گیا۔ سیف پھاٹک بند کر کے واپس آ چکا تھا۔

"اسے اٹھا کر لے جاؤ اور دوسری کرسی پر جکڑ دو"...... ٹائیگر نے سیف سے کہا اور واپس مڑ گیا۔ سیف آگے بڑھا اور اس نے فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے کنگ مارتھر کو اٹھا کر کاندھے پر لادا اور ٹائیگر کے پیچھے چلتا ہوا اس کمرے کی طرف بڑھنے لگا جس میں جمی کرسی پر جکڑا ہوا موجود تھا۔ ٹائیگر کمرے میں داخل ہوا تو جمی نے اس کی طرف غصیلی نظروں سے دیکھا لیکن اسی لمحے سیف اندر داخل ہوا تو جمی چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ ٹائیگر ایک کرسی پر بیٹھ گیا جبکہ سیف نے کاندھے پر لدے ہوئے بے ہوش کنگ مارتھر کو جمی کے ساتھ موجود کرسی پر ڈالا اور پھر کرسی کی عقبی طرف کو چلا گیا۔ جمی کے چہرے پر اب انتہائی الجھن کے تاثرات نمایاں تھے۔ چند لمحوں

بعد جب کنگ مارتھر کے جسم کے گرد راڈز آ گئے تو ٹائیگر اٹھا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے کنگ مارتھر کا ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب کنگ مارتھر کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے لگے تو ٹائیگر نے ہاتھ ہٹائے اور واپس آ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ سیف پہلے ہی اس کی کرسی کے قریب کھڑا تھا۔

"اب جمی کے منہ سے رومال نکال دو"...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا تو سیف سر ہلاتا ہوا آگے بڑھا اور اس نے جمی کے منہ سے رومال کھینچ لیا۔ جمی بے اختیار لمبے لمبے سانس لینے لگا۔ اسی لمحے کنگ مارتھر نے بھی کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔

"یہ۔ یہ تم نے کیا کیا ہے۔ یہ کیا مطلب ہوا۔ اوہ جمی۔ اس حالت میں۔ کیا مطلب"...... کنگ مارتھر نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ مجھے اغوا کر کے لے آیا ہے۔ میں نے اسے تمہاری دھمکی دی تو اس نے میرے سامنے فون کر کے تمہیں یہاں آنے پر مجبور کر دیا"۔ جمی نے کہا۔

"لیکن کیوں"...... کنگ مارتھر نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ ٹائیگر اپنی کرسی پر خاموش بیٹھا دونوں بھائیوں کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

"وہی شمس والا مسئلہ۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ شمس اس سے ملا اور اس نے سر کلب کے مینجر کے ذریعے مجھے گھر سے بلوایا اور مجھے

دھمکیاں دیں لیکن میں نے پرواہ نہ کی اور واپس چلا گیا۔ اس کے بعد میں اپنے گھر میں بیٹھا اپنے خاص آدمیوں سے باتیں کر رہا تھا کہ اچانک بے ہوش ہو گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں یہاں موجود تھا"...... جمی نے کہا۔

"یہ تم نے کیا کیا ٹائیگر۔ میں تمہیں جانتا ہوں کہ تم ایسی گھٹیا حرکتیں نہیں کیا کرتے۔ پھر"...... کنگ مارتھر نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں نے تمہارے بھائی جمی کو سمجھانے کی بے حد کوشش کی لیکن وہ اس بات پر بضد تھا کہ وہ شمس کی بیٹی کو اغوا کر کے ان لوگوں کے ہاتھ بیچ دے گا جو گھٹیا اور عریاں فلمیں بناتے ہیں۔ آخر مجبوراً مجھے یہ سب کارروائی کرنا پڑی"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"وہ تو اب بھی ہو گا بلکہ اب تک ہو بھی چکا ہو گا اور یہ بھی سن لو کہ اگر تم نے ہمیں انگلی بھی لگائی تو پھر تمہارے اس شمس کی بیٹی دوبارہ کبھی تمہیں نہیں مل سکے گی۔ میرے آدمی اب تک اسے اغوا کر بھی چکے ہوں گے۔ میں جب روانہ ہوا تھا اس وقت میں اپنے خاص آدمیوں سے اس بارے میں بات چیت کر رہا تھا"...... جمی نے بڑے شیطانی لہجے میں کہا تو ٹائیگر نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر وقت دیکھا اور پھر اس کی بات کا کوئی جواب دینے کی بجائے اس نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"روڈی بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی روڈی کی آواز

سنائی دی۔ چونکہ لاؤڈر کا بٹن پہلے ہی دبا ہوا تھا اس لئے روڈی کی آواز کمرے میں واضح طور پر سنائی دے رہی تھی۔

"ٹائیگر بول رہا ہوں روڈی۔ کیا ہوا کام کا"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"ہو گیا ہے کام"...... روڈی نے بڑے سکون بھرے لہجے میں کہا۔

"مکمل کام ہوا ہے یا"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"روڈی کیسے نامکمل کام کر سکتا ہے"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کوئی پرابلم تو نہیں ہوا"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"ارے نہیں۔ غنڈوں کی لڑائیاں گلی محلوں میں ہوتی ہی رہتی ہیں اور غنڈے انتقامی کارروائیاں بھی کرتے رہتے ہیں۔ پرابلم کیا ہونا ہے"...... روڈی نے جواب دیا۔

"او کے۔ ٹھیک ہے۔ کل ملاقات ہو گی اور تمہارا معاوضہ بھی تمہیں مل جائے گا"...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"او کے"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو ٹائیگر نے بھی او کے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

"اس روڈی نے کیا کام کیا ہے"...... کنگ مارتھر نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"تمہاری ویڈیو کیسٹس والی دکان جس کا نام ریڈ لائن ہے جلا

دی گئی ہے۔ تمہارے اس چھوٹے بھائی کو گولی مار دی گئی ہے جس
نے شمس کے بیٹے کو زخمی کیا تھا اور تمہارے گھر میں موجود ان
لوگوں کو جو شمس کی بیٹی کو اغوا کرنا چاہتے تھے ہلاک کر دیا گیا ہے
اور گھر کو بھی آگ لگا دی گئی ہے۔ بس اتنا سا کام اس نے کیا ہے"۔
ٹائیگر نے بڑے سادہ سے لہجے میں کہا۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا کہہ رہے ہو تم"...... ان دونوں
بھائیوں نے یکلخت چیختے ہوئے کہا۔

"کسی شریف آدمی کی بیٹی کو اس لئے اغوا کرنا کہ اسے انسان نما
بھیڑیوں کے حوالے کر دیا جائے انتہائی سنگین جرم ہے اور اس کو
روکنے کے لئے میں اس سے بھی بڑا کام کر سکتا ہوں۔ میں نے جمی کو
سمجھایا تھا کہ وہ ایسا نہ کرے لیکن یہ سمجھ رہا تھا کہ کنگ مارتھر اس کا
بھائی دارالحکومت کا واقعی کنگ ہے"...... ٹائیگر نے سرد لہجے میں
کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ ویری بیڈ۔ میں تمہارا عبرتناک انجام کروں گا۔
انتہائی عبرتناک"...... کنگ مارتھر اور جمی دونوں نے چیختے ہوئے کہا
اور پھر ان دونوں کے منہ سے مغلظات نکلنا شروع ہو گئیں۔ وہ اس
طرح اپنے جسموں کو حرکت دے رہے تھے جیسے راڈز کو توڑ ڈالیں
گے۔

"سیف"...... ٹائیگر نے سیف سے کہا۔

"یس باس"...... سیف نے کہا۔

"اس کنگ مارتھر کو گولی مار دو"...... ٹائیگر نے کہا۔

"یس باس"...... سیف نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے
جیب سے ایک مشین پسٹل نکالا اور دوسرے لمحے کمرہ مشین پسٹل کی
تڑتڑاہٹ کے ساتھ ہی کنگ مارتھر کے حلق سے نکلنے والی چیخوں سے
گونج اٹھا۔ گولیوں نے اسے چھلنی کر دیا تھا جبکہ جمی یکلخت خاموش ہو
گیا تھا۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا اور آنکھوں سے خوف ٹپکنے لگا تھا۔
شاید اسے اب احساس ہوا تھا کہ اسے بھی اسی طرح مارا جا سکتا ہے۔

"ہاں تو جمی۔ اب تم بتاؤ گے کہ وہ لوگ کون ہیں جو اس طرح
کی فلمیں بناتے ہیں۔ بولو ورنہ"...... ٹائیگر نے انتہائی کرخت لہجے
میں کہا۔

"کیا تم مجھے زندہ چھوڑ دو گے"...... جمی نے چونک کر پوچھا۔

"اگر تم سچ سچ سب کچھ بتا دو گے تو میں تمہیں گولی نہیں ماروں
گا"...... ٹائیگر نے کہا۔

"مجھے یہ تو نہیں معلوم کہ کون یہ دھندہ کرتا ہے لیکن مجھے یہ
معلوم ہے کہ ماریانا ہوٹل کا مینجر کاسٹر اس دھندے میں ملوث ہے۔
میں نے پہلے بھی کئی بار اسے لڑکیاں سپلائی کی ہیں اور اس سے
بھاری رقومات وصول کی ہیں۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ یہ لڑکیاں
کالی فلموں کے بنانے میں استعمال ہوتی ہیں"...... جمی نے کہا۔

"لیکن فلمیں کون بناتا ہے"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ بڑے لوگ ہی بناتے ہوں گے کیونکہ یہ

فلمیں پورے ملک میں تو کیا بیرونی دنیا میں بھی فروخت ہوتی ہیں"...... جمی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تمہارا بھائی اس دھندے میں ملوث تھا اسے تو معلوم ہو گا کہ یہ فلمیں کہاں سے ملتی ہیں"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"یہاں ایک ایجنٹ ہے جس کا نام دادا رستم ہے۔ وہ ان فلموں کا ایجنٹ ہے۔ پورے دارالحکومت میں وہ اور اس کے آدمی یہ فلمیں سپلائی کرتے ہیں۔ بس مجھے اتنا معلوم ہے"...... جمی نے جواب دیا۔

"کہاں رہتا ہے یہ دادا رستم"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ میں نے صرف اس کا نام سنا ہوا ہے"۔ جمی نے کہا۔

"اوکے"...... ٹائیگر نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"سیف"...... ٹائیگر نے سیف سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس"...... سیف نے کہا۔

"میں جا رہا ہوں تم اسے ہلاک کر کے ان دونوں کی لاشیں برقی بھٹی میں ڈال دینا اور ہاں کنگ مارتھر کی کار کو بھی کہیں دور لے جا کر چھوڑ دینا"...... ٹائیگر نے کہا تو جمی نے چیخ چیخ کر ٹائیگر کو اس کا وعدہ یاد دلانے کی کوشش شروع کر دی۔

"فکر مت کرو۔ میں اپنا وعدہ پورا کروں گا کہ میں اپنے ہاتھ سے تمہیں گولی نہیں مار رہا۔ ویسے تم جیسے آدمیوں کو زندہ چھوڑنا معاشرے پر ظلم کرنا ہے۔ تم انسان تو کیا سرے سے آدمی ہی نہیں

ہو"...... ٹائیگر نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اسی لمحے کمرہ مشین پسٹل کی تڑتڑاہٹ اور جمی کی چیخوں سے گونج اٹھا لیکن ٹائیگر رکا نہیں اور تھوڑی دیر بعد اس کی کار کوٹھی سے نکل کر تیزی سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اس کا رخ کینٹ کی طرف تھا۔ وہ دراصل یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ روڈی نے اپنا کام درست طور پر کیا ہے یا نہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ شمس سے بھی ملنا چاہتا تھا تاکہ اسے بتا سکے کہ اب اسے وہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔

عمران دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا تو بلیک زیرو احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔

" بیٹھو"...... عمران نے دعا سلام کے بعد کہا اور اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا۔

" یہ چوہان کس طرح زخمی ہوا ہے عمران صاحب۔ کیا کوئی کیس شروع ہو گیا ہے"...... بلیک زیرو نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

" نہیں۔ کیس تو شروع نہیں ہوا البتہ ایک دیہاتی لڑکی کو غنڈوں نے اغوا کیا ہے اور اسے برآمد کرنا ہے"...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے فون کال آنے سے لے کر واپس دارالحکومت آنے تک کی ساری تفصیل بتا دی۔

" اوہ۔ ویری سیڈ۔ یہ ہمارے معاشرے میں کیا ہو رہا ہے۔ اس قدر بھیانک اور انسانیت سوز جرائم"...... بلیک زیرو نے غصیلے

لہجے میں کہا۔

" معاشرہ تیزی سے گمراہی کی طرف جا رہا ہے۔ یہاں دولت پرستی شروع ہو گئی ہے اور جس معاشرے میں دولت کی پرستش شروع ہو جائے وہاں ایسا ہی ہوتا ہے"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے

" رانا ہاؤس"...... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے جوزف کی آواز سنائی دی۔

" عمران بول رہا ہوں۔ وہ وکٹر پہنچ گیا ہے رانا ہاؤس میں"۔ عمران نے کہا۔

" نہیں باس۔ شہر میں نہ ہی کوئی ذیشان روڈ ہے اور نہ کوئی تاجو ہوٹل۔ ہم آدھی رات تک مارے مارے پھرتے رہے ہیں۔ بے شمار لوگوں سے بھی معلوم کیا ہے لیکن کوئی جانتا ہی نہیں اس لئے ہم نے سوچا کہ صبح آپ سے مزید معلومات حاصل کریں گے"۔ دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران چونک پڑا۔

" اوہ۔ ویری سیڈ۔ میں تو یہی سمجھ کر مطمئن ہو گیا تھا کہ تم نے اور جوانا نے رات کو ہی اس وکٹر کو پکڑ کر اس لڑکی کو برآمد بھی کر لیا ہو گا اور اسے واپس اس کے گاؤں پہنچا بھی آئے ہو گے"۔ عمران نے تلخ لہجے میں کہا۔

" اگر اس جگہ کا پتہ چل جاتا باس تو ہم ایسا ہی کرتے"۔ جوزف نے کہا۔

"ہونہہ۔ ٹھیک ہے اب مجھے ٹائیگر سے بات کرنی پڑے گی"...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ کر اس نے ٹرانسمیٹر اپنی طرف کھسکایا اور پھر تیزی سے اس پر ٹائیگر کی فریکونسی ایڈجسٹ کرنی شروع کر دی۔

"ہیلو ہیلو۔ علی عمران کالنگ۔ اوور"...... عمران نے ٹرانسمیٹر آن کر کے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

"یس باس۔ ٹائیگر اٹنڈنگ یو۔ اوور"...... تھوڑی دیر بعد ٹرانسمیٹر سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"کہاں موجود ہو تم اس وقت۔ اوور"...... عمران نے پوچھا۔

"لارڈ ہوٹل میں باس۔ اوور"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"یہ تم ذیشان روڈ پر کسی تاجو کے ہوٹل کے بارے میں کچھ جانتے ہو۔ اوور"...... عمران نے پوچھا۔

"ذیشان روڈ۔ تاجو کا ہوٹل۔ نہیں باس میں تو نہیں جانتا۔ اوور"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اس ہوٹل میں ایک آدمی وکٹر کو ہم نے تلاش کرنا ہے۔ تم اسے تلاش کرو اور جب تمہیں اس کے بارے میں معلوم ہو تو مجھے ٹرانسمیٹر پر کال کر کے بتانا۔ اوور"...... عمران نے کہا۔

"یس باس۔ اوور"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"ہو سکتا ہے کہ اس سلامو نے جھوٹ بولا ہو"...... بلیک زیرو

نے کہا کیونکہ عمران اسے پہلے ہی تفصیل بتا چکا تھا اس لئے اسے معلوم تھا کہ اس بارے میں عمران کو سلامو نے بتایا تھا۔

"نہیں۔ جس وقت اس نے یہ بات کی تھی تو اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ یہ کسی پرانی آبادی میں ہو۔ بہرحال ٹائیگر اسے تلاش کر لے گا۔ وہ اس معاملے میں خاصی مہارت رکھتا ہے"...... عمران نے جواب دیا۔

"ویسے عمران صاحب۔ ایسی فلمیں یہاں کوئی نہ کوئی تو سپلائی کرتا ہو گا اور پولیس کو بھی یقیناً اس کا علم ہو گا۔ پھر اس مکروہ دھندے کو ختم کیوں نہیں کیا جاتا"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"وہی دولت پرستی۔ پولیس اپنا حصہ وصول کر لیتی ہو گی۔ بہرحال میں اس لڑکی کو برآمد کر لوں اس کے بعد فور سٹارز کو یہ کیس ریفر کر دوں گا اور پھر اس کا خاتمہ ہو گا"...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد ٹرانسمیٹر سے کال آنا شروع ہو گئی۔ عمران نے ٹرانسمیٹر پر اپنی فریکونسی ایڈجسٹ کر دی تھی تاکہ ٹائیگر کال کرے تو وہ اسے رسیور کر سکے۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو۔ ٹائیگر کالنگ۔ اوور"...... ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"یس علی عمران اٹنڈنگ یو۔ کیا رپورٹ ہے۔ اوور"...... عمران نے کہا۔

"باس۔ میں نے ذیشان روڈ اور اس پر تاجو کے ہوٹل کو تلاش کر

لیا ہے۔ یہ ذیشان روڈ دراصل محلہ پرانی سرائے کی سڑک ہے لیکن
ذیشان روڈ اس کا نیا نام ہے اس کا قدیم نام فلم والی سڑک ہے اور یہ
نام بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ بہر حال یہاں تاجو کا ہوٹل بھی ہے۔
تاجو ایک تھرڈ کلاس غنڈہ ہے۔ میں نے اس سے وکٹر کے بارے میں
پوچھا تو اس نے بتایا کہ وکٹر کبھی کبھار یہاں آتا ہے ورنہ عام طور پر
وہ تھ پورہ محلے کے ایک ہوٹل جو بابا ٹلو کے ہوٹل کے نام سے
مشہور ہے وہاں ہوتا ہے لیکن یہ بھی عام سا غنڈہ ہے۔ اوور"۔ ٹائیگر
نے کہا۔

" پھر تم نے وہاں معلوم کیا ہے اس کے بارے میں۔ اوور"۔
عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

" یس باس۔ میں وہاں سے سیدھا تھ پورہ محلے گیا اور وہاں کے
ہوٹل سے معلومات کی ہیں تو پتہ چلا کہ وکٹر ان دنوں کسی دوسرے
شہر گیا ہوا ہے اور چار روز بعد آئے گا۔ اوور"...... ٹائیگر نے جواب
دیا۔

"اس کی رہائش کہاں ہے۔ اوور"...... عمران نے پوچھا۔

" اس تھ پورہ محلے میں ہی ہے لیکن اس کے مکان کو تالا لگا ہوا
ہے۔ اوور"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

" کیا وہ اکیلا رہتا ہے۔ اس کے والدین یا بیوی بچے یا دوسرے
رشتہ دار نہیں ہیں۔ اوور"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں
کہا۔

" یہی بتایا گیا ہے کہ وہ اکیلا رہتا ہے۔ ایک کمرہ ہے اس کے
ساتھ اور بھی بہت سے کمرے ہیں جن میں مزید لوگ رہتے ہیں۔
اوور"...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" لیکن جو دھندہ وہ کرتا ہے اس لحاظ سے تو اسے خاصا امیر ہونا
چاہئے۔ اوور"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" دھندہ۔ کیسا دھندہ باس۔ وہ تو عام سا تھرڈ کلاس ٹائپ غنڈہ
ہے باس۔ اوور"...... ٹائیگر نے حیران ہو کر کہا۔

" وہ عریاں ویڈیو فلموں کے لئے لڑکیاں اغوا کر کے سپلائی کرتا
ہے اور ظاہر یہ کام لاکھوں میں ہوتا ہو گا۔ اوور"...... عمران نے کہا۔

" اوہ۔ اوہ۔ باس کیا آپ کی ملاقات بھی شمس سے ہو چکی ہے
لیکن اس نے تو اس وکٹر کا نام ہی نہیں لیا۔ اوور"...... ٹائیگر نے
انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا تو عمران اور اس کے ساتھ ساتھ
بلیک زیرو بھی بے اختیار چونک پڑا۔

" شمس۔ کیا مطلب۔ کیا کہنا چاہتے ہو تم۔ کون شمس۔ اوور"۔
عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو ٹائیگر نے سپر کلب میں شمس
سے ملاقات ہونے سے لے کر جمی اور کنگ مارتھر کی موت تک کی
ساری تفصیل دوہرا دی۔

" اوہ۔ تو اس سنگین جرم کی جڑیں بہت دور دور تک پھیلی ہوئی
ہیں لیکن مجھے تو فوری طور پر وہ لوگ چاہئیں جو ایسی لڑکیوں کے
خریدار ہیں کیونکہ ایک لڑکی ان سے فوری برآمد کرانی ہے۔ اوور"۔

عمران نے کہا۔

" کون سی لڑکی باس۔ اوور"....... اس بار ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور جواب میں عمران نے فورٹ ٹاؤن میں چوہان کے زخمی ہونے سے لے کر سلامو کے خاتمے کے بارے میں بتا دیا۔

" پھر تو باس واقعی اس لڑکی کی فوری برآمدگی ضروری ہے اور اس کے لئے وکٹر کو ٹریس کرنا ضروری ہے۔ اوور"....... ٹائیگر نے کہا۔

"ہاں۔ اس لڑکی کی برآمدگی میں جتنی بھی دیر ہو گی اتنا ہی اس کے حق میں برا ہو گا۔ اوور"....... عمران نے کہا۔

" ٹھیک ہے باس۔ میں فوری اس پر کام کرتا ہوں۔ اوور"۔ ٹائیگر نے کہا۔

" جس قدر جلد ممکن ہو سکے اسے ٹریس کرو یا اس کے کسی ایسے دوست یا ساتھی کو ٹریس کرو جو اس دھندے میں ملوث ہو کیونکہ ظاہر ہے وہ اکیلا تو یہ کام نہیں کرتا ہو گا۔ اوور"....... عمران نے کہا۔

" یس باس۔ اوور"....... ٹائیگر نے جواب دیا۔

" اگر وکٹر مل جائے یا اس کا کوئی آدمی جو اس بارے میں حتمی معلومات مہیا کر سکے تو اسے اٹھا کر رانا ہاؤس لے آنا تاکہ اس سے تفصیلی معلومات حاصل کر کے اس لڑکی کو فوری برآمد کیا جا سکے۔ اوور"....... عمران نے کہا۔

" یس باس۔ اوور"....... دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا اور پھر اس نے رسیور اٹھایا اور

نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

" رانا ہاؤس "....... رابطہ قائم ہوتے ہی جوزف کی آواز سنائی دی۔

" جوزف میں دانش منزل سے بول رہا ہوں۔ ٹائیگر اگر کسی کو لائے تو مجھے یہاں فون کر دینا"....... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

چوہان سپیشل ہسپتال کے خصوصی کمرے میں موجود تھا اور اس کے پاس صدیقی، نعمانی اور خاور موجود تھے۔ سیکرٹ سروس کے باقی ممبران بھی اسے پوچھنے آئے تھے لیکن وہ سب پوچھ کر چلے گئے لیکن یہ تینوں چوہان کے پاس ہی رک گئے تھے۔

" چوہان۔ تمہارا اپنا کیا خیال ہے۔ وہ لڑکی کون ہو گی اور وہ لوگ جنہوں نے اسے پکڑا اور تم پر فائرنگ کی وہ کون ہو سکتے ہیں"۔ صدیقی نے کہا۔

" ظاہر ہے بدمعاش ہی ہوں گے اور کون ہوں گے"...... چوہان نے کہا۔

" کیا وہ لڑکی شہری تھی یا دیہاتی"...... صدیقی نے پوچھا۔

" دیہاتی تھی۔ اس کا لباس اور انداز ہی دیہاتی تھا"...... چوہان نے جواب دیا۔

" اور وہ لوگ جنہوں نے تم پر فائرنگ کی"...... صدیقی نے پوچھا۔

" وہ تھرڈ کلاس غنڈے تھے لیکن بہرحال تھے وہ شہری۔ دیہاتی غنڈے نہیں تھے"...... چوہان نے جواب دیا۔

" میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ ایک لڑکی کو صرف چھڑانے کے لئے کسی آدمی پر فوری فائرنگ نہیں کی جاتی پھر وہ تھرڈ کلاس بدمعاش تھے اور ان کی تعداد بھی زیادہ تھی تو وہ تم سے لڑنے کی کوشش کرتے۔ اس اچانک فائرنگ اور وہ بھی مشین پسٹل سے۔ یہ فائرنگ بتا رہی ہے کہ معاملہ عام بدمعاشوں کا نہیں تھا لیکن تم کہہ رہے ہو کہ لڑکی دیہاتی تھی۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی"۔ صدیقی نے کہا۔

" عمران صاحب نے لازماً وہاں تحقیقات کی ہوں گی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی نتیجے پر پہنچ گئے ہوں"...... چوہان نے کہا۔

" میں نے ڈاکٹر صاحب کے آفس سے ان کے فلیٹ پر اور رانا ہاؤس دونوں جگہ فون کیا ہے لیکن وہ کہیں نہیں ہیں"...... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" تمہارا کیا خیال ہے۔ یہ معاملہ کس ٹائپ کا ہو سکتا ہے"۔ خاور نے کہا۔

" میرا خیال ہے کہ کوئی گہرا چکر بھی ہو سکتا ہے لیکن کوئی بات واضح نہیں ہو رہی۔ میرا خیال ہے کہ میں خود وہاں جاؤں اور اس

بارے میں معلومات حاصل کروں"....... صدیقی نے کہا۔

"کیا ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کرم کر دیا ہے کہ اس نے زندگی بچا لی ہے۔یہی کافی ہے"....... چوہان نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ عمران صاحب اس سلسلے میں ہی مصروف ہوں گے اس لئے کیوں نہ چیف سے بات کی جائے"....... نعمانی نے کہا۔

"نہیں۔چیف اس قسم کے معاملات میں دلچسپی نہیں لیا کرتا اور ابھی کوئی بات واضح بھی نہیں ہے اس لئے اسے فون کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے"....... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ایک بات مجھے یاد آرہی ہے۔اوہ ہاں۔میرے ذہن سے بات ہی محو ہو گئی تھی۔تمہاری باتیں سن کر اب مجھے یاد آرہا ہے جب مجھ پر فائرنگ کی گئی تو ایک آدمی نے چیخ کر کہا تھا کہ یہ کیا کر دیا تم نے وکٹر۔تو اس فائرنگ کرنے والے نے کہا تھا کہ فکر مت کرو۔سلامو یہ سب کچھ سنبھال لے گا اس لئے میرا خیال ہے کہ سلامو اس علاقے کا کوئی بڑا بدمعاش ہو گا۔اس کو اگر ٹریس کیا جائے تو اصل بات سامنے آجائے گی"....... چوہان نے کہا۔

"فورٹ ٹاؤن میں ایک آدمی میرا واقف ہے۔وہ وہاں جنرل سٹور کا مالک ہے۔شاید وہ اس سلامو کے بارے میں جانتا ہو"۔اچانک خاور نے کہا۔

"جنرل سٹور کا مالک۔لیکن وہ تمہارا واقف کیسے ہو گیا"۔صدیقی

نے چونک کر پوچھا۔

"جس فلیٹ میں دو ماہ پہلے میں رہتا تھا اس کا بھائی ساتھ والے فلیٹ میں رہتا تھا اور وہ اس سے ملنے آتا تھا تو اس سے ملاقات ہو گئی تھی۔خاصا دلچسپ آدمی تھا۔اس سے اکثر ملاقات رہتی تھی۔اس نے مجھے باقاعدہ دعوت دی تھی فورٹ ٹاؤن آنے کی لیکن ظاہر ہے میرے پاس اتنا وقت ہی نہ تھا۔اس نے اپنا فون نمبر بتایا تھا۔ایک منٹ مجھے یاد کرنے دو"....... خاور نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

"اوہ ہاں۔مجھے یاد آگیا۔میں اسے فون کرتا ہوں شاید کوئی بات معلوم ہو جائے"....... خاور نے کہا۔

"یہاں فون منگوا لو"....... چوہان نے کہا تو خاور نے اثبات میں سر ہلایا اور اٹھ کر باہر چلا گیا۔تھوڑی دیر بعد وہ واپس آگیا۔

"میں نے کہہ دیا ہے۔ابھی کارڈلیس فون آجاتا ہے"....... خاور نے کہا اور سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔تھوڑی دیر بعد ایک ملازم کارڈلیس فون پیس اٹھائے اندر آیا اور خاور نے اس سے فون پیس لے لیا۔اس میں لاؤڈر کا بٹن بھی موجود تھا۔خاور نے انکوائری کے نمبر پریس کئے اور پھر انکوائری آپریٹر سے فورٹ ٹاؤن کا کوڈ نمبر پوچھا اور پھر اس نے کریڈل دبا دیا اور ٹون آنے پر اس نے کوڈ نمبر اور پھر فون نمبر پریس کر دیئے۔

"لاڈو جنرل سٹور"....... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک آواز سنائی

دی۔ لاؤڈر کی وجہ سے آواز کمرے میں سنائی دے رہی تھی۔

" عبدالغفور صاحب میں خاور بول رہا ہوں دارالحکومت سے "۔
خاور نے کہا۔

" اوہ خاور صاحب آپ۔ بڑے عرصے بعد یاد کیا ہے آپ نے۔ آپ
تو فلیٹ بھی چھوڑ گئے ہیں اور آپ نے اپنا پتہ بھی نہ بتایا تھا۔ کیسے
ہیں آپ "...... دوسری طرف سے انتہائی مخلصانہ لہجے میں کہا گیا۔

" بس دوسرے فلیٹ کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔ آپ بتائیں
ٹھیک ہیں ناں "...... خاور نے کہا۔

" جی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ آپ فرمائیے کیسے یاد فرمایا ہے۔ کوئی
خاص بات "...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

" فورٹ ٹاؤن میں ایک صاحب سلامو رہتے ہیں ان کا فون نمبر
معلوم کرنا تھا "...... خاور نے کہا۔

" سلامو کا فون نمبر۔ اوہ۔ لیکن اسے تو قتل کر دیا گیا ہے "۔
دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

" قتل کر دیا گیا ہے۔ کیا مطلب "...... خاور نے چونک کر حیرت
بھرے لہجے میں کہا۔

" اس کی شہرت ٹھیک نہیں تھی۔ رات کو اس کے ڈیرے میں
کسی نے اسے اور اس کے خاص آدمی حشمو کو گولیاں مار کر ہلاک کر
دیا ہے۔ پولیس تفتیش کر رہی ہے "...... عبدالغفور نے کہا۔

" رات کو۔ گذشتہ رات کو "...... خاور نے چونک کر کہا۔

" جی ہاں۔ رات کو "...... عبدالغفور نے جواب دیا۔

" اس کا دھندہ کیا تھا "...... خاور نے کہا۔

" بدمعاش آدمی کا کیا دھندہ ہوتا ہے جناب۔ وہ اس علاقے کا بڑا
بدمعاش تھا۔ تمام جرائم اس کی سرپرستی میں ہوتے تھے "۔ عبدالغفور
نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" پھر تو وہاں اس کا پورا گینگ ہو گا "...... خاور نے کہا۔

" نہیں۔ گینگ تو نہیں البتہ چند لوگ اس کے پاس تھے البتہ
اس کا زیادہ وقت دارالحکومت میں ہی گزرتا تھا "...... عبدالغفور نے
جواب دیا۔

" کیا دارالحکومت میں اس کا کسی خاص گروہ سے رابطہ تھا "۔ خاور
نے پوچھا۔

" مجھے تو معلوم نہیں ہے خاور صاحب۔ میں تو ایسے آدمیوں کے
قریب بھی نہیں جاتا البتہ ایک بار میں نے اسے دارالحکومت میں
شبستان ہوٹل میں دیکھا تھا اور اس نے مجھے بتایا تھا کہ اس ہوٹل کا
مینجر اس کا گہرا دوست ہے اس لئے میں اسے مجبوراً ملا تھا۔ میں اسی
ہوٹل میں اپنے ایک دوست کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا "...... عبدالغفور
نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ بہرحال میرے ایک دوست نے اس کا ریفرنس دیا
تھا کہ وہ فورٹ ٹاؤن کے علاقے کی پراپرٹی فروخت کرتا ہے۔ میں
اس سلسلے میں اس سے ملنا چاہتا تھا لیکن اب تو معاملہ ہی ختم ہو گیا۔

بہر حال شکریہ۔ خدا حافظ"....... خاور نے کہا اور فون آف کر کے اس نے اسے میز پر رکھ دیا۔

"سلامو کو کس نے ہلاک کیا ہو گا"....... صدیقی نے کہا۔

"اب کیا کہا جا سکتا ہے"....... خاور نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ اس شبستان ہوٹل کے مینجر کو ٹٹولا جائے"۔ اچانک خاور نے کہا۔

"کیا مطلب۔ کس پوائنٹ پر بات کی جائے"....... صدیقی نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں یہ بات تو ہے۔ ہمارے پاس کوئی واضح بات ہی نہیں ہے"....... نعمانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اصل میں ہم سب چوہان کی وجہ سے پریشان ہو رہے ہیں اور لاشعوری طور پر اس کا انتقام لینا چاہتے ہیں ورنہ مسئلہ کوئی نہیں ہے"....... صدیقی نے کہا اور اس بار چوہان سمیت سب ہنس پڑے۔

"تمہارا یہ خلوص دیکھ کر تو میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں روزانہ زخمی ہوتا رہوں"....... چوہان نے کہا تو سب بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑے لیکن اسی لمحے میز پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سب چونک پڑے۔ صدیقی نے فون پیس اٹھا لیا۔

"صدیقی بول رہا ہوں"....... صدیقی نے بٹن آن کرتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب کی کال ہے۔ وہ چوہان کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ فون پیس کمرے میں ہے اس لئے میں نے کال ملا دی ہے۔ آپ بات کر لیں"....... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو۔ علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں"....... چند لمحوں بعد عمران کی مخصوص شگفتہ آواز سنائی دی۔

"عمران صاحب میں صدیقی بول رہا ہوں"....... صدیقی نے کہا۔

"کیا۔ کیا مطلب۔ کیا تم بھی چوہان کی طرح زخمی ہوئے ہو۔ اوہ کہیں ڈاکٹر صدیقی نے زخمی دلوں کا ہسپتال تو نہیں کھول لیا"۔ عمران نے چونک کر پوچھا اور صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔

"میں خاور اور نعمانی، چوہان کے پاس رک گئے تھے۔ میں نے آپ کے فلیٹ پر اور رانا ہاؤس فون کیا لیکن آپ کہیں نہ ملے"....... صدیقی نے کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا یہ تیمارداری اس قدر پسند آ گئی ہے کہ تم مجھے بھی کسی ہسپتال میں داخل کرانا چاہتے تھے"....... عمران نے کہا تو صدیقی بے اختیار مسکرا دیا۔

"نہیں۔ بلکہ میں یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ چوہان کو وہاں کن لوگوں نے زخمی کیا ہے۔ آپ چونکہ وہاں گئے تھے اس لئے مجھے یقین تھا آپ نے اس بارے میں کوئی نہ کوئی بات لازماً معلوم کی ہو گی"۔ صدیقی نے کہا۔

"ہاں۔ وہ ایک بدمعاش سلامو تھا۔ اس کے آدمیوں نے چوہان

کو زخمی کیا تھا اور ایک نزدیکی بستی کے ایک غریب آدمی کی لڑکی
اسماء کو انہوں نے اغوا کیا تھا اور اس لڑکی کے سلسلے میں ہی چوہان
پر فائرنگ کی گئی تھی"...... عمران نے کہا۔

"اوہ۔ تو اس سلامو اور اس کے آدمی کو آپ نے ہلاک کیا ہے"۔
صدیقی نے چونک کر کہا۔

"اوہ۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا ہے۔ کیا تم وہاں گئے تھے"۔ عمران
نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو صدیقی نے اسے بتایا کہ چوہان کو یاد
آگیا تھا کہ اس پر فائرنگ کرنے والے کو کسی نے وکٹر کے نام سے
پکارا تھا اور پھر سلامو کا نام بھی لیا گیا تھا اور اس کے بعد خاور نے
وہاں اپنے ایک واقف کار سے فون پر بات کی تو پتہ چلا کہ سلامو اور
اس کے آدمی کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔

"ہاں۔ یہ انتہائی مکروہ صفت مجرم ہیں۔ یہ ایک ایسے جرم میں
ملوث ہیں کہ شاید ایسے جرم کا آدمی تصور بھی نہیں کر سکتا"۔ عمران
نے اس بار انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کیا اس دیہاتی لڑکی کے اغوا کے بارے میں بات کر رہے ہیں
آپ"...... صدیقی نے کہا۔

"ہاں۔ اور یہ صرف عام سے اغوا کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ اس لڑکی
کو اس لئے اغوا کیا گیا ہے تاکہ ویڈیو پر بنائی جانے والی عریاں فلموں
میں اسے زبردستی استعمال کیا جائے"۔ عمران نے کہا تو صدیقی کے
ساتھ ساتھ باقی ساتھی حتیٰ کہ چوہان بھی بے اختیار اچھل پڑا۔

"اوہ۔ اوہ۔ ویری بیڈ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ایسا جرم۔ اوہ۔ یہ تو
تنگ انسانیت جرم ہے"...... صدیقی نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ اب پہلا مسئلہ تو اس لڑکی کی فوری برآمدگی ہے لیکن
سلامو نے جس آدمی کے بارے میں بتایا تھا وہ ٹریس نہیں ہو رہا۔
وہی وکٹر جس نے چوہان پر فائرنگ کی تھی وہ سپلائر ہے۔ ٹائیگر اسے
تلاش کر رہا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ جلد ہی اسے ٹریس کر لے گا
اور اس سے بات آگے بڑھے گی"...... عمران نے کہا۔

"وہ کہاں رہتا ہے۔ آپ مجھے تفصیل بتائیں عمران صاحب۔ یہ تو
فور سٹارز کا کیس بنتا ہے۔ ہم اس لڑکی کو بھی برآمد کریں گے اور
اس کے بعد مکروہ کرداروں کا بھی خاتمہ کریں گے"۔ صدیقی نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اگر ٹائیگر نے اس کا سراغ لگا لیا تو میں تمہیں کال
کروں گا۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو
صدیقی نے فون آف کر کے فون پیس رکھ دیا۔

"ایسے تنگ انسانیت جرم بھی کرتے ہیں لوگ۔ مجھے تو سوچ کر
ہی جھرجھری آجاتی ہے"...... خاور نے کہا۔

"ہاں۔ نجانے معاشرے میں کیا کیا ہو رہا ہے۔ بہرحال چوہان
تمہیں زخمی ہو کر تکلیف تو اٹھانی پڑی ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ
تمہاری وجہ سے اس تنگ انسانیت اور خطرناک جرم کا قلع قمع ہو
گا۔ یہ بھی تمہارا کریڈٹ ہو گا"...... صدیقی نے کہا تو چوہان کے
چہرے پر یکلخت مسرت کے تاثرات ابھر آئے۔

ٹائیگر تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا ایک عام سے ہوٹل میں داخل ہوا۔ ہوٹل کا ہال نما کمرہ منشیات کی بو سے بھرا ہوا تھا۔ یہاں انتہائی تھرڈ کلاس غنڈے موجود تھے۔ یہ ہوٹل تھ پورہ کے ملحقہ محلے کا ایک عام سا ہوٹل تھا اور اس کا مالک دلبر نامی ایک آدمی تھا۔ ٹائیگر کو بتایا گیا تھا کہ دلبر وکٹر کا گہرا دوست ہے اور وکٹر کے بارے میں دلبر کو سب کچھ معلوم ہو گا۔ ٹائیگر کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا جس کے پیچھے ایک پہلوان نما آدمی کھڑا تھا۔ اس کا سر گنجا تھا اور چہرے پر خباثت دور سے ہی نمایاں نظر آ رہی تھی۔ ٹائیگر نے جینز کی پتلون اور چمڑے کی جیکٹ پہنی ہوئی تھی اور اس نے گلے میں سرخ رنگ کا رومال باندھا ہوا تھا۔ تھرڈ کلاس غنڈوں کی یہ عام نشانی تھی اور ٹائیگر اس وقت چونکہ اپنے آپ کو ان کا ساتھی ہی ظاہر کرنا چاہتا تھا اس لئے اس نے خصوصی طور پر یہ سرخ رومال باندھا تھا۔ اسے

معلوم تھا کہ یہ لوگ ورنہ ہر بات سے صاف مکر جائیں گے۔

"تمہارا نام دلبر ہے"...... ٹائیگر نے اس پہلوان نما آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں۔ میرا نام دلبر ہے۔ تم کون ہو۔ پہلے تو میں نے تمہیں اس علاقے میں کبھی نہیں دیکھا"...... اس پہلوان نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"میں نے وکٹر سے ملنا ہے اور وہ بھی فوری۔ فورٹ ٹاؤن کے سلامو کا خاص پیغام دینا ہے اسے لیکن وہ کہیں بھی نہیں ملا۔ پہلے میں ذیشان روڈ پر تاجو کے ہوٹل گیا۔ وہاں سے تھ پورے آیا۔ وہاں سے اب بتایا گیا ہے کہ دلبر اس کا خاص دوست ہے اسے معلوم ہو گا کہ وکٹر کہاں ہے"...... ٹائیگر نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"وہ تو جزیرے پر گیا ہوا ہے۔ کل آ جائے گا۔ کیا پیغام ہے"۔ دلبر نے کہا۔

"جزیرے پر۔ کون سے جزیرے پر"...... ٹائیگر نے چونک کر پوچھا۔

"رجان جزیرے پر۔ وہاں کوئی دھندہ ہے اس کا۔ مجھے تفصیل تو معلوم نہیں لیکن وہ اکثر وہاں جاتا رہتا ہے"...... دلبر نے کہا۔

"وہاں کس کے پاس جاتا ہے"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"بادشاہ کے پاس۔ وہاں کا بڑا بدمعاش ہے بادشاہ اس کے

پاس۔ تم وہ پیغام مجھے دے دو کل وہ آئے گا تو اسے مل جائے
گا"...... دلبر نے کہا۔

"نہیں۔ پیغام اسے ہی دینا ہے میں کل آجاؤں گا"۔ ٹائیگر نے کہا
اور واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس محلے سے نکل کر کچھ فاصلے پر
موجود اپنی کار تک پہنچ گیا۔ اب اس کی کار ساحل سمندر کی طرف اڑی
چلی جا رہی تھی۔ رجان جزیرے کے بارے میں اسے تفصیل معلوم نہ
تھی البتہ یہ بات اسے معلوم تھی کہ ساحل سے کچھ فاصلے پر چھوٹے
چھوٹے کئی جزیرے ہیں جن پر ماہی گیر رہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ
رجان بھی ایسا ہی کوئی جزیرہ ہو۔ ساحل سمندر پر پہنچ کر اس نے کار
مخصوص پارکنگ میں روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ گھاٹ کی طرف بڑھ
گیا۔ سیر و تفریح کے لئے لانچیں بھی جاتی تھیں۔

"یہاں کوئی رجان جزیرہ بھی ہے"...... ٹائیگر نے وہاں موجود
ایک آدمی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"جی ہاں۔ ماہی گیروں کا جزیرہ ہے۔ کیا آپ نے وہاں جانا
ہے"...... اس آدمی نے کہا۔

"ہاں۔ کیا تمہارے پاس لانچ ہے"...... ٹائیگر نے پوچھا اور اس
آدمی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ٹائیگر نے اس سے آنے جانے کا کرایہ
طے کیا اور چند لمحوں بعد لانچ خاصی تیز رفتاری سے سمندر میں تیرتی
ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔

"آپ نے رجان جزیرے پر کس سے ملنا ہے جناب"...... لانچ

چلانے والے نے قریب بیٹھے ہوئے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"ایک آدمی بادشاہ نام کا ہے اس سے"...... ٹائیگر نے جواب دیا
تو وہ آدمی بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے لب کھلے لیکن پھر اس نے
انہیں سختی سے بند کر دیا۔

"کیا بات ہے۔ تم کچھ کہنا چاہتے تھے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"جی نہیں۔ میں نے کیا کہنا ہے۔ میں تو غریب آدمی ہوں۔ اس
لانچ سے روزی کماتا ہوں اگر میں نے کوئی بات کی اور میری بات
بادشاہ تک پہنچ گئی تو مجھے لانچ سمیت سمندر میں ڈبو دیا جائے
گا"...... اس آدمی نے کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"جی۔ سابو میرا نام ہے"...... اس آدمی نے جواب دیا۔

"تم فکر مت کرو۔ تمہارا نام سامنے نہیں آئے گا۔ ویسے بھی مجھے
براہ راست بادشاہ سے کوئی کام نہیں۔ ایک آدمی وکٹر سے کام ہے
اور مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ بادشاہ کے پاس گیا ہوا ہے"...... ٹائیگر
نے کہا تو سابو ایک بار چونک پڑا۔

"وکٹر۔ تو کیا کسی لڑکی کا چکر ہے۔ اگر ایسا ہے تو میرا مشورہ ہے
کہ آپ وہاں نہ جائیں۔ یہ لوگ انتہائی خطرناک غنڈے ہیں"۔ سابو
نے کہا۔

"کیا وکٹر لڑکیاں سپلائی کرتا ہے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"جی ہاں۔ وہ اس دھندے کا مشہور آدمی ہے۔ نجانے کہاں کہاں

سے لڑکیاں لے آتا ہے"...... سابو نے کہا۔

"کیا یہ لڑکیاں غیر ممالک کو فروخت کی جاتی ہیں"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"بس جی کچھ نہ پوچھیں۔ فروخت بھی ہوتی ہیں اور بھی بہت کچھ ہوتا ہے۔ بہت بڑا اور طاقتور گروہ ہے"...... سابو نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ بادشاہ جزیرے کا سردار ہے۔ میں نے تو سنا ہے کہ اس جزیرے پر ماہی گیر رہتے ہیں"...... ٹائیگر نے کہا۔

"جی ہاں۔ رہتے تو ماہی گیر ہی ہیں لیکن بادشاہ کا وہاں ہوٹل ہے لیکن وہاں دراصل اس نے بڑے بڑے خفیہ گودام بنائے ہوئے ہیں۔ غیر ملکی شراب، ہر قسم کی منشیات اور لڑکیاں اور نجانے کیا کیا غیر ملک سے یہاں سمگل کیا جاتا ہے اور پھر یہاں سے دارالحکومت سپلائی کیا جاتا ہے اور دارالحکومت سے یہاں لایا جاتا ہے اور یہاں سے غیر ممالک کو بھجوایا جاتا ہے۔ بادشاہ بہت بڑا آدمی ہے جناب۔ بہت بڑا۔ اس کے پاس بے شمار خطرناک آدمی ہیں"...... سابو جب بولنے پر آیا تو بولتا ہی چلا گیا۔

"ہونہہ۔ یہ کام تو ہر جگہ ہو رہا ہے۔ بہرحال تم فکر مت کرو۔ میں نے صرف وکٹر سے بات ہی کرنی ہے اور بس"...... ٹائیگر نے کہا اور سابو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے طویل اور تیز رفتار سفر کے بعد وہ ایک چھوٹے سے جزیرے کے کنارے پر پہنچ

گئے۔ وہاں ماہی گیروں کی کشتیاں جزیرے کے چاروں طرف موجود تھیں۔ ایک دو اسٹیمر بھی نظر آ رہے تھے۔ جزیرے پر ہر طرف ماہی گیر گھومتے پھرتے نظر آ رہے تھے۔

"تم نے میرا انتظار کرنا ہے۔ سمجھے"...... ٹائیگر نے لانچ سے جزیرے پر اترتے ہوئے سابو سے کہا اور سابو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ٹائیگر تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ وہاں باقاعدہ مکانات تھے۔ بازار تھے۔ غرضیکہ یہ ایک چھوٹا سا شہر تھا۔

"بادشاہ کا ہوٹل کہاں ہے"...... ٹائیگر نے ایک ماہی گیر سے پوچھا تو اس نے اشارے سے بتا دیا اور ٹائیگر سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ سابو کی باتیں سننے کے بعد وہ سوچ رہا تھا کہ وکٹر کو کس انداز میں بے ہوش کر کے یہاں سے لے جایا جائے۔ ظاہر ہے اسے لانچ پر ہی لے جانا ہو گا اور شاید سابو خوف کی وجہ سے اس کی اجازت نہ دے لیکن ٹائیگر نے بہرحال عمران کے حکم کی تعمیل کرنی تھی اس لئے وہ سب کچھ سوچنے کے باوجود تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ بادشاہ کا ہوٹل ایک بڑے سے کمرے پر مشتمل تھا۔ وہاں کوئی میز یا کرسی نہ تھی۔ فرش پر چٹائیاں بچھی ہوئی تھیں اور ماہی گیر ان چٹائیوں پر بیٹھے منشیات پھونکنے اور شراب پینے میں مصروف تھے۔ ایک طرف ایک ساخوردہ سا کاؤنٹر تھا جس کے پیچھے ایک نوجوان موجود تھا جبکہ لکڑی کی سیڑھیاں کاؤنٹر کے ساتھ سے اوپر جا رہی تھیں جو ایک دروازے پر جا کر ختم ہو جاتی تھیں۔ اس ہال نما کمرے میں اس قدر

گاڑھا دھواں بھرا ہوا تھا کہ اندر داخل ہو کر چند لمحوں تک تو ٹائیگر
کو کچھ بھی نظر نہ آیا تھا پھر جب آہستہ آہستہ اس پر یہ سارا ماحول واضح
ہوا تو وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

" ڈکٹر کہاں ہے"...... ٹائیگر نے کاؤنٹر کے پیچھے کھڑے نوجوان
سے کہا۔

" اوپر بادشاہ کے پاس۔ مگر تم کون ہو"...... اس نوجوان نے
بڑے جھٹکے دار لہجے میں کہا۔

" میں اس سے ملنے کے لئے دارالحکومت سے آیا ہوں۔ میرا نام
ٹائیگر ہے۔ اس کے دوست کا پیغام ہے اس کے لئے ۔ اس کے
فائدے کا پیغام"...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" ٹھہرو میں پوچھ کر آتا ہوں"...... نوجوان نے کہا اور پھر کاؤنٹر
کے پیچھے سے نکل کر وہ کسی بندر کی طرح تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا
ہوا اوپر دروازے میں سے غائب ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ نیچے اتر آیا۔

" سردار بادشاہ اور ڈکٹر دونوں کسی کام سے اپنے مکان پر گئے
ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ تمہیں بھی وہاں بھجوا دیا جائے"۔ نوجوان
نے نیچے آ کر کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک سائیڈ پر موجود
ایک ادھیڑ عمر آدمی کو بلایا۔

" ان صاحب کو کالوکا لے جاؤ۔ سردار وہاں ان سے ملے گا"۔
نوجوان نے اس ادھیڑ عمر آدمی سے کہا۔

" کیا اوپر سے کوئی اور راستہ بھی باہر جانے کا ہے"۔ ٹائیگر نے

حیران ہو کر پوچھا۔

" ہاں۔ یہاں بہت راستے ہیں۔ تم اس بارے میں نہ سوچو اور
وہی کام کرو جس کے لئے آئے ہو"...... نوجوان نے برا سامنہ بناتے
ہوئے کہا۔

" آؤ جی میرے ساتھ "...... اس ادھیڑ عمر آدمی نے کہا اور
دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ٹائیگر نوجوان کے انداز سے ہی سمجھ گیا
تھا کہ اسے ٹریپ کیا جا رہا ہے۔ شاید وہ کسی اجنبی کی اس طرح آمد
سے ٹھٹھک گئے تھے اور اب پوری تسلی کرنا چاہتے تھے لیکن ٹائیگر کو
اس کی پرواہ نہ تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہ تھرڈ کلاس غنڈے اس
کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ اس ہوٹل سے نکل کر ٹائیگر اس ادھیڑ عمر
آدمی کے پیچھے چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ جزیرے کے شمالی حصے کی
طرف دور سے ایک وسیع و عریض احاطہ نظر آ رہا تھا جس میں پختہ
عمارتیں بنی ہوئی تھیں۔ ادھیڑ عمر اس احاطے کے گیٹ کے سامنے
پہنچ کر رک گیا۔ یہاں دو مسلح آدمی موجود تھے۔

" سردار نے اسے یہاں کے لئے ملاقات کا وقت دیا ہے"۔ ادھیڑ
عمر آدمی نے کہا۔

" اچھا آؤ"...... اس مسلح آدمی نے کہا اور گیٹ کی چھوٹی کھڑکی
کھول کر وہ اندر داخل ہوا تو ٹائیگر بھی اس کے پیچھے اندر داخل ہو
گیا۔ یہ ایک کافی بڑا احاطہ تھا۔ اس میں ہر طرف مسلح افراد گھومتے پھر
رہے تھے۔ چار دیواری کے پاس بڑے بڑے باقاعدہ واچ ٹاور سے بنے

ہوئے تھے جن پر بھی مسلح افراد نظر آ رہے تھے۔ ایک طرف عمارت
کے سامنے برآمدہ تھا جس کے باہر چار مشین گنوں سے مسلح آدمی
موجود تھے۔ ٹائیگر یہ انتظامات دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس کے تصور
میں بھی نہ تھا کہ اس ویران جزیرے پر اس قسم کے انتظامات بھی ہو
سکتے ہیں۔ وہ تو اسے عام ماہی گیروں کا جزیرہ سمجھ کر آیا تھا۔ بہرحال
اب اسے آگے بڑھنا تھا۔ اس لئے وہ اس مسلح آدمی کی رہنمائی میں اس
برآمدے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"مہمان ہے۔ سردار نے اسے ملاقات کا وقت دیا ہے"...... اس
آدمی نے ان مسلح افراد کے قریب جا کر ٹائیگر کی طرف اشارہ کرتے
ہوئے کہا۔

"اچھا آؤ۔ کیا نام ہے تمہارا"...... ان میں سے ایک نے ٹائیگر
سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میرا نام ٹائیگر ہے"...... ٹائیگر نے بڑے اطمینان بھرے لہجے
میں کہا۔

"اچھا نام ہے۔ آؤ میرے ساتھ میں تمہیں تہہ خانے میں پہنچا
دوں"...... اس آدمی نے کہا اور پھر وہ اسے لے کر برآمدے کے ایک
کونے میں موجود دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا
اور پھر اندر جا کر بٹن دبایا تو کمرے میں روشنی ہو گئی۔ ٹائیگر نے
دیکھا کہ کمرہ باقاعدہ ساؤنڈ پروف انداز میں بنایا گیا تھا۔

"کیا یہاں جزیرے پر بجلی پیدا کی جاتی ہے"...... ٹائیگر نے اندر

داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ بیٹھو۔ سردار ابھی آ رہا ہے"...... اس آدمی نے کہا اور
ایک طرف کرسیوں کی طرف اشارہ کیا تو ٹائیگر آگے بڑھ گیا اور پھر
ایک کرسی پر بیٹھ گیا لیکن جیسے ہی وہ کرسی پر بیٹھا کھٹاک کھٹاک کی
تیز آوازیں ابھریں اور ٹائیگر کے جسم کے گرد لوہے کے مضبوط راڈز
نمودار ہو گئے۔ ٹائیگر نے حیرت بھرے انداز میں کرسی کو دیکھا تھا
کیونکہ کرسی تو لکڑی کی لگتی تھی لیکن جب اس نے غور سے دیکھا تو
بے اختیار ایک لمبا سانس لیا کیونکہ کرسی لوہے کی تھی لیکن اس پر
پینٹ ایسا کیا گیا تھا کہ وہ بظاہر لکڑی کی ہی لگتی تھی۔ ٹائیگر حیران تھا
کہ راڈز کیسے نمودار ہوئے ہیں کیونکہ اسے لے آنے والا آدمی تو واپس
چلا گیا تھا اس لئے نہ ہی اس نے کسی بٹن کو پریس کیا تھا اور نہ ہی
اس کے عقب میں کوئی موجود تھا۔ اس کے باوجود راڈز نمودار ہو گئے
تھے اور پھر ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ ان راڈز سے کیسے چھٹکارا حاصل
کرے کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور وہی آدمی جو اسے یہاں چھوڑ کر گیا
تھا اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ اس کے ایک
ہاتھ میں خاردار کوڑا تھا۔

"اب تم سچ سچ بتاؤ کہ تم کون ہو۔ کس کی مخبری کے لئے
یہاں آئے ہو ورنہ یہ کوڑا دیکھ رہے ہو۔ یہ تمہارے جسم کا ریشہ
ریشہ علیحدہ کر دے گا"...... اس آدمی نے ٹائیگر کے سامنے آ کر
کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

" تمہارا نام کیا ہے"....... ٹائیگر نے اطمینان بھرے لہجے میں پوچھا۔

" میرا نام وکی ہے"....... اس آدمی نے کہا۔

" یہ راڈز کس طرح نمودار ہوئے ہیں۔ کیا تم نے یا تمہارے کسی آدمی نے باہر سے بٹن دبایا ہے"....... ٹائیگر نے کہا۔

" یہ ظاہر آٹومیٹک ہوتے ہیں لیکن غائب خود کئے جاتے ہیں۔ یہ ساری کرسیاں اسی سسٹم پر بنائی گئی ہیں۔ جیسے ہی تمہارا وزن سیٹ پر پڑا یہ آٹومیٹک طور پر باہر نکل آئے لیکن یہ غائب اس وقت ہوں گے جب ہم انہیں غائب کریں گے"....... وکی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" کیا یہ عقب میں جا کر بٹن پریس کرنے سے بھی غائب ہوتے ہیں"....... ٹائیگر نے کہا۔

" ہاں۔ لیکن تم یہ باتیں چھوڑو۔ جو میں نے پوچھا ہے اس کا جواب دو"....... وکی نے اس بار قدرے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

" میں تمہارے سب سوالوں کا جواب دینے کے لئے تیار ہوں اس لئے کہ میرا نہ ہی کسی سرکاری تنظیم سے کوئی تعلق ہے اور نہ اس مقصد کے لئے یہاں آیا ہوں۔ میں دارالحکومت کی زیر زمین دنیا کا ایک آدمی ہوں۔ وکٹر کا ایک دوست ہے تاجو جو ایک پرانے محلے کے ہوٹل کا مالک ہے اس نے ایک خصوصی پیغام وکٹر کے لئے دے کر بھیجا ہے۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وکٹر یہاں ہے اس لئے میں

تھ پورے گیا۔ وہاں ہوٹل والے نے مجھے بتایا کہ وکٹر بادشاہ کے پاس رجان جزیرے پر گیا ہے۔ چنانچہ میں لانچ لے کر یہاں آ گیا۔ یہاں ہوٹل سے مجھے یہاں بھجوایا گیا اور بس"....... ٹائیگر نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

" کیا پیغام ہے وکٹر کے لئے"....... وکی نے کہا۔

" جو لڑکی وکٹر فورٹ ٹاؤن سے لے آیا تھا اس سلسلے میں پیغام ہے لیکن یہ صرف وکٹر کو ہی دیا جا سکتا ہے۔ تم اسے بلا لو میں تو یہاں جکڑا ہوا ہوں۔ ظاہر ہے میں تو ہاتھ پیر بھی نہیں ہلا سکتا اس لئے اسے یا تمہیں مجھ سے کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔ میں اسے پیغام دے دوں گا اور وہ چاہے تو بے شک دارالحکومت سے میرے بارے میں اور پیغام کے بارے میں تصدیق کر لے"....... ٹائیگر نے جواب دیا۔

" تمہارا اطمینان اور سکون بتا رہا ہے کہ تم درست آدمی ہو۔ بہرحال ٹھیک ہے میں سردار کو بتا دیتا ہوں پھر سردار جو فیصلہ کرے"....... وکی نے کہا اور تیزی سے مڑ کر واپس چلا گیا۔ ٹائیگر نے اس کے باہر جاتے ہی اپنا پیر موڑا اور چند لمحوں کی کوشش کے بعد اس کا پیر عقبی پائے تک پہنچ گیا۔ اس نے بوٹ کے اوپر والے حصے کو عقبی پائے پر پھیرا تو اسے محسوس ہو گیا کہ پائے پر باقاعدہ ایک بٹن موجود ہے اور وہ آسانی سے اسے پریس کر سکتا ہے اس لئے اس نے پیر کو واپس کھینچ لیا۔ وہ اب بادشاہ اور وکٹر کے آنے تک کوئی ایسا کام نہ کرنا چاہتا تھا جس سے اس کے لئے کوئی پریشانیاں پیدا

ہوں اس لئے اب وہ خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک بھاری جسم کا آدمی جس کے جسم پر ماہی گیروں جیسا لباس تھا اور سر پر چھوٹے چھوٹے لیکن گھنگریالے بال موجود تھے۔ اس نے ماہی گیروں کے مخصوص انداز میں دونوں کانوں میں بالیاں پہنی ہوئی تھیں، اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے ایک نوجوان تھا جس نے جینز کی پتلون اور پھول دار شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر بھی خباثت صاف نظر آ رہی تھی۔

" تو یہ ہے ٹائیگر "...... پہلے اندر داخل ہونے والے نے ٹائیگر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

" ہاں۔ میرا نام ٹائیگر ہے۔ تم بادشاہ ہو اور یہ شاید وکٹر ہے "...... ٹائیگر نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

" ہاں۔ تم نے وکٹر کو کیا پیغام دینا ہے۔ بولو "...... بادشاہ نے کہا۔

" میں وکٹر کو لینے آیا ہوں۔ اس نے میرے ساتھ دارالحکومت جانا ہے "...... ٹائیگر نے اسی طرح اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

" کیوں "...... بادشاہ نے چونک کر کہا۔ وکٹر بھی بے اختیار اچھل پڑا تھا۔

" اس لئے کہ جس لڑکی کو فورٹ ٹاؤن سے لے آیا تھا اس کا جھگڑا پڑ گیا ہے اور جب تک یہ نہیں جائے گا جھگڑا نہیں نمٹ سکتا "...... ٹائیگر نے کہا۔

" کیسا جھگڑا۔ کیا کہہ رہے ہو تم "...... اس بار وکٹر نے آگے بڑھ کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" وہ لڑکی فرار ہو گئی ہے اور حالات خراب ہو گئے ہیں "۔ ٹائیگر نے اس بار اندھیرے میں تیر پھینکتے ہوئے کہا۔

" فرار ہو گئی ہے۔ اوہ نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ جارج تو اس معاملے میں آکٹوپس ہے۔ نہیں۔ تم کون ہو۔ سچ سچ بتاؤ ورنہ میں تمہاری ایک ایک ہڈی علیحدہ کر دوں گا "...... وکٹر نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

" یہ کوئی خاص آدمی ہے وکٹر۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ اس آدمی کی یہاں آمد ہمارے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے اس لئے اس سے سچ اگلوانا ضروری ہے "...... بادشاہ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے زور سے تالی بجائی تو دروازہ کھلا اور وکی اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں کوڑا موجود تھا۔ ٹائیگر نے اپنا پیر پہلے ہی موڑ رکھا تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ بیٹھے بیٹھے تھک جانے کی وجہ سے ایسا کر رہا ہو۔ اس کے علاوہ بادشاہ یا وکٹر دونوں میں سے کسی نے بھی اس کے پیروں کی طرف توجہ نہ دی تھی۔ ظاہر ہے ان کے تصور میں بھی نہ تھا کہ اس طرح بندھا ہوا آدمی پیر موڑ کر عقبی طرف موجود بٹن بھی پریس کر سکتا ہے جبکہ ٹائیگر نے اس کی خصوصی پریکٹس کی ہوئی تھی۔

" جی سردار "...... وکی نے اندر آتے ہوئے کہا۔

" اس کی زبان کھلواؤ۔ اس سے سچ اگلواؤ"....... بادشاہ نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

" ابھی لو سردار"....... وکی نے کہا اور تیزی سے کوڑا پٹخاتے ہوئے آگے بڑھا۔ اب ٹائیگر نے حرکت میں آجانا مناسب سمجھا اور پھر اس سے پہلے کہ وکی کوڑا اسے مارتا کھٹاک کی آواز کے ساتھ ہی ٹائیگر کے جسم کے گرد راڈز غائب ہو گئے اور اس کے ساتھ ہی ٹائیگر کا جسم یکلخت کسی سپرنگ کی طرح اچھلا اور دوسرے لمحے وکی چیختا ہوا اچھل کر پشت کے بل نیچے جا گرا جبکہ کوڑا ٹائیگر کے ہاتھ میں تھا۔ بادشاہ اور وکٹر نے تیزی سے دروازے کی طرف مڑنا چاہا لیکن ٹائیگر نے بجلی کی سی تیزی سے کوڑے والا بازو لہرایا اور وہ دونوں چیختے ہوئے اچھل کر دور جا گرے۔ ٹائیگر کا دوسرا ہاتھ اس کی جیکٹ کی جیب کی طرف بڑھ گیا تھا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ تینوں سنبھلتے کمرہ مشین پسٹل کی تڑتڑاہٹ کے ساتھ ہی چیخوں سے گونج اٹھا۔ کمرے کا بھاری دروازہ بند تھا اس لئے ٹائیگر مطمئن تھا کہ ساؤنڈ پروف ہونے کی وجہ سے نہ ہی فائرنگ کی آوازیں باہر جا رہی ہوں گی اور نہ ہی چیخوں کی۔ مشین پسٹل کی گولیوں نے بادشاہ اور وکی دونوں کو ایک لمحے میں چھلنی کر کے رکھ دیا تھا جبکہ وکٹر کا چہرہ یکلخت زرد پڑ گیا تھا اور اس نے گھگھیائے ہوئے انداز میں دونوں ہاتھ اس طرح جوڑ دیئے تھے جیسے وہ ٹائیگر سے اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہا ہو۔

" اٹھو اور اس کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ اٹھو ورنہ گولی مار دوں گا"۔ ٹائیگر

نے غراتے ہوئے کہا اور وکٹر تیزی سے اٹھا اور پھر جیسے ہی کرسی پر بیٹھا کھٹاک کی آواز کے ساتھ ہی راڈز اس کے جسم کے گرد نمودار ہو گئے۔ ٹائیگر تیزی سے مڑا اور اس نے دروازے کو اندر سے لاک کر دیا۔ اس نے موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ وکٹر کو ساتھ لے جانے کی بجائے اس سے ساری معلومات یہیں حاصل کر لے کیونکہ بادشاہ کی ہلاکت کے بعد ظاہر ہے اب یہاں سے نکلنا بھی مشکل ثابت ہو سکتا تھا۔ کجا یہ کہ وکٹر کو بھی ساتھ لے جاتا اور پھر وکٹر کو ساتھ لے جانے کا مقصد بھی اس سے معلومات حاصل کرنا تھا۔ اسے باہر موجود مسلح افراد کی فکر نہ تھی کیونکہ بادشاہ اندر تھا اس لئے وہ یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ بادشاہ وکٹر اور وکی ٹائیگر سے پوچھ گچھ کر رہے ہوں گے۔

" ہاں۔ اب بتاؤ کہ تم نے فورٹ ٹاؤن سے اغوا کی جانے والی لڑکی کس جارج کے حوالے کی تھی"....... ٹائیگر نے ہاتھ میں موجود کوڑے کو پٹختے ہوئے کہا۔

" سٹار ہوٹل کے مالک جارج کے پاس میں نے فروخت کیا تھا اسے"....... وکٹر نے جواب دیا۔

" کہاں ہے یہ سٹار ہوٹل"....... ٹائیگر نے پوچھا۔

" راجہ بازار کی نکڑ پر۔ جارج اس کا مالک ہے۔ وہ دارالحکومت کا بڑا سپلائر ہے"....... وکٹر اب خود ہی سب کچھ بتائے چلا جا رہا تھا۔

" وہ لڑکیاں کسے سپلائی کرتا ہے اور کیوں"....... ٹائیگر نے

پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ وہ لڑکیوں کا سپلائر ہے۔ میرے علاوہ بھی اور بہت سے لوگ اسے اغوا شدہ لڑکیاں فروخت کرتے ہیں"...... وکٹر نے کہا۔

"یہ لڑکیاں کہاں پہنچائی جاتی ہیں"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"یہاں بادشاہ کے پاس"...... وکٹر نے جواب دیا تو ٹائیگر بے اختیار اچھل پڑا۔

"کیا مطلب۔ تم تو جارج کا نام لے رہے تھے"...... ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"بادشاہ جارج کا ہی آدمی ہے۔ یہاں کا اصل مالک جارج ہے"...... وکٹر نے جواب دیا۔

"یہاں لڑکیاں کہاں رکھی جاتی ہیں"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"یہیں اس عمارت کے نیچے خاص تہہ خانے بنے ہوئے ہیں"۔ وکٹر نے جواب دیا۔

"تم یہاں کیوں آئے تھے"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"لڑکیوں کی رقم ہمیں بادشاہ سے ہی ملتی ہے اس لئے ہمیں یہاں بادشاہ کے پاس آنا پڑتا ہے"...... وکٹر نے جواب دیا۔

"فورٹ ٹاؤن سے تم نے جو لڑکی اٹھائی تھی اسے بھی یہیں پہنچایا تھا"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"ہاں"...... وکٹر نے جواب دیا۔

"ان لڑکیوں کا کیا کیا جاتا ہے"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"کچھ لڑکیاں غیر ممالک کو فروخت کر دی جاتی ہیں۔ کچھ کالی فلمیں بنانے والوں کے لئے اغوا کی جاتی ہیں۔ کچھ ہمارے دھندوں کے لئے"...... وکٹر نے جواب دیا۔

"یہ بات کیسے معلوم ہوتی ہے کہ کون سی لڑکی کس دھندے کے لئے ہے"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"ہمیں خاص ہدایات دی جاتی ہیں کیونکہ جس مقصد کے لئے لڑکی چاہئے ہوتی ہے اس طرح کی لڑکی کو ہی اغوا کیا جاتا ہے"۔ وکٹر نے جواب دیا۔

"فورٹ ٹاؤن والی لڑکی کو کس مقصد کے لئے اغوا کیا گیا تھا"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"فلموں کے لئے"...... وکٹر نے جواب دیا۔

"لیکن اس کے لئے دیہات سے کیوں لڑکی اٹھائی گئی تھی۔ شہر میں لڑکیاں نہیں ہوتیں"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"فلموں کے لئے صحت مند اور بے داغ لڑکیاں چاہئے ہوتی ہیں۔ ایسی لڑکیاں عام طور پر دیہاتوں سے ہی اٹھائی جاتی ہیں۔ اس لڑکی کو بھی سلامو نے منتخب کر کے اغوا کیا تھا۔ سلامو بھی بھاری رقم لیتا ہے"...... وکٹر نے جواب دیا۔

"لیکن اگر لڑکی فلموں میں کام نہ کرے تو"...... ٹائیگر نے کہا۔

"اسے کرنا پڑتا ہے۔ یہ لوگ سب طریقے جانتے ہیں"...... وکٹر

نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس وقت یہاں کتنی لڑکیاں موجود ہیں"....... ٹائیگر نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ بادشاہ کو معلوم ہوگا اور سنو۔ تم نے بادشاہ کو ہلاک کر دیا ہے اس لئے اب تم زندہ یہاں سے باہر نہیں جا سکو گے۔ ہاں اگر تم مجھے چھوڑ دو تو میں تمہیں اپنے ساتھ لے جا سکتا ہوں۔ میرے ساتھ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ تمہیں کچھ نہیں کہیں گے"....... دکٹر نے کہا۔

"یہاں کتنے آدمی موجود ہیں"....... ٹائیگر نے پوچھا۔

"بہت ہیں"....... دکٹر نے جواب دیا۔

"اوکے۔ جتنے بھی ہوں گے بہرحال میں نمٹ لوں گا"....... ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کوڑا پھینک کر مشین پسٹل اس کی طرف سیدھا کر دیا۔

"مجھے مت مارو۔ مجھے مت مارو"....... دکٹر نے گھگھیائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میرا بس چلے تو تمہیں ایک لاکھ بار زندہ کر کے ایک لاکھ بار ہلاک کروں"....... ٹائیگر نے انتہائی نفرت بھرے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹریگر دبا دیا۔ تڑتڑاہٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی کمرہ دکٹر کی کربناک چیخوں سے گونج اٹھا۔

"تم انسان ہی نہیں ہو۔ بھیڑیئے ہو بھیڑیئے"....... ٹائیگر نے

اسی طرح نفرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر مشین پسٹل جیب میں ڈال کر وہ ایک مشین گن کی طرف جھپٹا جو ایک طرف فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ یہاں موجود ہر آدمی کو ختم کر دے گا۔ اس نے میگزین چیک کیا اور پھر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

جارج انتہائی پریشانی کے عالم میں کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اس کی
نظریں بار بار میز پر موجود فون کی طرف اٹھ جاتی تھیں لیکن فون
خاموش تھا۔ جارج کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات واضح تھے۔
" یہ۔ یہ کون ہو سکتا ہے۔ یہ کس طرح ہوا" ...... جارج نے
اپنی مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج
اٹھی تو وہ بجلی کی سی تیزی سے مڑا اور اس نے اس طرح جھپٹ کر
رسیور اٹھا لیا جیسے اسے خطرہ ہو کہ اگر اسے ایک لمحے کی بھی دیر ہو
گئی تو فون بند ہو جائے گا۔
" ہیلو۔ جارج بول رہا ہوں" ...... جارج نے تیز لہجے میں کہا۔
" واکر بول رہا ہوں جارج" ...... دوسری طرف سے ایک مردانہ
آواز سنائی دی۔
" ہاں۔ کیا ہوا۔ کچھ پتہ چلا" ...... جارج نے انتہائی بے چین لہجے

میں کہا۔
" ہاں اور یہ خبر تمہارے لئے اچھی نہیں ہے۔ ٹائیگر کا تعلق ویسے
تو زیر زمین دنیا سے ہے لیکن اس کے تعلقات ایک ایسے آدمی سے
ہیں جو پوری دنیا میں سب سے خطرناک سیکرٹ ایجنٹ سمجھا جاتا
ہے۔ اس کا نام علی عمران ہے اور انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ فیاض
جس نے رجان جزیرے پر چھاپہ مارا ہے وہ بھی اس عمران کا ہی
دوست ہے اور یہ بھی سن لو کہ تمہاری تلاش میں ٹائیگر اور عمران
ستار ہوٹل بھی گئے تھے لیکن تمہاری خوش قسمتی ہے کہ تمہیں پہلے
ہی اطلاع مل گئی اور تم وہاں سے غائب ہو گئے" ...... دوسری طرف
سے کہا گیا۔
" ہونہہ۔ یہ کہاں رہتے ہیں۔ ان کے پتے کیا ہیں" ...... جارج
نے اس بار مطمئن لہجے میں کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے دوسری
طرف سے تفصیل سننے کے بعد اس کی ساری پریشانی ختم ہو گئی ہو۔
" ٹائیگر ہوٹل الاسکا کی تیسری منزل پر رہتا ہے جبکہ علی عمران
کنگ روڈ کے فلیٹ نمبر دو سو میں رہتا ہے لیکن یہ بتا دوں جارج کہ
فی الحال کسی دوسرے ملک میں چلے جاؤ۔ یہ عفریت ہیں۔ عفریت۔
ان سے ٹکرانے کا خیال تک دل میں نہ لانا" ...... دوسری طرف سے
کہا گیا۔
" تم فکر مت کرو۔ میں احمق نہیں ہوں۔ بہرحال تمہارا شکریہ
کہ تم نے اتنے کم وقت میں معلومات حاصل کر لیں" ...... جارج

نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر اس نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس
نے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"حشمت بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز
سنائی دی۔

"جارج بول رہا ہوں حشمت"...... جارج نے تیز لہجے میں کہا۔

"حکم باس"...... دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا
گیا۔

"الاسکا ہوٹل کی تیسری منزل پر ایک کمرے میں ایک آدمی ٹائیگر
رہتا ہے اور کنگ روڈ کے فلیٹ نمبر دو سو میں ایک آدمی علی عمران
رہتا ہے ان دونوں کو آج ہر صورت میں ہلاک ہو جانا چاہئے۔ ہر
صورت میں"...... جارج نے تیز لہجے میں کہا۔

"ان کے حلیئے وغیرہ باس"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ جو کچھ مجھے معلوم تھا وہ میں نے بتا دیا ہے
لیکن اگر یہ کام آج شام تک نہ ہوا تو تم اپنے پورے گروپ سمیت
زندہ دفن کر دیئے جاؤ گے۔ سمجھے"...... جارج نے تیز لہجے میں کہا۔

"بے فکر رہیں باس۔ کام ہو جائے گا۔ آپ اس وقت کہاں سے
بول رہے ہیں"...... حشمت نے کہا۔

"تمہیں رپورٹ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے خود بخود اطلاع
مل جائے گی"...... جارج نے کہا اور ایک بار پھر اس نے کریڈل دبا
کر ٹون آنے پر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"گرینڈ ہوٹل"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی
دی۔

"جارج بول رہا ہوں۔ سیف خان سے بات کراؤ"...... جارج
نے تیز لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ ہولڈ آن کریں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو۔ سیف خان بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک بھاری
سی آواز سنائی دی۔

"جارج بول رہا ہوں سیف خان"...... جارج نے کہا۔

"تم نے ابھی تک مال نہیں بھجوایا۔ پارٹی بار بار معلوم کر رہی
ہے"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"مال پکڑا گیا ہے سیف خان۔ اس لئے فوری ڈیلیوری نہیں ہو
سکتی۔ میں نے اسی لئے فون کیا ہے"...... جارج نے کہا۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ مال پکڑا گیا ہے۔ یہ کیسے ہوا"۔ دوسری
طرف سے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

"کاروباری رقابت کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔ مخبری ہو گئی ہے۔
بہرحال میں نے سب کچھ سنبھال لیا ہے اس لئے گھبرانے کی ضرورت
نہیں ہے لیکن مال اب فوری نہیں مل سکتا۔ ظاہر ہے کچھ دن تو لگ
جائیں گے"...... جارج نے کہا۔

"کتنے دن"...... دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"کم از کم ایک ماہ۔ ہاں اگر تم چاہو تو تمہاری رقم تمہیں واپس

مل سکتی ہے"...... جارج نے کہا۔

" اوہ نہیں جارج۔ اس کی ضرورت نہیں ہے لیکن کیا دس بارہ دنوں میں کام نہیں ہو سکتا"...... سیف خان نے کہا۔

" نہیں۔ جو میں نے کہہ دیا ہے وہ فائنل ہے"...... جارج نے کہا۔

" او کے ٹھیک ہے۔ چونکہ تم جیسا مال اور کوئی سپلائی نہیں کر سکتا اس لئے مجبوری ہے۔ بہرحال میں پارٹی کو مطمئن کر لوں گا"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو جارج نے او کے کہہ کر رسیور رکھ دیا لیکن چند لمحوں بعد اس نے پھر رسیور اٹھایا اور ایک بار پھر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

" واکر بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے وہی آواز سنائی دی جس نے پہلے ٹائیگر اور عمران کے بارے میں اطلاع دی تھی۔

"جارج بول رہا ہوں واکر"...... جارج نے کہا۔

" اوہ تم۔ کیسے فون کیا ہے"...... دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

" تم اپنے آدمیوں کو کہہ دو کہ وہ الاسکا ہوٹل اور کنگ روڈ کے فلیٹ کی نگرانی کرتے ہیں۔ میں نے ان دونوں کی فوری ہلاکت کے احکامات دے دیئے ہیں۔ جیسے ہی یہ دونوں ہلاک ہوں تم نے اسی نمبر پر مجھے اطلاع دینی ہے کیونکہ میں اپنے آدمیوں کو یہ خفیہ نمبر نہیں دے سکتا"...... جارج نے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ میں اطلاع کر دوں گا۔ کیا تم نے حشمت خان اور اس کے گروپ کو اس کام پر لگایا ہے"...... واکر نے کہا۔

" ہاں۔ لیکن تمہیں کیسے علم ہوا ہے"...... جارج نے چونک کر پوچھا۔

" میرا اندازہ تھا۔ بہرحال ٹھیک ہے۔ یہ گروپ شاید کام دکھا جائے"...... واکر نے کہا۔

" ضرور دکھائے گا۔ تم بے فکر رہو۔ بہرحال تم نے مجھے اطلاع دینی ہے تاکہ میں پھر اپنا معمول کا کام کر سکوں"...... جارج نے کہا۔

" او کے"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور جارج نے اس بار اطمینان بھرے انداز میں رسیور رکھ دیا اور پھر میز پر موجود شراب کی بوتل اٹھا کر اس نے منہ سے لگالی۔

عمران نے کار روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ اس بلڈنگ کی سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر دوسری منزل پر پہنچ گیا۔ اس بلڈنگ میں صدیقی کا فلیٹ تھا اور عمران اس وقت صدیقی سے ہی ملنے آیا تھا۔ صدیقی کے فلیٹ کا دروازہ بند تھا۔ عمران نے کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔

"کون ہے"...... اندر سے صدیقی کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔

"علی عمران"...... عمران نے اونچی آواز میں کہا تو دروازہ کھل گیا۔

"آئیے آئیے۔ آپ کی کمی بڑی شدت سے محسوس کی جا رہی تھی"...... صدیقی نے سلام دعا کے بعد ایک طرف ہٹتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"یعنی دولہا کی۔ واہ۔ دلہن۔ بارات۔ گواہ۔ سب موجود ہیں۔ بہت خوب"...... عمران نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا تو صدیقی

دروازہ بند کرتے ہوئے بے اختیار ہنس پڑا۔

"فور سٹارز کی میٹنگ ہو رہی ہے اور ٹو ٹنکل سٹار کے بغیر بے چارے فور سٹارز کو کچھ نظر ہی نہیں آ رہا"...... صدیقی نے کہا تو اس کے اس خوبصورت فقرے پر عمران بھی بے اختیار ہنس پڑا۔

"مطلب ہے کہ بلائنڈ سٹارز۔ واہ۔ کیا خوبصورت اصطلاح ہے"...... عمران نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"یہ آپ کسے بلائنڈ سٹار کہہ رہے ہیں عمران صاحب"...... کمرے میں موجود نعمانی نے کہا۔ وہ سب عمران کی آمد پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے تو صدیقی نے ساری بات بتا دی اور وہ سب ہنس پڑے۔

"یہ میٹنگ کس سلسلے میں ہو رہی ہے۔ اگر تو کسی نیک مقصد کے لئے ہو رہی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ"...... عمران بات کرتے کرتے خاموش ہو گیا۔

"ورنہ کیا"...... صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ورنہ میں اپنے کان بند کر لوں گا"...... عمران نے جواب دیا۔

"اور منہ کھول لوں گا"...... خاور نے ترکی بہ ترکی کہا اور کمرہ بے اختیار قہقہوں سے گونج اٹھا۔ عمران بھی خاور کے اس جواب پر بے اختیار ہنس پڑا تھا۔

"عمران صاحب۔ ہم اس پوائنٹ پر بات کر رہے تھے کہ چوہان کی وجہ سے جو مشن سامنے آیا ہے اس سلسلے میں باقاعدگی سے کام کیا جائے لیکن ہمارے پاس کام کرنے کے لئے کوئی لائن آف ایکشن

نہیں ہے"...... صدیقی نے اس بار انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

" کیوں نہیں ہے۔ یہاں دارالحکومت میں ویڈیو کیسٹوں کی دکانیں حشرات الارض کی طرح پھیلی ہوئی ہیں۔ وہاں سے پتہ چلاؤ کہ کالی فلمیں کہاں سے آتی ہیں۔ پھر انہیں پکڑو اور آگے بڑھتے چلے جاؤ"...... عمران نے کہا۔

" ہم نے ایسا کر کے دیکھ لیا ہے۔ ایک بھی دکان ایسی نہیں ہے جس نے ایسی فلموں کی موجودگی کی حامی بھری ہو بلکہ جس سے بھی بات کی ہے اس نے اس طرح کانوں کو ہاتھ لگائے ہیں اور اس قدر خشوع و خضوع سے لاحول پڑھا ہے کہ الٹا ہمیں شرمندہ ہونا پڑا ہے"...... صدیقی نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

" تمہیں تو کوئی مر کر بھی نہیں بتائے گا"...... عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

" کیوں"...... سب نے چونک کر پوچھا۔

" تمہارے مخصوص قدوقامت۔ تمہارا مخصوص انداز۔ اس کے باوجود کوئی احمق ہی اس معاملے میں تم سے بات کرے گا۔ وہ تمہیں دیکھتے ہی سمجھ جاتے ہوں گے کہ تمہارا تعلق کسی سرکاری ایجنسی سے ہے اور بہرحال ایسی فلمیں رکھنا بھی سنگین جرم ہے"۔ عمران نے کہا تو سب نے اس انداز میں سر ہلا دیئے جیسے عمران کی بات کی تصدیق کر رہے ہوں۔

" اوہ۔ اس بات کا تو واقعی ہمیں خیال تک نہ آیا تھا"۔ صدیقی

نے کہا۔

" عمران صاحب۔ ہمیں اخبار سے معلوم ہوا ہے کہ رجان جزیرے پر سوپر فیاض نے چھاپہ مارا ہے اور وہاں سے منشیات، اسلحہ اور غیر ملکی شراب کے ساتھ ساتھ ایسی لڑکیاں بھی ملی ہیں جنہیں مختلف جگہوں سے اغوا کیا گیا تھا۔ کیا یہ وہی سلسلہ ہے جس میں چوہان زخمی ہوا تھا"...... خاور نے کہا۔

" ہاں۔ فورٹ ٹاؤن سے جس لڑکی کو اغوا کیا گیا تھا وہ بھی دستیاب ہو گئی ہے۔ اسے ایک آدمی وکٹر نے وہاں کے غنڈے سلامو کے ذریعے اغوا کیا تھا اور وکٹر ہی وہ آدمی تھا جس نے چوہان پر فائرنگ کی تھی۔ ٹائیگر نے اس وکٹر کو ٹریس کیا اور پھر وہ اسے ٹریس کرتے ہوئے رجان جزیرے پر پہنچ گیا"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے وہاں کے بارے میں تفصیل بتا دی۔

" لیکن سوپر فیاض کیسے وہاں پہنچ گیا تھا۔ کیا ٹائیگر نے کال کیا تھا اسے"...... صدیقی نے پوچھا۔

" نہیں۔ ٹائیگر نے وہاں موجود تمام مسلح افراد کو ہلاک کر دیا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر پر مجھے تفصیل بتائی تو میں نے سوپر فیاض کو وہاں بھجوا دیا تھا"...... عمران نے جواب دیا۔

" لیکن وکٹر سے تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ آگے کیا سلسلہ ہے"۔ خاور نے پوچھا۔

" ہاں۔ ایک آدمی جارج کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ اصل

آدمی وہی ہے۔ رجان جزیرے پر بھی اسی کا ہی سلسلہ تھا۔ وہ مقامی ہوٹل کا مالک ہے۔ پھر بعد میں ٹائیگر وہاں گیا تھا لیکن وہ غائب ہو چکا تھا۔ ظاہر ہے اسے رجان جزیرے کے بارے میں اطلاع مل گئی ہو گی اور اس کے کسی آدمی کو بھی معلوم نہیں ہے کہ وہ کہاں ہے"۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اگر وہ مین آدمی ہے تو اسے تلاش کیا جا سکتا ہے"...... صدیقی نے کہا۔

"میں نے ٹائیگر کے ذمے لگا دیا ہے۔ وہ اسے تلاش کر رہا ہے۔ وہ چونکہ زیر زمین دنیا میں کام کرتا ہے اس لئے وہ زیادہ آسانی سے اسے ٹریس کر لے گا"...... عمران نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی اچانک فون کی گھنٹی بج اٹھی اور صدیقی نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"صدیقی بول رہا ہوں"...... صدیقی نے کہا۔

"جولیا بول رہی ہوں صدیقی۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ عمران کہاں ہے"...... دوسری طرف سے جولیا نے انتہائی تشویش ناک لہجے میں پوچھا۔

"کیوں۔ خیریت۔ یہ آج عمران صاحب کی تلاش کیوں ہو رہی ہے"...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"عمران کے فلیٹ پر حملہ ہوا ہے اور سلیمان کو گولیاں مار کر شدید زخمی کیا گیا ہے اور سلیمان اب سپیشل ہسپتال میں ہے۔

چیف نے مجھے کال کر کے حکم دیا ہے کہ میں عمران کو تلاش کروں اس لئے میں سب کے فلیٹس پر فون کر رہی ہوں"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران سمیت سب بے اختیار اچھل پڑے۔

"عمران بول رہا ہوں جولیا۔ یہ کیا کہہ رہی ہو تم"...... عمران نے انتہائی بے چین سے لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ تم یہاں ہو۔ شکر ہے کہ تم مل گئے۔ تمہارے فلیٹ پر کسی نے سلیمان پر فائرنگ کر کے اسے شدید زخمی کر دیا ہے۔ تم فوراً سپیشل ہسپتال پہنچو۔ سلیمان وہیں ہے"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے رسیور کریڈل پر پٹخا اور اٹھ کر بجلی کی سی تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار تیزی سے سڑک پر دوڑتی ہوئی سپیشل ہسپتال کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ سلیمان کے شدید زخمی ہونے کی خبر سن کر اس کے ذہن میں مسلسل دھماکے ہو رہے تھے اور اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا دل کسی نے مٹھی میں لے لیا ہو۔ وہ ٹریفک سے بے نیاز انتہائی تیز رفتاری سے کار دوڑاتا ہوا آگے بڑھا چلا جا رہا تھا اور پھر تھوڑی دیر بعد اس کی کار سپیشل ہسپتال پہنچ گئی۔ اس نے ایک جھٹکے سے کار روکی اور پھر باہر نکل کر وہ دوڑتا ہوا آگے بڑھا اور پھر ڈاکٹر صدیقی اسے برآمدے میں ہی مل گئے۔

"ڈاکٹر صاحب سلیمان کا کیا حال ہے"...... عمران نے انتہائی بے چین سے لہجے میں پوچھا۔

"وہ شدید زخمی ہوا ہے۔ اسے چار گولیاں لگی ہیں جن میں سے دو انتہائی خطرناک تھیں۔ اس کا آپریشن کر دیا گیا ہے۔ ویسے اب اس کی حالت خطرے سے باہر ہے"...... ڈاکٹر صدیقی نے جواب دیا تو عمران نے یوں سانس لیا جیسے یہ خبر سننے کے بعد وہ پہلی بار سانس لے رہا ہو۔

"کیا وہ ہوش میں ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"ہاں۔ آؤ"...... ڈاکٹر صدیقی نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد عمران کمرے میں داخل ہوا تو سلیمان بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر کمبل تھا۔ کمرے میں دو ڈاکٹر اور دو نرسیں موجود تھیں جبکہ خون کی بوتل بھی سٹینڈ پر لٹکی ہوئی تھی۔ سلیمان کا چہرہ زرد تھا اور اس نے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں۔

"سلیمان"...... عمران نے قریب جا کر کہا تو سلیمان نے آنکھیں کھولیں اور پھر عمران کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں چمک سی لہرائی۔

"آپ آ گئے صاحب۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ بچ گئے"...... سلیمان نے آہستہ سے کہا۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ خدا کا شکر تو مجھے ادا کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بچا لیا ہے۔ نئی زندگی دی ہے"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"وہ آپ کو ہلاک کرنے آئے تھے صاحب"...... سلیمان نے جواب دیا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"آپ صاحبان ذرا باہر جائیں"...... عمران نے ڈاکٹر اور نرسوں سے کہا تو وہ سب خاموشی سے کمرے سے باہر چلے گئے کیونکہ وہ سب عمران کو اچھی طرح جانتے تھے۔

"ہاں۔ اب بتاؤ کیا ہوا تھا۔ کون مجھے ہلاک کرنے آیا تھا"۔ عمران نے کہا۔ پھر اس سے پہلے کہ سلیمان کوئی جواب دیتا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر صدیقی اندر داخل ہوا۔

"عمران صاحب۔ سلیمان کی حالت ابھی پوری طرح نہیں سنبھل سکی اس لئے آپ زیادہ دیر اس سے بات نہیں کریں گے۔ میں صرف یہی کہنے آیا ہوں"...... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ آپ کی مہربانی"...... عمران نے کہا تو ڈاکٹر صدیقی سر ہلاتے ہوئے واپس چلے گئے۔

"اب تم مختصر لفظوں میں بتا دو سلیمان"...... عمران نے کہا۔

"میں مارکیٹ سے واپس آیا اور ابھی میں کچن میں پہنچا ہی تھا کہ کال بیل کی آواز سنائی دی۔ میں واپس گیا۔ میں نے پوچھا کہ کون ہے تو کسی نے باہر سے پوچھا کہ کیا تم علی عمران ہو۔ میں نے یہ سن کر دروازہ کھولا تو باہر ایک بڑی بڑی مونچھوں والا اوباش سا آدمی کھڑا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں۔ اس نے مجھے غور سے دیکھا۔ نجانے اس کی نظروں میں کیا تھا کہ میرے جسم کے اندر خوف کی لہر سی دوڑ گئی۔

"تم ہو علی عمران"...... اس آدمی نے غراتے ہوئے لہجے میں

کہا۔

"ہاں۔ کیوں"...... میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا تو اس نے بجلی کی سی تیزی سے جیکٹ کی جیب سے مشین پسٹل نکالا اور پیشتر اس سے پہلے کہ میں سنبھلتا اس نے مجھ پر فائر کھول دیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے جسم میں جلتے ہوئے انگارے گھس گئے ہوں۔ اس کے ساتھ ہی میرے ذہن پر اندھیرا سا چھا گیا اور میرا سانس گلے میں اٹک گیا۔ پھر مجھے ہوش آیا تو میں یہاں موجود تھا۔ ڈاکٹر صدیقی نے مجھے بتایا کہ ٹائیگر مجھے یہاں چھوڑ گیا ہے۔ پھر آپ آ گئے"۔ سلیمان نے کہا اور اس طرح لمبے لمبے سانس لینے لگا جیسے وہ اتنی سی بات کر کے بری طرح تھک گیا ہو۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"پھر تو واقعی حملہ مجھ پر ہوا تھا اور زخمی تم ہو گئے۔ بہرحال اب تم مطمئن رہو۔ اب میں خود ہی انہیں ڈھونڈ لوں گا"...... عمران نے کہا اور اٹھ کر کمرے سے باہر آ گیا۔

"سلیمان کو یہاں ٹائیگر چھوڑ گیا ہے ڈاکٹر صدیقی صاحب"۔ عمران نے ڈاکٹر صدیقی کے دفتر میں پہنچ کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔ وہ آپریشن کے دوران بھی یہاں رہا ہے۔ میں نے اسے باہر آ کر بتایا کہ اب سلیمان خطرے سے باہر ہے تو پھر وہ گیا ہے۔ پھر میں نے چیف کو اطلاع دی"...... ڈاکٹر صدیقی نے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"آپ کے آفس میں ٹرانسمیٹر موجود ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"ٹرانسمیٹر۔ نہیں۔ یہاں ٹرانسمیٹر کا کیا کام"...... ڈاکٹر صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ٹائیگر کو کال کرنا تھا۔ ٹھیک ہے۔ میں کار کے ٹرانسمیٹر سے کال کر لوں گا۔ آپ سلیمان کا خیال رکھیں"...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے عمران صاحب"...... ڈاکٹر صدیقی نے کہا اور عمران انہیں خدا حافظ کہہ کر دفتر سے باہر آیا اور پھر تیزی سے ہسپتال سے نکل کر پارکنگ کی طرف بڑھنے لگا لیکن اسی لمحے دو کاریں اندر داخل ہوئیں اور عمران چونک پڑا کیونکہ یہ نعمانی اور صدیقی کی کاریں تھیں۔

"کیا حال ہے سلیمان کا عمران صاحب"...... صدیقی نے کار سے باہر آتے ہی انتہائی بے چین لہجے میں کہا۔ باقی ساتھی بھی باہر آ گئے تھے۔ ان کے چہروں پر بھی پریشانی تھی۔

"اللہ کا شکر ہے۔ اب اس کی حالت خطرے سے باہر ہے"۔ عمران نے جواب دیا اور سب نے بے اختیار اللہ کا شکر ادا کیا۔

"کچھ پتہ چلا کہ کس نے حملہ کیا ہے اور کیوں"...... خاور نے پوچھا۔

"اصل میں حملہ مجھ پر ہوا ہے لیکن نشانہ سلیمان بن گیا ہے"۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے سلیمان کی بتائی ہوئی تفصیل دوہرا دی۔

"یہ کون ہو سکتا ہے عمران صاحب"...... صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جو کچھ سلیمان نے بتایا ہے اس سے لگتا ہے کہ حملہ آور زیرزمین دنیا کا آدمی تھا اور شاید اس لئے وہ میرا چہرہ نہ پہچانتا تھا اس لئے ہو سکتا ہے کہ یہ اس جارج گروپ کے لوگ ہوں گے۔ انہیں کسی طرح اطلاع مل گئی ہو گی کہ رجان جزیرے پر ریڈ ٹائیگر نے کیا ہے اور ٹائیگر میرا آدمی ہے"...... عمران نے کہا۔

"پھر تو ٹائیگر بھی خطرے میں ہو گا اسے اطلاع ملنی چاہئے"۔ صدیقی نے کہا۔

"وہی تو سلیمان کو یہاں چھوڑ گیا ہے ورنہ تو شاید سلیمان کو یہاں تک پہنچتے پہنچتے زیادہ وقت لگ جاتا اور اس کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی۔ میں اب کار کے ٹرانسمیٹر سے ہی ٹائیگر کو کال کرنے آرہا تھا کہ اس سے تفصیل پوچھوں کہ تم لوگ آ گئے"...... عمران نے جواب دیا۔

"میرے پاس ٹرانسمیٹر ہے"...... صدیقی نے کہا اور جیب سے ایک چھوٹا لیکن جدید ساخت کا لانگ رینج ٹرانسمیٹر نکال کر اس نے عمران کے ہاتھ میں دے دیا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ تمہارے سامنے میں ٹائیگر سے بات کروں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اگر واقعی یہ حملہ اس جارج کی طرف سے ہوا ہے تو پھر یہ

فورسٹارز کا کیس ہے"...... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یعنی تم نے زبردستی فورسٹارز کا کیس بنا لیا ہے اسے"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور صدیقی بے اختیار مسکرا دیا۔ عمران نے ٹرانسمیٹر پر ٹائیگر کی فریکونسی ایڈجسٹ کی اور اسے آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو۔ علی عمران کالنگ۔ اوور"...... عمران نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

"یس۔ ٹائیگر اٹنڈنگ یو باس۔ کیا سلیمان کے بارے میں آپ کو اطلاح مل گئی ہے۔ اوور"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہاں۔ میں ہسپتال سے ہی کال کر رہا ہوں۔ تم کہاں موجود ہو اس وقت۔ اوور"...... عمران نے پوچھا۔

"میں اس وقت ایک گیم کلب کے باہر موجود ہوں باس۔ رابرٹ گیم کلب۔ سلیمان پر حملہ کرنے والے کے بارے میں اطلاع ملی ہے کہ اس کا تعلق گیم کلب سے ہے۔ اوور"...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

"تم میرے فلیٹ پر کیسے بروقت پہنچ گئے تھے۔ تفصیل بتاؤ۔ اوور"...... عمران نے کہا۔

"باس۔ میں کنگ روڈ پر گزر رہا تھا۔ ٹریفک کافی تھا اس لئے میں اپنے خیال میں تھا کہ اچانک میری نظریں آپ کے فلیٹ کی سیڑھیاں چڑھنے والے ایک آدمی پر پڑیں۔ وہ آدمی زیرزمین دنیا کا آدمی لگتا تھا لیکن اس دوران میں ٹریفک کی وجہ سے کافی آگے نکل گیا تھا لیکن یہ

آدمی میرے ذہن میں تھا۔ میں نے آگے جا کر چوک پر گاڑی کو مڑ دیا اور واپس آکر میں نے گاڑی سیڑھیوں کے پاس روکی۔ میرا خیال تھا کہ وہ آدمی ابھی اوپر ہی ہو گا۔ میں سیڑھیاں چڑھ کر اوپر گیا تو میں نے دروازے کے پاس راہداری میں ہی سلیمان کو پڑے ہوئے دیکھا۔ اس پر فائرنگ کی گئی تھی اور وہ شدید زخمی تھا۔ میں سب کچھ بھول گیا۔ میں نے سلیمان کو اٹھایا اور سیڑھیوں سے نیچے آکر اسے کار میں ڈالا اور سیدھا سپیشل ہسپتال لے آیا۔ یہاں ڈاکٹر صدیقی نے اس کا آپریشن کیا۔ میں باہر موجود رہا۔ پھر جب ڈاکٹر صدیقی نے بتایا کہ سلیمان خطرے سے باہر آگیا ہے تو میں ہسپتال سے باہر آیا اور ایک فون بوتھ سے میں نے آپ کے فلیٹ پر فون کیا لیکن وہاں کال اٹنڈ نہ کی گئی تو میں نے رانا ہاؤس فون کیا۔ آپ وہاں بھی موجود نہ تھے تو پھر میں نے چیف کو فون کر کے انہیں سلیمان کے بارے میں اطلاع دی۔ چیف نے مجھے حکم دیا کہ میں حملہ آوروں کو تلاش کروں۔ چنانچہ میں ہسپتال سے واپس آپ کے فلیٹ پر پہنچا۔ فلیٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور پھر نیچے اتر کر میں نے ادھر ادھر سے پوچھ گچھ شروع کی تو سڑک کی دوسری طرف ایک ہوٹل کے بیرے نے مجھے بتایا کہ ایک کار وہاں آکر رکی تھی جس میں چار افراد تھے اور وہ سب ہی خطرناک بدمعاش لگ رہے تھے۔ پھر وہ اسی کار میں بیٹھے رہے۔ پھر ان میں سے ایک اتر کر سڑک کراس کر کے آپ کے فلیٹ پر گیا اور پھر واپس آکر کار میں بیٹھ گیا اور کار آگے بڑھ گئی۔ اس بیرے نے

کار کے نمبر وغیرہ تو نہ دیکھے تھے البتہ ایک آدمی کا حلیہ اس نے بتایا تو مجھے یاد آگیا کہ اس آدمی کو میں جانتا ہوں۔ اس کا نام فلکی ہے اور وہ اکثر ہوٹل اوریگا میں نظر آتا ہے۔ میں وہاں پہنچا اور وہاں جب میں نے معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ اس کا تعلق رابرٹ گیم کلب سے ہے۔ وہ وہیں اٹھتا بیٹھتا ہے۔ چنانچہ میں یہاں پہنچا لیکن وہ یہاں موجود نہ تھا اور اب میں اس کے انتظار میں یہاں موجود ہوں کہ آپ کی کال آگئی ہے۔ اوور"...... ٹائیگر نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"یہ حملہ سلیمان پر نہیں مجھ پر کیا گیا ہے۔ اوور"...... عمران نے کہا اور پھر اس نے سلیمان سے ہونے والی بات چیت دوہرا دی۔

"اوہ۔ میں بھی حیران تھا کہ ان لوگوں کا سلیمان سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ اس کا مطلب ہے باس کہ وہ لوگ آپ کے انتظار میں وہاں موجود تھے۔ اوور"...... ٹائیگر نے کہا۔

"ہاں اور یقیناً کوئی پیشہ ور قاتلوں کا گروپ ہو گا جسے میرے قتل کا ٹاسک دیا گیا ہو گا اور یہ حرکت یقیناً اس بادشاہ، وکٹر اور جارج کے گروپ کی ہو سکتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرے ساتھ ساتھ تم پر قاتلانہ حملے کا حکم بھی دیا گیا ہو گا۔ بہرحال یہ رابرٹ گیم کلب کہاں ہے تاکہ اب اس گروپ کو ٹریس کیا جائے ورنہ انہیں جیسے ہی اطلاع ملے گی کہ میرے بجائے سلیمان پر حملہ ہوا تو وہ یقیناً پھر حملہ کریں گے۔ اوور"...... عمران نے کہا۔

" یس باس۔ اوور"....... ٹائیگر نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رابرٹ گیم کلب کے بارے میں تفصیل بتا دی۔

" میں وہاں آ رہا ہوں۔ اوور اینڈ آل"....... عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے اس نے اسے واپس صدیقی کے حوالے کر دیا۔

" عمران صاحب۔ ہم بھی چلیں آپ کے ساتھ "....... صدیقی نے کہا۔

" نہیں۔ ابھی صورت حال واضح نہیں ہے۔ جب واضح ہو جائے گی تو میں تمہیں خود کال کر لوں گا"....... عمران نے کہا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور عمران اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔

ہوٹل الاسکا سے کچھ فاصلے پر ایک پرانے ماڈل کی کار سڑک کے کنارے موجود تھی جس میں تین افراد سوار تھے۔ وہ سب اپنے حلیوں اور لباس سے زیر زمین دنیا کے افراد ہی لگتے تھے۔

" یہ ٹائیگر نجانے کب آئے فلیٹ میں۔ اب کب تک ہمیں یہاں رکے رہنا ہو گا"....... عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے ایک نوجوان نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

" وہ بھی زیر زمین دنیا کا آدمی ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ ساری رات ہی نہ آئے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں اسے تلاش کرنا چاہئے۔ مقصد تو اسے ہلاک کرنا ہے یہ کام کہیں بھی کیا جا سکتا ہے"۔ عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی نے کہا۔

" لیکن کہاں تلاش کیا جائے۔ مسئلہ تو یہی ہے"....... اس بار ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے ایک بڑی بڑی مونچھوں والے نے

کہا۔

" اس کا حلیہ تو معلوم ہو گیا ہے۔ کہیں نہ کہیں تو مل ہی جا
گا"...... عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے اس آدمی نے کہا لیکن پھر اس
پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی ایک کار تیزی سے ان کے قریب آکر ر
اور وہ تینوں چونک پڑے۔

" کیا ہوا برٹی۔ ٹائیگر کا"...... ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہو
بڑی بڑی مونچھوں والے نے کھڑکی سے سر باہر نکال کر پوچھا۔

" انتظار باس"...... ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی
نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

" ہم تو اپنا کام کر آئے ہیں"...... اس ڈرائیور نے کہا تو برٹی
اس کے ساتھی چونک پڑے۔

" کیا ہوا باس۔ کیا وہ ہاتھ لگ گیا تھا علی عمران"...... برٹی
کہا۔

" ہاں۔ وہ فلیٹ پر موجود نہ تھا۔ فلیٹ کو تالا لگا ہوا تھا۔ ہم انت
کرتے رہے پھر وہ پیدل ہی کہیں سے آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک
شاپنگ بیگ تھا۔ وہ فلیٹ پر چلا گیا۔ میں اس کے پیچھے گیا اور ا
نے کہا کہ وہ علی عمران ہے تو میں نے اس پر فائر کھول دیا
اطمینان سے واپس چلا آیا"...... باس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" سارتی کا خیال ہے کہ یہاں انتظار کرنے کی بجائے ہمیں
ٹائیگر کو تلاش کرنا چاہئے۔ وہ بھی زیر زمین دنیا کا ہی آدمی ہے۔ کہ

نہ کہیں مل جائے گا ورنہ ہو سکتا ہے کہ وہ ساری رات یہاں نہ
آئے"...... برٹی نے کہا۔

" سارتی کہہ تو ٹھیک رہا ہے لیکن سارے شہر میں اسے کہاں
تلاش کیا جائے"...... باس نے کہا۔

" باس۔ میرا خیال ہے کہ انتھونی کے ذمے یہ کام لگایا جائے۔
اس کے مخبر ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔ وہ اس ٹائیگر کو جانتا بھی ہو گا
اس لئے وہ فوراً اس ٹائیگر کو تلاش کر لے گا"...... اس بار باس کی
کار کی عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے ایک نوجوان نے کہا۔

" ہاں ٹھیک ہے۔ پھر آؤ واپس اپنے اڈے پر چلتے ہیں۔ وہاں سے
انتھونی کو کال کر لیں گے اور انتھونی بھی ہمیں وہیں کال کر کے بتا
دے گا"...... باس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور اس کے
ساتھ ہی اس نے کار آگے بڑھا دی تو برٹی نے بھی کار سٹارٹ کی اور وہ
بھی باس کی کار کے پیچھے چل پڑا۔ مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد
وہ ایک کلب کے کمپاؤنڈ گیٹ میں داخل ہوئے۔ عمارت پر ایک بڑا
سانیون سائن جل بجھ رہا تھا جس پر آسٹر کلب کے الفاظ موجود تھے۔
انہوں نے کاریں کلب کی عمارت کی دائیں سائیڈ کی طرف موڑ دیں
اور پھر سائیڈ میں پہنچ کر وہ ایک اور چھوٹی سی عمارت کے کھلے گیٹ
میں داخل ہو گئے۔ یہاں مسلح افراد موجود تھے۔ کاریں رکتے ہی وہ سب
نیچے اترے۔ وہاں موجود مسلح افراد انہیں دیکھ کر مستعد ہو گئے تھے۔
باس آگے آگے چل رہا تھا اور پھر وہ ایک بڑے سے کمرے میں پہنچ گئے

یہ کمرہ سٹنگ روم کے انداز میں سجا ہوا تھا۔

" برٹی تم الماری سے شراب کی بوتلیں نکالو۔ میں انتھونی کو کال کر لوں "...... باس نے کہا اور پھر وہ سائیڈ پر پڑے ہوئے فون کی طرف بڑھ گیا۔ فون والی میز کے ساتھ ہی ایک کرسی بھی موجود تھی۔ باس اس کرسی پر بیٹھ گیا اور اس نے رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

" یس۔ انتھونی بول رہا ہوں "...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

" حشمت بول رہا ہوں انتھونی۔ آسٹر کلب سے "...... باس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" اوہ تم۔ خیریت۔ کیسے فون کیا ہے "...... اس بار دوسری طرف سے چونک کر پوچھا گیا۔

" زیر زمین دنیا میں ایک آدمی کام کرتا ہے اس کا نام ٹائیگر ہے۔ کیا تم اسے جانتے ہو "...... حشمت نے کہا۔

" ٹائیگر۔ ہاں۔ کیوں "...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

" اسے تلاش کرنا ہے کہ اس وقت وہ کہاں ہے۔ کیا تم یہ کام کر سکتے ہو یا اولڈ برٹ کو کال کروں "...... حشمت نے کہا۔

" وہ تو تمہاری مرضی ہے حشمت۔ لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تمہیں ٹائیگر سے کیا کام پڑ گیا ہے "...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

" میں نے اسے ایک اہم کام دینا ہے اور وہ بھی فوری۔ اس لئے

اسے تلاش کر رہا ہوں۔ بولو کتنی دیر لگے گی تمہیں اسے ٹریس کرنے میں اور کیا معاوضہ لو گے "...... حشمت نے کہا۔

" ایک گھنٹے میں وہ ٹریس ہو جائے گا۔ معاوضہ دس ہزار روپے ہو گا "...... انتھونی نے کہا۔

" اوکے۔ اسے تلاش کرو اور جہاں بھی وہ ہو مجھے اطلاع دو۔ لیکن خیال رکھنا کہ اتنا وقفہ موجود ہو کہ میں اس سے رابطہ کر سکوں لیکن ایک اور بات کا تمہیں خیال رکھنا ہو گا کہ اسے معلوم نہ ہو سکے کہ میں اسے تلاش کر رہا ہوں "...... حشمت نے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا ہوں لیکن یہ بتا دوں حشمت کہ ٹائیگر زیر زمین دنیا کا انتہائی خطرناک آدمی سمجھا جاتا ہے "...... انتھونی نے کہا۔

" اسی لئے تو اسے تلاش کر رہا ہوں کیونکہ جو کام میں نے اس کے ذمے لگانا ہے وہ بھی انتہائی خطرناک ہے "...... حشمت نے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ میں تمہیں اطلاع دیتا ہوں "...... دوسری طرف سے کہا گیا تو حشمت نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا اور پھر اٹھ کر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سب شراب پینے میں مصروف تھے۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد ہی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو حشمت اٹھا اور فون کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے رسیور اٹھا لیا۔

" یس۔ حشمت بول رہا ہوں "...... حشمت نے کہا۔

" انتھونی بول رہا ہوں حشمت "...... دوسری طرف سے انتھونی کی

آواز سنائی دی۔

"ہاں۔ کیا رپورٹ ہے۔ کچھ پتہ چلا"....... حشمت نے پوچھا۔

"ہاں۔ وہ اس وقت رابرٹ گیم کلب میں موجود ہے اور یہ بھی بتا دوں کہ وہ وہاں تمہارے گروپ کے آدمی فلکی کے بارے میں پوچھتا پھر رہا ہے"....... انتھونی نے کہا تو حشمت بے اختیار چونک پڑا۔

"فلکی کے بارے میں۔ کیوں"....... حشمت نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"اب مجھے کیا معلوم۔ بہرحال مجھے یہی اطلاع ملی ہے"۔ انتھونی نے کہا۔

"تم نے اپنے آدمی سے کہہ دیا ہے کہ وہ اس کی نگرانی کرے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم وہاں پہنچیں تو وہ کسی اور جگہ چلا جائے"....... حشمت نے کہا۔

"ہاں۔ وہاں میرا آدمی موجود ہے۔ اگر ٹائیگر وہاں سے کہیں گیا تو میرا آدمی اس کی نگرانی کرے گا۔ اگر ٹائیگر تمہیں وہاں نہ ملے تو ٹرانسمیٹر فریکونسی نوٹ کر لو اس فریکونسی پر تم میرے آدمی ڈریگ کو کال کر کے پوچھ لینا۔ میں نے اسے کہہ دیا ہے"....... انتھونی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی فریکونسی بتا دی۔

"اوکے۔ معاوضہ پہنچ جائے گا"....... حشمت نے کہا اور رسیور رکھ کر واپس پلٹا۔

"ٹائیگر رابرٹ گیم کلب میں موجود ہے اور فلکی کے بارے میں

پوچھتا پھر رہا ہے"....... حشمت نے کہا تو ایک نوجوان بے اختیار اچھل پڑا۔

"میرے بارے میں۔ لیکن کیوں"....... اس نوجوان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اب تو وہی بتائے گا۔ بہرحال اب اسے وہاں ہلاک کرنا ہے۔ کوئی جائے گا یا میں خود جاؤں"....... حشمت نے کہا۔

"نہیں باس۔ میں اور برٹی چلے جاتے ہیں۔ گولی ہی مارنی ہے ناں"....... ایک نوجوان نے کہا۔

"اوکے۔ جلدی جاؤ اور کسی پوچھ گچھ کی ضرورت نہیں ہے۔ بس اسے دیکھتے ہی فائر کھول دینا۔ سمجھے۔ اور پھر واپس آ جانا"۔ حشمت نے کہا اور وہ دونوں سر ہلاتے ہوئے مڑے۔

"ارے ایک منٹ۔ سنو۔ اگر وہ وہاں نہ ہو تو ٹرانسمیٹر ساتھ لے جاؤ اور انتھونی کے آدمی سے بات کر کے پوچھ لینا"....... حشمت نے کہا اور ساتھ ہی اس نے فریکونسی بتا دی جو انتھونی نے اسے بتائی تھی۔

"یس باس"....... ان دونوں نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتے اس کمرے سے باہر چلے گئے۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجتے ہی جارج نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ جارج بول رہا ہوں"....... جارج نے کہا۔

"واکر بول رہا ہوں جارج"....... دوسری طرف سے واکر کی آواز سنائی دی تو جارج بے اختیار اچھل پڑا۔

"اوہ تم۔ کیا رپورٹ ہے۔ کیا حشمت نے کام کر دیا ہے یا نہیں"....... جارج نے کہا۔

"ہاں۔ ٹائیگر کو تو انہوں نے زخمی کر دیا ہے لیکن عمران اس کے ہاتھ نہیں لگا اور عمران کی بجائے انہوں نے اس کے باورچی کو زخمی کر دیا ہے"....... دوسری طرف سے کہا گیا تو جارج بری طرح اچھل پڑا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ میں سمجھا نہیں تمہاری بات"....... جارج نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

۔ حشمت اپنے تین ساتھیوں سمیت عمران کے فلیٹ کے سامنے پہنچ گیا۔ فلیٹ بند تھا اس لئے وہ وہاں انتظار کرتے رہے پھر عمران کا باورچی سلیمان فلیٹ پر آیا تو حشمت خود فلیٹ پر گیا اور واپس آ کر وہ کار میں بیٹھ کر چلے گئے۔ میرا آدمی وہاں موجود تھا اس سے پہلے کہ وہ چیکنگ کرتا ٹائیگر کی کار وہاں پہنچ گئی اور ٹائیگر فلیٹ پر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو عمران کا باورچی سلیمان زخمی حالت میں اس کے کاندھے پر لدا ہوا تھا اور پھر وہ اسے کار میں ڈال کر ہسپتال لے گیا اور ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ ٹائیگر رابرٹ گیم کلب کے باہر موجود تھا کہ اچانک دو افراد نے کار اس کے قریب روکی اور پھر کار کے اندر سے ہی اس پر فائر کھول دیا۔ ٹائیگر زخمی ہو کر نیچے گرا تو کار آگے چلی گئی۔ ابھی لوگ اس تک پہنچے ہی تھے کہ ایک اور کار وہاں رکی اور اس میں سے عمران باہر نکلا اور وہ ٹائیگر کو اٹھا کر اپنی کار میں ڈال کر لے گیا ہے۔ میں نے سوچا کہ تمہیں اطلاع کر دوں۔ ویسے ٹائیگر پر جس انداز میں فائرنگ کی گئی ہے اس کا بچنا تو محال ہے لیکن عمران زندہ سلامت موجود ہے"....... واکر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ حشمت کو عمران کے حلیئے کا علم نہ تھا اس لئے اس سے غلطی ہو گئی۔ بہرحال تم اس کا حلیہ بتا دو۔ وہ اسے خود ہی تلاش کر لے گا"....... جارج نے مسکراتے ہوئے کہا کیونکہ ٹائیگر کے بارے میں سن کر اسے اطمینان ہو گیا تھا۔ اس کے خیال کے مطابق اصل

خطرناک آدمی ٹائیگر ہی تھا۔ عمران کی اسے پرواہ نہ تھی اور پھر واکر نے اسے عمران کا حلیہ بتا دیا۔

"ٹھیک ہے۔ شکریہ۔ تمہارا معاوضہ تمہیں پہنچ جائے گا"۔ جارج نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کریڈل دبایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"حشمت بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی حشمت کی آواز سنائی دی۔

"جارج بول رہا ہوں۔ کیا رپورٹ ہے"...... جارج نے تیز لہجے میں کہا۔

"کام ہو گیا ہے باس۔ دونوں آدمیوں کو ہلاک کر دیا گیا ہے"۔ حشمت نے انتہائی اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"تفصیل بتاؤ"...... جارج نے کہا۔

"باس۔ میں خود اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ کنگ روڈ کے فلیٹ پر پہنچا۔ فلیٹ پر تالا لگا ہوا تھا۔ ہم سڑک کے دوسرے کنارے پر کار روک کر انتظار کرتے رہے پھر ایک آدمی فلیٹ پر گیا تو میں خود اس کے پیچھے گیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اس کا نام علی عمران ہے تو اس نے بتایا کہ ہاں اس کا نام ہی علی عمران ہے تو میں نے اس پر فائر کھول دیا اور پھر ہم وہاں سے واپس آ گئے۔ ٹائیگر چونکہ زیر زمین دنیا کا آدمی تھا اس لئے میرا خیال تھا کہ ہو سکتا ہے کہ وہ رات کو بھی اپنے فلیٹ پر واپس نہ آئے اس لئے میں اپنے ساتھیوں سمیت واپس

اڈے پر پہنچ گیا اور پھر میں نے انتھونی کو کال کر کے اسے کہا کہ وہ ٹائیگر کو تلاش کر کے اطلاع دے۔ اس نے اطلاع دی کہ ٹائیگر رابرٹ گیم کلب میں موجود ہے جس پر میں نے برٹی اور راسکر دونوں کو وہاں بھیجا۔ انہوں نے واپس آ کر رپورٹ دی ہے کہ ٹائیگر کلب سے باہر ہی کھڑا تھا۔ انہوں نے کار روکی اور کار کے اندر سے ہی اس پر فائر کھول دیا اور پھر وہ واپس آ گئے"...... حشمت نے پوری تفصیل بتا دی۔

"لیکن عمران تو زندہ سلامت موجود ہے اور تمہارے آدمیوں کے بعد وہ وہاں پہنچا اور وہ زخمی ٹائیگر کو اٹھا کر ہسپتال لے گیا اور تم نے جسے فلیٹ میں زخمی کیا تھا وہ عمران نہیں تھا بلکہ وہ اس کا باورچی سلیمان تھا اور یہ بھی بتا دوں کہ تمہارے جانے کے فوری بعد ٹائیگر وہاں پہنچا تھا اور وہ اس آدمی کو اٹھا کر ہسپتال لے گیا تھا"۔ جارج نے کہا۔

"اوہ باس۔ اس نے تو خود کہا تھا کہ وہ عمران ہے۔ مجھے اس کا حلیہ تو معلوم نہ تھا"...... حشمت کی آواز سنائی دی۔

"بہرحال ٹائیگر کے بارے میں تو رپورٹ مل چکی ہے کہ وہ اس قدر زخمی ہوا ہے کہ اس کے بچنے کے امکانات نہیں ہیں لیکن یہ عمران زندہ ہے اس لئے میں اس کا حلیہ تمہیں بتا دیتا ہوں۔ اب تم نے اسے تلاش کرنا ہے اور جہاں بھی نظر آئے اسے گولی مار دینا"...... جارج نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے واکر کا بتایا ہوا

حلیہ دوہرا دیا۔

"ٹھیک ہے باس۔ آپ بے فکر رہیں۔ اب وہ ہم سے بچ کر نہ جا سکے گا"...... حشمت کی آواز سنائی دی۔

"تم نے فوری طور پر یہ مشن مکمل کرنا ہے اور مجھے میرے آفس میں اطلاع دینی ہے کیونکہ اصل خطرہ اس ٹائیگر سے تھا۔ وہ ختم ہو گیا ہے اس لئے اب میں دوبارہ آفس جا رہا ہوں"...... جارج نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یس باس۔ آپ بے فکر رہیں جلد ہی آپ کو عمران کی ہلاکت کی رپورٹ مل جائے گی"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"او کے"...... جارج نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ اٹھا اور اطمینان بھرے انداز میں چلتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

صدیقی نے کار رابرٹ گیم کلب کے باہر روکی اور پھر وہ کار کا دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ اس کے ساتھ ہی سائیڈ سیٹ پر بیٹھا ہوا نعمانی بھی نیچے اتر آیا اور پھر وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے گیم کلب کے مین دروازے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ کلب میں آنے جانے والے سب تھرڈ کلاس غنڈے ہی نظر آ رہے تھے۔

"جب ٹائیگر کو یہاں فلکی کا پتہ نہیں چل سکا تو ہمیں کیسے پتہ چلے گا"...... نعمانی نے کہا۔

"پتہ تو کرنا ہی پڑے گا نعمانی ورنہ اس طرح تو یہ لوگ ایک ایک کر کے سب پر حملے کرتے رہیں گے"...... صدیقی نے سپاٹ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور نعمانی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ گیم کلب میں داخل ہوئے تو ہال میں ہر طرف جوئے کی مشینیں نصب تھیں۔ صدیقی کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کاؤنٹر کے ایک

کونے میں موجود ایک آدمی غور سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر الجھن اور پریشانی کے تاثرات نمایاں تھے۔

"جی صاحب"...... صدیقی کے قریب پہنچتے ہی اس نے خود ہی صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"رابرٹ سے ملنا ہے"...... صدیقی نے سرد لہجے میں کہا۔

"وہ تو موجود نہیں ہیں جناب۔ آپ مجھے بتائیں کیا بات ہے"۔ اس آدمی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"رابرٹ یہاں نہیں ہے تو کہاں ہو گا۔ ہم نے اس سے ہی ملنا ہے"...... صدیقی نے جواب دیا۔

"باس کا کچھ پتہ نہیں جناب کہ کب آئیں گے اور کہاں ہوں گے۔ ویسے ہمارے گیم کلب میں موجود تمام مشینوں کا باقاعدہ لائسنس موجود ہے"...... اس آدمی نے جواب دیا تو صدیقی بے اختیار مسکرا دیا۔

"تو تمہارا کیا خیال ہے کہ ہمارا تعلق حکومت سے ہے۔ یہ بات نہیں۔ ہم کافرستان سے آئے ہیں۔ ہم نے واقعی رابرٹ سے ملنا ہے اور اسے ایک بڑا کام دینا ہے۔ ہمیں وہاں کافرستان میں رابرٹ کے بارے میں ٹپ ملی ہے"...... صدیقی نے کہا۔

"اوہ اچھا۔ پھر باس آفس میں موجود ہیں۔ سائیڈ راہداری کے آخر میں باس کا آفس ہے"...... اس بار کاؤنٹر مین نے مسکراتے ہوئے کہا اور صدیقی بھی بے اختیار مسکرا دیا اور پھر وہ دونوں تیزی سے

راہداری کی طرف بڑھ گئے۔ اس کے آخر میں واقعی ایک آفس کا دروازہ تھا جس کے باہر ایک مسلح آدمی بھی موجود تھا اس نے ان دونوں کو آتے دیکھ کر نہ صرف سلام کیا بلکہ خود ہی دروازہ بھی کھول دیا اور صدیقی اور نعمانی دونوں اندر داخل ہو گئے۔ یہ ایک خاصا بڑا آفس تھا جس میں ایک بڑی سی میز کے پیچھے ایک ادھیڑ عمر آدمی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ بڑا اور قدرے سوجھا ہوا لگ رہا تھا۔ اس نے سوٹ پہن رکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں سرخی تھی اور چہرے پر موجود زخموں کے مندمل نشانات بتا رہے تھے کہ وہ لڑائی بھڑائی کے معاملات میں ملوث رہا ہے۔

"جی صاحب"...... اس نے صدیقی اور نعمانی کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا لیکن نہ ہی وہ کرسی سے اٹھا تھا اور نہ ہی اس نے مصافحہ کرنے کی کوشش کی تھی۔

"ہم کافرستان سے آئے ہیں۔ میرا نام صدیقی ہے اور یہ نعمانی ہے۔ کافرستان میں ہمارا تعلق ہوٹل الیگزینڈر سے ہے"...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا تو اس بار رابرٹ بے اختیار اچھل پڑا۔

"اوہ۔ اوہ۔ ہوٹل الیگزینڈر۔ اوہ۔ اچھا۔ بیٹھیں۔ فرمائیے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں"...... رابرٹ نے کہا۔

"تمہارے پاس ایک آدمی ہے فلکی۔ اس سے ملنا ہے"۔ صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ میز کی دوسری طرف موجود کرسی پر بیٹھ گیا۔ نعمانی بھی اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"فلکی۔ اوہ۔ کیا مطلب۔ کیا کوئی قتل وغیرہ کا سلسلہ ہے"۔ رابرٹ نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں۔ ایسا ہی سمجھو"...... صدیقی نے گول مول سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن اگر ایسا کوئی مسئلہ ہے تو مجھے بتاؤ۔ فلکی تو ایک عام سا پیشہ ور قاتل ہے۔ میں تمہارا کام زیادہ بہتر انداز میں کرا سکتا ہوں"...... رابرٹ نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

"لیکن ہمیں تو یہی بتایا گیا ہے کہ تم بھی اس قسم کے کام فلکی سے ہی کراتے ہو۔ اس لئے ہم اس سے ملنا چاہتے تھے تاکہ اس سے تفصیلی بات ہو سکے"...... صدیقی نے کہا۔

"فلکی تو یہاں میرے کلب میں سپروائزر تھا لیکن اب وہ یہاں سے چھوڑ گیا ہے اور سنا ہے کہ حشمت کے گروپ میں شامل ہو گیا ہے۔ بہرحال تمہارا کام کیا ہے۔ مجھے بتاؤ"...... رابرٹ نے کہا۔

"حشمت کے گروپ میں۔ یہ حشمت کون ہے"...... صدیقی نے پوچھا۔

"وہ بھی پیشہ ور قاتل ہے اور بس"...... رابرٹ نے جواب دیا۔

"وہ کہاں مل سکے گا"...... صدیقی نے پوچھا۔

"کیا بات ہے۔ تم ہو کون۔ کبھی تم فلکی کا پوچھتے ہو کبھی حشمت کا۔ اصل چکر کیا ہے"...... رابرٹ کا لہجہ یکلخت سرد ہو گیا۔ اسے شاید ان پر شک پڑ گیا تھا اور صدیقی نے دیکھا تھا کہ اس کا ہاتھ

میز کی کھلی دراز کے اوپر پہنچ گیا تھا۔

"ہمیں فلکی سے کام ہے اور بس۔ اور یہ بھی بتا دوں کہ قتل نہیں کرانا۔ اسلحہ کی سمگلنگ کا سلسلہ ہے"...... صدیقی نے جواب دیا۔

"اسلحہ کی سمگلنگ۔ لیکن فلکی کا اس سے کیا تعلق۔ تم سیدھی طرح بتاؤ کہ اصل بات کیا ہے اور سنو تم یہاں اپنی مرضی سے تو آ گئے ہو لیکن میری مرضی کے بغیر واپس نہ جا سکو گے"...... رابرٹ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے یکلخت مشین پسٹل اٹھا کر اسے ان کی طرف کر دیا۔

"دیکھو رابرٹ ہمیں تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ ہمیں اطلاع ملی تھی کہ فلکی یہاں کام کرتا ہے اس لئے ہم یہاں آ گئے۔ اب تم بتا رہے ہو کہ فلکی کسی حشمت کے گروپ میں کام کرتا ہے تو اس کا پتہ بتا دو اور بس ورنہ یہ کھلونا پسٹل ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ البتہ تمہارا یہ خوبصورت چوکھٹا ضرور بگڑ جائے گا"...... صدیقی نے بڑے سرد لہجے میں کہا۔

"ہونہہ۔ تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔ رابرٹ کو۔ تمہاری یہ جرأت"...... رابرٹ نے یکلخت تیز لہجے میں کہا لیکن دوسرے لمحے اس کے ہاتھ سے مشین پسٹل اڑتا ہوا فضا میں اچھلا اور پلک جھپکنے میں وہ صدیقی کے ہاتھ میں پہنچ چکا تھا۔ صدیقی نے صرف ہاتھ کو حرکت دی تھی۔

"یہ۔ یہ۔ کیا مطلب۔ یہ"....... رابرٹ کے منہ سے انتہائی
حیرت بھرے انداز میں الفاظ نکلے۔

"کہاں رہتا ہے یہ حشمت۔ بولو"....... صدیقی نے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم"....... رابرٹ نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"آخری بار کہہ رہا ہوں بتا دو۔ ہم خاموشی سے چلے جائیں گے"۔
صدیقی کا لہجہ یکلخت انتہائی سرد ہو گیا تھا۔

"آسٹر کلب کی سائیڈ پر ایک علیحدہ عمارت ہے۔ وہاں رہتا ہے
وہ"....... رابرٹ نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"وہاں فون تو ہو گا"....... صدیقی نے پوچھا۔

"ہاں ہے۔ مگر"....... رابرٹ نے کہا۔

"اسے فون کرو اور اس سے ٹکی کے بارے میں معلوم کرو"۔
صدیقی نے کہا۔

"صدیقی۔ اس کی ضرورت نہیں ہے اس طرح وہ الرٹ ہو جائیں
گے۔ وہیں چلے چلتے ہیں"....... ساتھ بیٹھے ہوئے نعمانی نے کہا۔

"او کے"....... صدیقی نے اٹھتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی
اس کا بازو ایک بار پھر بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور رابرٹ کے حلق
سے ایک کربناک چیخ نکلی اور وہ کرسی سمیت سائیڈ پر جا گرا جبکہ
نعمانی تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ابھی وہ دروازے
تک پہنچا ہی تھا کہ دروازہ کھلا اور وہی مسلح آدمی تیزی سے اندر داخل
ہوا لیکن دوسرے لمحے وہ بری طرح چیختا ہوا اچھل کر فرش پر آ گرا۔

نعمانی نے اسے گردن سے پکڑ کر اچھال دیا تھا جبکہ ادھر صدیقی نے
رابرٹ کے گرتے ہی اس کی کنپٹی پر بوٹ کی ٹو مار دی تھی اور اس کا
پھڑکتا ہوا جسم یکلخت ساکت ہو گیا تھا۔ باہر سے آنے والے آدمی کے
ساتھ نعمانی نے بھی یہی سلوک کیا تھا۔ اس کے نیچے گرتے ہی نعمانی
کی لات حرکت میں آئی تھی اور وہ آدمی بھی اٹھنے کی کوشش کرتے
ہوئے وہیں ڈھیر ہو گیا تھا۔

"آؤ"....... صدیقی نے ہاتھ میں پکڑا ہوا مشین پسٹل وہیں پھینکتے
ہوئے نعمانی سے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ نعمانی نے
اثبات میں سر ہلایا اور اس کے پیچھے چل پڑا۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار
تیزی سے آسٹر کلب کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ آسٹر کلب کے
بارے میں وہ جانتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار جیسے ہی آسٹر کلب
کے کمپاؤنڈ گیٹ میں داخل ہوئی وہ اسے ایک سائیڈ پر بنی ہوئی
پارکنگ کی طرف لے جانے کی بجائے سائیڈ پر لے گئے۔ وہاں واقعی
ایک طرف ہٹ کر ایک چھوٹی سی عمارت بنی ہوئی تھی جس کا گیٹ
بند تھا۔ صدیقی نے کار اس گیٹ کے سامنے لے جا کر روکی تو سائیڈ
سے ایک مسلح آدمی تیزی سے باہر آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں مشین گن
تھی۔

"حشمت سے کہو کہ کافرستان سے اس کے مہمان آئے ہیں"۔
صدیقی نے کہا۔

"کیا نام ہیں تمہارے"....... اس مسلح آدمی نے چونک کر پوچھا۔

" سٹار برادرز "....... صدیقی نے جواب دیا تو وہ آدمی سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔

" کیا یہ آدمی بتانے پر آمادہ ہو جائے گا "....... نعمانی نے کہا۔

" اگر نہ ہوا تو پھر ایکشن لیں گے۔ فی الحال میں چاہتا ہوں کہ گھی سیدھی انگلیوں سے نکال لوں "....... صدیقی نے کہا اور نعمانی نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد پھاٹک کھل گیا اور اس آدمی نے جس نے اس سے گفتگو کی تھی انہیں اندر آنے کا اشارہ کیا تو صدیقی نے کار آگے بڑھائی اور پھر پورچ میں لے جا کر اس نے کار روکی۔ وہاں چار مسلح آدمی موجود تھے۔ صدیقی اور نعمانی جیسے ہی کار سے نیچے اترے ایک آدمی تیزی سے اندرونی راہداری سے برآمدے میں آگیا۔

" تم ہو سٹار برادرز "....... آنے والے نے کہا۔

" ہاں "....... صدیقی نے جواب دیا۔

" آؤ میرے ساتھ "....... اس نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ صدیقی اور نعمانی اس کے پیچھے برآمدے کی سیڑھیاں چڑھ کر آگے بڑھے پھر وہ اس کی رہنمائی میں ایک بڑے کمرے میں پہنچے تو وہاں ایک بڑی سی میز کے پیچھے ایک بڑی بڑی مونچھوں والا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر سختی اور سفاکی کے تاثرات نمایاں تھے۔ کمرے میں چار مسلح آدمی موجود تھے۔

" آؤ۔ آؤ۔ آ جاؤ "....... اس مونچھوں والے نے کہا تو صدیقی اور

نعمانی اس کی طرف بڑھے۔

" میرا نام حشمت ہے "....... اس نے اٹھتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

" میرا نام صدیقی ہے اور یہ نعمانی ہے۔ ہم کافرستان سے آئے ہیں "....... صدیقی نے کہا۔

" ہاں۔ کافرستان کا نام سن کر ہی تو میں نے تمہیں اندر بلا لیا ہے۔ بیٹھو۔ بولو کیا پیو گے "....... حشمت نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" کچھ نہیں۔ یہ بتاؤ کہ فلکی کہاں ہے "....... صدیقی نے کہا تو حشمت بے اختیار اچھل پڑا۔

" فلکی۔ کیا مطلب۔ تم فلکی کو کیوں پوچھ رہے ہو "....... اس بار حشمت نے سخت لہجے میں کہا۔

" کیوں۔ کیا فلکی کے بارے میں پوچھنا منع ہے "....... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" نہیں۔ لیکن کوئی نہ کوئی وجہ بھی تو ہو گی "....... حشمت نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" ہاں۔ اس سے ہمیں ایک کام ہے۔ تم اسے بلاؤ۔ ہم تمہارے سامنے اس سے بات کر لیتے ہیں "....... صدیقی نے جواب دیا۔

" فلکی کو بلاؤ راتھر "....... حشمت نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا تو ایک مسلح آدمی سر ہلاتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔

" کیا تم واقعی کافرستان سے آئے ہو "....... حشمت نے کہا۔

"ہاں۔ کیوں۔ یہ تمہیں بار بار شک کیوں ہو رہا ہے۔ مجھے تو یوں لگ رہا ہے جیسے تم بے حد پریشان ہو گئے ہو۔ فکر مت کرو ہمارا بھی وہی دھندا ہے جو تمہارا ہے"...... صدیقی نے کہا۔

"میرا کیا دھندہ ہے۔ کیا مطلب"...... حشمت نے اور زیادہ چونک کر پوچھا۔

"پیشہ ور قاتلوں کا گروپ تم چلا رہے ہو جبکہ کافرستان میں ہمارا گروپ یعنی سٹار برادرز بھی یہی کام کرتا ہے"...... صدیقی نے جواب دیا اور حشمت نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

"تمہیں کس نے بتایا ہے کہ میں پیشہ ور قاتلوں کا گروپ چلا رہا ہوں"...... حشمت نے کہا۔

"یہ کوئی ایسی ڈھکی چھپی بات بھی نہیں ہے جس پر تم اس قدر حیران ہو رہے ہو"...... صدیقی نے جواب دیا اور اسی لمحے ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ وہ نوجوان تھا۔ اس نے جیکٹ اور جینز پہنی ہوئی تھی۔ سر سے گنجا تھا البتہ اس نے اپنی پیشانی پر سرخ رنگ کی پٹی باندھی ہوئی تھی۔

"فلکی۔ یہ دونوں صاحبان کافرستان سے تم سے ملنے آئے ہیں"۔ حشمت نے اس نوجوان سے کہا۔

"مجھ سے۔ کیوں۔ کیا بات ہے۔ میں تو انہیں جانتا بھی نہیں"۔ فلکی نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ وہ بڑے غور سے صدیقی اور نعمانی کو دیکھ رہا تھا۔

"تم نہیں جانتے لیکن ہم تو تمہیں جانتے ہیں"...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا اور اٹھ کر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ اس کے اٹھتے ہی نعمانی بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ فلکی نے لاشعوری طور پر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور دوسرے لمحے کمرہ اس کی چیخ کے ساتھ ساتھ حشمت کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے بھی گونج اٹھا۔ اس کے ساتھ ہی تڑتڑاہٹ کی تیز آوازیں ابھریں اور ایک بار پھر کمرہ انسانی چیخوں سے گونج اٹھا۔

"ان دونوں کو زندہ رکھنا ہے نعمانی"...... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے یکلخت چھلانگ لگائی اور بجلی کی سی تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس نے فلکی کا ہاتھ پکڑ کر اسے ایک جھٹکے سے اچھال کر میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے حشمت پر پھینکا تھا اور نعمانی جس نے صدیقی کے اٹھنے کے انداز سے ہی سمجھ لیا تھا کہ وہ ایکشن میں آنے کا فیصلہ کر چکا ہے چنانچہ اس نے بھی اٹھتے ہوئے جیب سے مشین پسٹل نکال لیا تھا۔ پھر وہ بھی صدیقی کے ساتھ ہی ایکشن میں آ گیا تھا جس کے نتیجے میں کمرے میں موجود چاروں مشین گن بردار گولیاں کھا کر چیختے ہوئے نیچے گرے تھے۔ صدیقی کے باہر جاتے ہی نعمانی بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور فلکی اور حشمت جو ایک دوسرے سے ٹکرا کر کرسی سمیت نیچے گرے تھے ابھی اٹھنے کی کوشش ہی کر رہے تھے کہ نعمانی ان کے سروں پر پہنچ گیا اور پھر اس کی بیک وقت دونوں لاتیں حرکت میں آ گئیں اور پھر مخصوص انداز

اور مخصوص پوائنٹس پر پڑنے والی بھرپور ضربوں نے ان دونوں کو
اٹھنے کا موقع ہی نہ دیا اور وہ دونوں چند لمحوں بعد ہی ڈھیر ہو گئے تھے۔
ان دونوں کے بے ہوش ہوتے ہی نعمانی تیزی سے مڑا۔ اسے مسلح
افراد کی طرف سے کوئی خطرہ نہ تھا کیونکہ اس نے فائرنگ ہی اس
انداز میں کی تھی کہ گولیاں ان کے دلوں میں پیوست ہو گئی تھیں۔
اسے چونکہ معلوم تھا کہ باہر مسلح افراد موجود ہیں اس لئے وہ صدیقی
کی مدد کے لئے باہر جانا چاہتا تھا لیکن ابھی وہ دروازے تک نہ پہنچا تھا
کہ اسے باہر سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں تو وہ
تیزی سے دروازے کی اوٹ میں ہو گیا۔

" اوہ۔ نعمانی کہاں گیا"....... کھلے ہوئے دروازے میں سے
صدیقی کی آواز سنائی دی۔

" میں یہاں ہوں۔ کیا ہوا باہر کا"....... نعمانی نے سامنے آتے
ہوئے کہا۔

" مسلح افراد تو ختم ہو گئے ہیں۔ مجھے تمہاری طرف سے فکر
تھی"....... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" چیف کو اپنے ممبرز کی فکر تو ہونی ہی چاہئے"....... نعمانی نے
مسکراتے ہوئے کہا تو صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔

" یہ بات نہیں ہے۔ بہرحال یہاں کی سچوئیشن سنبھالنا زیادہ
مشکل تھی"....... صدیقی نے کہا۔ وہ نعمانی کے طنز کو سمجھ گیا تھا۔

" وہ پھاٹک کے پاس جو مسلح آدمی تھا اس کا کیا ہوا"....... نعمانی

نے پوچھا۔

" وہ بھی ہلاک ہو چکا ہے لیکن اب ہمیں یہاں سے نکلنا ہے۔ ان
دونوں کو اٹھا کر گاڑی میں ڈالتے ہیں ورنہ یہاں کسی بھی لمحے کوئی آ
سکتا ہے۔ ان سے پوچھ گچھ ہیڈ کوارٹر میں جا کر کریں گے"۔ صدیقی
نے کہا اور نعمانی نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر ان دونوں نے آگے
بڑھ کر ان دونوں یعنی حشمت اور فلکی کو اٹھایا اور کاندھوں پر لاد کر
پورچ کی طرف بڑھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار آسٹر کلب کے
گیٹ سے نکل کر تیزی سے دوڑتی ہوئی فورسٹارز کے ہیڈ کوارٹر کی
طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

عمران اس وقت سپیشل ہسپتال کے برآمدے میں انتہائی بے چینی کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔ ٹائیگر کا آپریشن جاری تھا اور جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا عمران کی بے چینی بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ اسے خود معلوم تھا کہ ٹائیگر کی حالت انتہائی نازک تھی لیکن اسے اللہ تعالیٰ کی مدد اور رحمت کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر صدیقی کی مہارت اور اس کے خلوص پر پورا بھروسہ تھا لیکن اس کے باوجود جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا عمران کی بے چینی نامعلوم طور پر بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ پھر اچانک آپریشن روم کا دروازہ کھلا تو عمران چونک کر مڑ گیا۔ دروازے سے ڈاکٹر صدیقی باہر آ رہا تھا لیکن عمران کو اس کا لٹکا ہوا چہرہ دیکھ کر ایسے محسوس ہوا جیسے وہ یکلخت کسی خلا میں پہنچ گیا ہو۔ اس کا دل اس قدر تیزی سے دھڑکا تھا جیسے سینہ پھاڑ کر ابھی باہر آ جائے گا۔

"کک۔ کیا ہوا۔ کیا ہوا"...... عمران جیسے شخص کے منہ سے بھی رک رک کر الفاظ نکلے۔

"میں نے آپریشن تو کر دیا ہے عمران صاحب لیکن ٹائیگر کی حالت انتہائی سیریئس ہے۔ کسی بھی لمحے کچھ ہو سکتا ہے۔ اب بس اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ہی آسرا ہے"...... ڈاکٹر صدیقی نے قدرے گلوگیر سے لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے اپنے آفس کی طرف مڑ گیا تو عمران بے اختیار وہیں برآمدے میں ہی سجدے میں گر گیا۔

"یا اللہ تو رحیم و کریم ہے۔ یا اللہ تو قادر مطلق ہے یا اللہ زندگی اور موت تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ یا اللہ رحم فرما۔ یا اللہ ٹائیگر کو نئی زندگی عطا کر دے۔ یا اللہ تو ہی زندگی دے سکتا ہے۔ یا اللہ تو قادر مطلق ہے۔ یا اللہ تو رحم فرما۔ رحم فرما"...... عمران انتہائی کربناک لہجے میں اللہ تعالیٰ سے التجا کر رہا تھا اور پھر وہ نجانے کتنی دیر تک سجدے میں پڑا اسی طرح گڑگڑا کر ٹائیگر کی زندگی کے لئے دعائیں مانگتا رہا۔ اسے اپنے گرد و پیش کا ہوش نہ تھا۔ اس کے تمام احساسات اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز تھے کہ اچانک کسی نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"اٹھو عمران۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعائیں قبول کر لی ہیں۔ اٹھو۔ معجزہ ہو گیا ہے"...... ٹائیگر کی حالت حیرت انگیز طور پر سنبھل گئی ہے"...... عمران کے کانوں میں اچانک ڈاکٹر صدیقی کی آواز پڑی تو عمران نے سجدے سے سر اٹھانے کی بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا

شروع کر دیا۔

"واقعی وہ ذات قادر مطلق ہے۔ وہ مایوسیوں کو امیدوں میں بدل دیتا ہے۔ اٹھو"...... ڈاکٹر صدیقی کی آواز دوبارہ سنائی دی اور عمران نے سجدے سے سر اٹھایا تو اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو رہا تھا۔

"ڈاکٹر صدیقی اللہ تعالیٰ بڑا رحیم و کریم ہے۔ اللہ تعالیٰ واقعی بے حد رحیم و کریم ہے"...... عمران اٹھتے ہی اس طرح ڈاکٹر صدیقی سے لپٹ گیا جیسے صدیوں سے بچھڑا ہوا کوئی آدمی اچانک دوست سے ملاقات کی خوشی میں اس سے چمٹ جاتا ہے۔

"ہاں عمران۔ واقعی اللہ تعالیٰ بے حد رحیم و کریم ہے۔ وہ انتہائی خلوص سے مانگی ہوئی دعائیں ضرور قبول کرتا ہے"...... ڈاکٹر صدیقی نے عمران کی پشت تھپکتے ہوئے کہا تو عمران ایک طویل سانس لیتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

"کیا ہوا ڈاکٹر صدیقی۔ کیا واقعی ٹائیگر کی حالت سنبھل گئی ہے"...... عمران نے ایسے پوچھا جیسے وہ پہلی بار ہوش میں آیا ہو۔

"ہاں۔ ہم سب اس کی طرف سے مایوس ہو چکے تھے لیکن پھر اچانک مجھے اطلاع ملی کہ اس کی حالت خود بخود سنبھلنے لگ گئی ہے تو میں دوڑتا ہوا وہاں پہنچا۔ تم سجدے میں پڑے ہوئے رو رو کر دعائیں مانگ رہے تھے اور میں نے جان بوجھ کر تمہیں ڈسٹرب نہیں کیا کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ تم جیسے آدمی کے دل سے نکلنے والی انتہائی

پرخلوص دعائیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ضرور قبول ہوں گی اور پھر میں نے جا کر ٹائیگر کو دیکھا اور جب مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہ یقینی موت کے پنجے سے باہر آگیا ہے تو میں تمہیں یہ خوشخبری سنانے کے لئے دوڑتا ہوا یہاں آیا۔ اب تم میرے آفس چلو اور منہ دھو لو۔ پھر ٹائیگر کے پاس چلیں گے"...... ڈاکٹر صدیقی نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر ڈاکٹر صدیقی کے آفس میں پہنچ کر اس نے ملحقہ باتھ روم میں جا کر منہ دھویا۔ کنگھی کی لباس پر لگ جانے والی گرد جھاڑی اور واپس آفس میں آیا تو ڈاکٹر صدیقی وہاں موجود نہ تھا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے ذہن میں ایک بار پھر اندیشوں نے سر اٹھانا شروع کر دیا۔ اس کے ذہن میں فوراً ہی یہ خیال آیا کہ کہیں ٹائیگر کی سنبھلی ہوئی حالت چراغ کی آخری بھڑک نہ ہو لیکن اسی لمحے ڈاکٹر صدیقی اندر داخل ہوا۔

"کیا ہوا"...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

"کیا ہونا تھا"...... ڈاکٹر صدیقی نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"آپ پھر دفتر سے غائب ہو گئے تھے"...... عمران نے کہا تو ڈاکٹر صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔

"میں ایک اور مریض کو چیک کرنے گیا تھا۔ بیٹھو"...... ڈاکٹر صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمران نے بے اختیار اطمینان بھرا طویل سانس لیا۔

"کسی نے ٹائیگر پر فائر کھولا ہے۔ اس کے دل کو نشانہ بنایا گیا تھا۔ ایک گولی واقعی اس قدر خطرناک پوزیشن میں تھی کہ بس کیا بتاؤں۔ اللہ تعالیٰ کی واقعی رحمت ہو گئی ہے ورنہ شاید"...... ڈاکٹر صدیقی نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"وہی چکر ہے جس میں پہلے چوہان زخمی ہوا تھا۔ پھر سلیمان اور اب ٹائیگر اور اگر یہی صورت حال رہی تو مجھے لگتا ہے کہ آپ کے ہسپتال کی آبادی تیزی سے بڑھتی چلی جائے گی"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔

"یہ تو تم نے وہی بات کر دی جب میں نے ایک جیل کے باہر خوش آمدید کا بینر لگا ہوا دیکھا تھا"...... ڈاکٹر صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا اور عمران بے اختیار ہنس پڑا۔ اسی لمحے ملازم ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوا اور اس نے کافی کی ایک ایک پیالی عمران اور ڈاکٹر صدیقی کے سامنے رکھی اور پھر خالی ٹرے لئے واپس چلا گیا۔

"سلیمان اور چوہان کی کیا پوزیشن ہے"...... عمران نے کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"الحمدللہ دونوں ٹھیک ہیں۔ چوہان تو جلد ہی فارغ ہو جائے گا البتہ سلیمان کو ابھی چند روز یہاں رہنا ہو گا"...... ڈاکٹر صدیقی نے جواب دیا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ٹائیگر ہوش میں تو ہے"...... عمران نے کافی ختم کر کے پیالی واپس میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ لیکن میں نے اسے نیند کا انجکشن لگا دیا ہے۔ ابھی اس کا ہلنا جلنا اس کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ ویسے اب وہ ٹھیک ہے اور انشاء اللہ جلد ہی مکمل طور پر فٹ ہو جائے گا"...... ڈاکٹر صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اوکے۔ پھر مجھے اجازت۔ آپ ذرا ان تینوں کا خصوصی طور پر خیال رکھیں ہو سکتا ہے کہ مجرم یہاں بھی پہنچ جائیں"...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"مجھے پہلے ہی اس بات کا احساس ہو گیا تھا اس لئے میں نے ریڈ الرٹ کر دیا ہے"...... ڈاکٹر صدیقی نے کہا اور عمران ان سے اجازت لے کر دفتر سے باہر آیا اور پھر اس کی کار تیزی سے ہسپتال سے باہر نکلی اور دانش منزل کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ وہ اب باقاعدہ طور پر اس کیس کو فورسٹارز کے ذمے لگانا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار دانش منزل پہنچ گئی۔

"اللہ تعالیٰ نے بڑی رحمت کی ہے عمران صاحب کہ ٹائیگر کو نئی زندگی دی ہے"...... سلام دعا کے بعد بلیک زیرو نے کہا تو عمران چونک پڑا۔

"ارے ابھی تو میں ہسپتال سے آ رہا ہوں۔ تمہیں کس نے اطلاع دی ہے"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ڈاکٹر صدیقی کا فون آیا تھا۔ اس نے مجھے بتایا ہے کہ آپ ٹائیگر کو شدید زخمی حالت میں لے کر ہسپتال پہنچے اور پھر انہوں نے بتایا

کہ آپریشن کے باوجود ٹائیگر کی حالت انتہائی مایوس کن تھی لیکن پھر آپ نے وہیں برآمدے میں ہی سجدے میں گر کر دعائیں مانگیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آ گئی اور ٹائیگر کو نئی زندگی مل گئی"۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"ہاں۔ بلیک زیرو اللہ تعالیٰ بے حد رحیم و کریم ہے کہ اس نے مجھ جیسے گناہ گار کی دعائیں قبول کر لی ہیں۔ اس کی رحمت واقعی بے پناہ ہے"...... عمران نے کہا۔

"اللہ تعالیٰ کے ہاں خلوص کی قبولیت ہوتی ہے۔ صرف خلوص کی"...... بلیک زیرو نے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"آپ صدیقی کو فون کر رہے ہیں"...... بلیک زیرو نے چونک کر کہا۔

"ہاں۔ کیوں"...... عمران نے بھی چونک کر کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کریڈل پر ہاتھ رکھ دیا۔

"میں نے آپ کے آنے سے پہلے صدیقی کو فون کر کے اسے بتا دیا ہے کہ ٹائیگر کو جن مجرموں نے زخمی کیا ہے وہ ان کا سراغ لگائے"۔ بلیک زیرو نے کہا تو عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور واپس کریڈل پر رکھ دیا۔

"کیا تم نے اسے بتایا ہے کہ ٹائیگر کو کہاں زخمی کیا گیا ہے"۔ عمران نے کہا۔

"مجھے خود معلوم نہیں تھا لیکن صدیقی معلوم کر لے گا"۔ بلیک زیرو نے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"یہ مجرم تو اب پھیلتے جا رہے ہیں۔ انہوں نے اب تک ہمارے تین آدمی ہسپتال پہنچا دیئے ہیں جبکہ ان کا ایک بھی اہم آدمی سامنے نہیں آسکا"...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"اصل میں آپ کے پاس ابھی تک اس سلسلے میں کوئی لائن آف ایکشن نہیں رہی۔ ٹائیگر نے وہاں رجان جزیرے میں سب کو ہلاک کر دیا تھا ورنہ شاید اصل آدمیوں تک رسائی ہو جاتی"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"وہاں کے جو حالات ٹائیگر نے مجھے بتائے تھے اس میں اس کے لئے یہ کارروائی ضروری ہو گئی تھی"...... عمران نے کہا اور بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میرا خیال ہے عمران صاحب کہ ہمیں اس انداز میں آگے بڑھنے کی بجائے دوسرا انداز اختیار کرنا چاہئے"...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بلیک زیرو نے کہا۔

"کون سا انداز"...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ بجائے مجرموں کے ذریعے اصل سرغنوں تک پہنچنے کے کیوں نہ ان کالی فلموں کے ذریعے ان تک پہنچا جائے۔ میرا خیال ہے کہ اس طرح زیادہ آسانی رہے گی"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"صدیقی وغیرہ نے اس پوائنٹ پر کام کیا تھا لیکن وہ ناکام رہے کیونکہ کسی نے بھی ایسی فلمیں رکھنے کی حامی نہیں بھری"۔ عمران نے کہا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ کسی کو اٹھا کر رانا ہاؤس لے آیا جائے تو وہ خود ہی ذریعہ بتا دے گا"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"لیکن اس طرح شاید ہی ہم اصل سرغنوں تک پہنچ سکیں کیونکہ معمولی سا شبہ پڑتے ہی وہ سب مکمل طور پر کیموفلاج ہو جائیں گے۔ ایسے دھندوں میں ایسے ہی ہوتا ہے جبکہ عام غنڈوں اور بدمعاشوں کی پکڑ دھکڑ یا لڑائی جھگڑے کی اطلاع ان کے لئے زیادہ مشکوک ثابت نہیں ہوتی"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ یہ واقعی ٹھیک ہے۔ ان کا مین ایجنٹ جیسے ہی پکڑا گیا یہ لوگ غائب ہو جائیں گے"...... بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر اسی طرح کی باتوں میں کافی وقت گزر گیا کہ اچانک فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو"...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"صدیقی بول رہا ہوں باس"...... دوسری طرف سے صدیقی کی آواز سنائی دی۔

"یس۔ کیا رپورٹ ہے"...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"معاملات جارج نامی آدمی تک ہی پہنچے ہیں سر۔ اس جارج کے بارے میں پہلے ہی عمران صاحب بتا چکے ہیں کہ وہ غائب ہے"۔

صدیقی نے کہا۔

"تفصیل سے رپورٹ دو"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"عمران صاحب نے مجھے بتایا تھا کہ ٹائیگر نے ان کے فلیٹ پر حملہ کرنے والوں میں سے ایک آدمی فلکی کا سراغ لگایا تھا جو رابرٹ گیم کلب میں کام کرتا ہے اس لئے آپ کے حکم کے بعد میں اور نعمانی سیدھے رابرٹ گیم کلب پہنچے۔ وہاں ہم نے رابرٹ سے پوچھ گچھ کی تو اس نے بتایا کہ فلکی اب ایک پیشہ ور قاتلوں کے گروپ جسے حشمت کا گروپ کہا جاتا ہے کے ساتھ کام کرتا ہے اور یہ گروپ آسٹر کلب کی سائیڈ میں واقع ایک عمارت میں رہتا ہے تو میں اور نعمانی وہاں پہنچے اور پھر ہم وہاں سے اس فلکی اور اس کے باس حشمت دونوں کو بے ہوش کر کے فورسٹارز کے ہیڈ کوارٹر لے آئے۔ یہاں حشمت نے بتایا ہے کہ انہیں علی عمران اور ٹائیگر کی ہلاکت کا حکم جارج نے دیا ہے لیکن جارج اپنے کسی خفیہ ٹھکانے پر ہے اور اس ٹھکانے کے بارے میں وہ بھی نہیں جانتا"...... صدیقی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"وہ دونوں زندہ ہیں یا ہلاک ہو چکے ہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"زندہ ہیں"...... صدیقی نے جواب دیا۔

"میں عمران کو کال کر کے تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ وہ ان سے خود مزید معلومات حاصل کر لے گا"...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"صدیقی نے کوئی کسر تو نہ چھوڑی ہو گی"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن میں اس حشمت سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ جارج کے اوپر کون ہے کیونکہ اس قسم کی فلمیں تیار کرنا جارج جیسے لوگوں کا کام نہیں ہے۔ لامحالہ وہ لڑکیوں کو کسی گروپ کے حوالے کرتا ہو گا اور حشمت جیسے لوگ اس بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور جانتے ہوں گے"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ کی بات درست ہے"...... بلیک زیرو نے کہا اور عمران سر ہلاتا ہوا مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا آپریشن روم کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار دانش منزل سے نکل کر اس کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی جس میں فور سٹارز نے ایک کوٹھی میں اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا ہوا تھا۔

"آپ کو بڑی جلدی اطلاع مل گئی عمران صاحب"...... صدیقی نے عمران کے اندر داخل ہوتے ہی مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے سپیشل ہسپتال سے یہاں کا فاصلہ ہی کتنا ہے"۔ عمران نے کہا تو صدیقی نے اس انداز میں سر ہلایا جیسے اب وہ سمجھ گیا ہو کہ عمران اتنی جلدی یہاں کیسے پہنچ گیا ہے۔

"اب ٹائیگر کا کیا حال ہے"...... صدیقی نے پوچھا۔

"اللہ تعالیٰ کا کرم ہو گیا ہے۔ اسے نئی زندگی ملی ہے"۔ عمران نے جواب دیا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ

صدیقی کے ساتھ مخصوص تہہ خانے میں پہنچا۔ وہاں راڈز والی کرسیوں پر دو آدمی جکڑے ہوئے موجود تھے۔ ان کی گردنیں لٹکی ہوئی تھیں اور وہ بے ہوش تھے البتہ ان کے جسموں پر موجود زخم بتا رہے تھے کہ ان پر کوڑے برسائے گئے ہیں۔

"کیا بہت سخت جان ثابت ہوئے ہیں یہ"...... عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ دونوں ہی اجڈ قسم کے لوگ ہیں"...... صدیقی نے کہا۔

"باقی سٹارز کہاں ہیں۔ نظر نہیں آ رہے"...... عمران نے کہا۔

"صرف نعمانی میرے ساتھ تھا۔ اسے بھی میں نے واپس بھجوا دیا ہے کیونکہ یہاں اس کا بھی کوئی کام نہ تھا"...... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا تم نے سٹار ہوٹل فون کر کے معلوم کیا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"ہاں۔ مجھے یاد تھا کہ آپ نے بتایا تھا کہ وہ سٹار ہوٹل میں موجود ہوتا ہے۔ میں نے وہاں فون کیا لیکن وہ وہاں موجود نہیں ہے"۔ صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ان میں سے حشمت ہی بڑی بڑی مونچھوں والا ہے"...... عمران نے ایک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں اور اسی نے سلیمان پر فائر کھولا تھا"...... صدیقی نے جواب دیا۔

"ہونہہ۔ اسے ہوش میں لے آؤ"....... عمران نے کہا تو صدیقی
اٹھ کر اس آدمی کی طرف بڑھا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اس
منہ اور ناک بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب اس کے جسم میں حرکت
کے تاثرات نمودار ہوئے تو صدیقی نے ہاتھ ہٹائے اور پھر واپس آکر
کرسی پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد اس آدمی نے کراہتے ہوئے آنکھیں
کھول دیں۔ چند لمحوں تک تو وہ لاشعوری کی کیفیت میں رہا پھر پوری
طرح ہوش میں آتے ہی اس کی نظریں سامنے بیٹھے ہوئے عمران پر جم
گئیں۔

"اوہ۔ اوہ۔ تم علی عمران ہو۔ تم ہو علی عمران"....... اس نے کہا
تو عمران کے ساتھ ساتھ صدیقی بھی چونک پڑا۔

"ہاں۔ لیکن تم مجھے کیسے پہچانتے ہو"....... عمران نے پوچھا۔

"کاش۔ مجھے پہلے تمہار حلیہ بتا دیا جاتا تو یہ نوبت ہی نہ آتی"۔
اس آدمی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"پہلے کا کیا مطلب"....... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میرا مطلب ہے کہ جب پہلی بار تمہارے فلیٹ پر حملے کا حکم دیا
گیا تھا"....... اس آدمی نے جواب دیا۔

"تمہارا نام حشمت ہے"....... عمران نے پوچھا۔

"ہاں"....... اس آدمی نے جواب دیا۔

"تم مجھے بتاؤ کہ بعد میں کس نے تمہیں میرا حلیہ اس قدر درست
طور پر بتایا ہے کہ تم مجھے اس حالت میں بھی پہچان گئے ہو"۔ عمران

نے کہا۔

"باس نے۔ میرا مطلب ہے کہ جارج نے۔ میں نے اسے تمہاری
اور ٹائیگر کی ہلاکت کی خبر دی تو اس نے بتایا کہ فلیٹ پر جو زخمی ہوا
ہے وہ عمران نہیں بلکہ اس کا باورچی ہے اور اسے وہاں سے اٹھا کر
ٹائیگر لے گیا ہے اور پھر اس نے ہی مجھے بتایا کہ ٹائیگر کو تم رابرٹ
گیم کلب کے سامنے سے اٹھا کر لے گئے ہو اور پھر اس نے مجھے
تفصیل سے تمہارا حلیہ بتایا لیکن ابھی ہم تمہیں تلاش کر ہی رہے تھے
کہ یہ لوگ وہاں پہنچ گئے"....... حشمت نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا جارج مخبری کا دھندہ بھی کرتا ہے"....... عمران نے کہا۔

"نہیں۔ وہ یہ کام نہیں کرتا"....... حشمت نے جواب دیا۔

"تو پھر اسے یہ سب کچھ اس قدر تفصیل سے اور فوری طور پر کیسے
معلوم ہو گیا تھا"....... عمران نے کہا۔

"شہر میں اور بہت سے لوگ ہیں جو مخبری کا دھندہ کرتے ہیں۔
جیسے رابرٹ کلب کا واکر ہے۔ انتھونی ہے اور بہت سے لوگ ہیں۔
ہو سکتا ہے باس نے ان میں سے کسی کو تمہاری نگرانی پر مامور کیا
ہوا ہو"....... حشمت نے جواب دیا۔

"تمہارا باس جارج کیا صرف لڑکیاں اغوا کرنے کا دھندہ کرتا ہے
یا اور بھی کچھ کرتا ہے"....... عمران نے کہا۔

"وہ سب دھندے کرتا ہے۔ وہ سب دھندے جو جرائم کی صف
میں آتے ہیں۔ وہ دارالحکومت کا سب سے بڑا آدمی ہے"....... حشمت

نے جواب دیا۔

" اس کے باوجود وہ چوہے کی طرح کسی بل میں چھپا ہوا ہے"۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" مجھے نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہے۔ تمہارے اس آدمی نے بتایا ہے کہ وہ سٹار ہوٹل میں موجود نہیں ہے"....... حشمت نے جواب دیا۔

" تمہیں بہرحال اس کے خفیہ اڈے کا تو علم ہو گا"....... عمران نے کہا۔

" نہیں۔ وہ اپنے خفیہ اڈوں کے بارے میں کسی کو نہیں بتاتا۔ وہ ایسے معاملات میں بے حد محتاط رہنے کا عادی ہے"....... حشمت نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" کیا وہ عریاں فلمیں بھی تیار کراتا ہے"....... عمران نے کہا تو حشمت بے اختیار چونک پڑا۔

" عریاں فلمیں۔ کیا مطلب۔ اس کا فلموں سے کیا تعلق"۔ حشمت نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" مجھے معلوم ہوا ہے کہ جو لڑکیاں ان عریاں اور کالی فلموں کے لئے اغوا ہوتی ہیں وہ جارج کے پاس پہنچائی جاتی ہیں"....... عمران نے کہا۔

" لڑکیاں فروخت کرنا اس کا دھندہ تو ہے لیکن فلموں والی بات کا مجھے علم نہیں اور نہ ہی میں نے اب سے پہلے کبھی یہ بات سنی ہے

کہ باس فلمیں تیار کراتا ہے"....... حشمت نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" اس کا مطلب ہے کہ وہ یہ لڑکیاں آگے کہیں پہنچاتا ہو گا۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ وہ انہیں کہاں پہنچاتا ہے"....... عمران نے کہا۔

" یہ بات صرف رجان جزیرے کا سردار بادشاہ جانتا ہو گا کیونکہ مجھے اتنا معلوم ہے کہ اغوا ہونے والی لڑکیاں وہیں پہنچائی جاتی ہیں"....... حشمت نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" اس کا کوئی ایسا آدمی جو اس کے رازوں سے واقف ہو۔ مثلاً اس کا نائب یا نمبر ٹو وغیرہ"....... عمران نے کہا۔

" مجھے نہیں معلوم۔ میں اور میرے گروپ کا کام صرف جارج کے حکم پر لوگوں کو ہلاک کرنا ہے اور بس"....... حشمت نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" ہم نے اس جارج کو ہر صورت میں ٹریس کرنا ہے اس لئے اگر تم اس کا کوئی ایسا ٹھکانہ بتا سکو جہاں سے اس کے بارے میں کوئی کلیو مل سکے تو ہم تمہیں اور اس فلکی دونوں کو زندہ چھوڑ سکتے ہیں کیونکہ تم نے اب تک میرے دو آدمیوں کو صرف زخمی کیا ہے ہلاک نہیں کیا"....... عمران نے کہا۔

" تم ہمیں زندہ چھوڑنے پر مجبور ہو جاؤ گے"....... حشمت نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

" وہ کیسے"....... عمران نے کہا۔

"باس ہر طرف سے نگرانی کراتا ہے اس لئے لامحالہ اس تک یہ اطلاع پہنچ چکی ہو گی کیونکہ تمہاری ہر جگہ اس کے مخبروں کی نظر میں تھی اور وہ کسی بھی وقت قیامت بن کر ٹوٹ پڑے گا اس لئے تمہارے حق میں بہتر ہے کہ تم ہمیں جس قدر جلد ممکن ہو سکے چھوڑ دو ورنہ تمہیں مرنے کے لئے بھی جگہ نہ ملے گی"....... حشمت نے کہا تو صدیقی ایک جھٹکے سے اٹھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا باہر چلا گیا۔

"اچھا تو اسی لئے تم اس قدر مطمئن نظر آ رہے ہو"....... عمران نے کہا۔

"میں جو کچھ کہہ رہا ہوں درست کہہ رہا ہوں۔ تمہاری بچت اسی میں ہے کہ تم ہمیں زندہ چھوڑ دو"....... حشمت نے کہا۔

"تاکہ میں خود تمہارے ہاتھوں مرنے کے لئے تیار ہو جاؤں۔ کیوں"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں باس سے کہہ کر تمہاری جان بخشی کرا لوں گا"....... حشمت نے جواب دیا۔

"میں نے تم سے جو پوچھا ہے اس کا جواب دو۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ تم جیسے قاتلوں کے ساتھ بیٹھا مذاکرات کرتا رہوں"....... عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"تمہاری مرضی۔ مجھے کچھ نہیں معلوم۔ تم جو چاہے کر لو"۔ حشمت نے کہا تو عمران کرسی سے اٹھا۔ اس نے اپنی کرسی اٹھا کر حشمت کی کرسی کے بالکل سامنے اور قریب جا کر رکھی اور پھر اس پر

بیٹھ کر اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے تیز دھار خنجر نکالا اور پھر اس سے پہلے کہ حشمت کچھ کہتا عمران کا خنجر والا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور کمرہ حشمت کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔ ابھی اس کی چیخ کی بازگشت ختم نہ ہوئی تھی کہ عمران کا ہاتھ ایک بار پھر حرکت میں آیا اور حشمت کے حلق سے پہلے سے زیادہ کربناک چیخ نکلی اور اس نے بے اختیار اپنا سر دائیں بائیں مارنا شروع کر دیا۔ اس کے دونوں نتھنے آدھے سے زیادہ کٹ چکے تھے۔ عمران نے بڑے اطمینان سے خنجر پر لگے ہوئے خون کو اس کے لباس سے صاف کیا اور پھر اسے کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈال لیا۔

"اب تم خود بخود سب کچھ بتاؤ گے"....... عمران نے کہا اور پھر ایک ہاتھ سے اس نے حشمت کا سر پکڑا اور دوسرے ہاتھ کی مڑی ہوئی انگلی کا ہک اس کی پیشانی کے درمیان ابھر آنے والی رگ پر مارا تو حشمت اس انداز میں چیخا جیسے ضرب اس کی پیشانی پر نہیں بلکہ اس کی روح پر پڑی ہو۔

"بولو کہاں مل سکتا ہے جارج۔ بولو"....... عمران نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مم۔ مم۔ مجھے نہیں معلوم۔ مجھے نہیں معلوم"....... حشمت کے منہ سے رک رک کر نکلا۔ چونکہ وہ پیشہ ور قاتل تھا اس لئے اس کے اعصاب عام افراد سے کہیں زیادہ مضبوط تھے۔ عمران نے دوسری ضرب لگائی تو حشمت کے منہ سے ایسی آوازیں نکلنے لگیں جیسے ذبح

ہوتا ہوا جانور گردن پر چھری پھرنے کے بعد نکالتا ہے۔ اس کا پورا جسم بری طرح کانپنے لگ گیا تھا۔ چہرہ مسخ ہو گیا تھا اور اس پر پسینہ آبشار کی صورت میں بہنے لگا تھا۔ آنکھیں ابل کر آدھی سے زیادہ باہر نکل آئی تھیں۔

" بولو۔ کہاں مل سکتا ہے جارج۔ بولو "....... عمران نے پہلے سے زیادہ سرد لہجے میں کہا۔

" بب۔ بب۔ باس۔ کرم اڈے پر ہو گا۔ کرم اڈے پر۔ باس کرم اڈے پر ہو گا۔ وہی اس کا خفیہ ٹھکانہ ہے "....... حشمت کے منہ سے ایسے الفاظ نکلنے لگے جیسے اس کے نہ چاہنے کے باوجود خود بخود اس کی زبان سے پھسل کر باہر آ رہے ہوں۔

" کہاں ہے یہ کرم اڈا۔ تفصیل بتاؤ "....... عمران نے اسی طرح سرد لہجے میں کہا۔

" کرم روڈ پر سرخ رنگ کی عمارت ہے۔ کرم اڈا اسے کہتے ہیں۔ وہاں سائنسی آلات بھی ہیں۔ مسلح افراد بھی اور انتہائی خونخوار کتے بھی۔ باس وہیں چھپتا ہے۔ وہ اس کا خفیہ اڈا ہے۔ وہاں اس کی عورت گریسی بھی رہتی ہے "....... حشمت اب اس طرح مسلسل بولے چلا جا رہا تھا جیسے ٹیپ چل رہا ہو۔

" وہاں فون تو ہو گا۔ اس کا نمبر بتاؤ "....... عمران نے کہا۔

" مجھے نہیں معلوم۔ یہ اڈا بھی اچانک میری نظروں میں آ گیا تھا اور شاید میرے علاوہ اس بارے میں اور کوئی نہیں جانتا "۔ حشمت

نے کہا۔

" اس کے علاوہ اور کوئی اڈا "....... عمران نے پوچھا۔

" مجھے نہیں معلوم۔ مجھے نہیں معلوم "....... حشمت نے اسی طرح مشینی سے لہجے میں کہا تو عمران اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کرسی اٹھا کر پیچھے رکھی اور پھر مڑ کر تیز تیز قدم اٹھاتا اس کمرے سے باہر آ گیا۔

" نگرانی نہیں ہو رہی عمران صاحب۔ میں نے اچھی طرح چیکنگ کر لی ہے۔ ویسے بھی ہم نے انہیں وہاں سے اٹھا کر لاتے ہوئے خصوصی طور پر خیال رکھا تھا "....... برآمدے میں موجود صدیقی نے کہا۔

" مجھے پہلے ہی معلوم تھا۔ یہ لوگ اسی طرح اندھا اعتماد کرتے ہیں اپنے باسوں کا اور باس ادھر ادھر سے ملنے والی اطلاعات کو اس انداز میں پیش کرتے ہیں کہ جیسے ان کی ہزاروں آنکھیں ہوں۔ بہرحال اب تم ان دونوں کا خاتمہ کر دو اور میرے ساتھ چلو۔ اب ہمیں ہر صورت میں اس جارج کو ٹریس کرنا ہے۔ اس کے بغیر اب گاڑی آگے نہیں چل سکتی "....... عمران نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

کار تیزی سے چلتی ہوئی دارالحکومت کے شمالی حصے میں واقع ایک بڑی مارکیٹ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ یہ کپڑے کی تھوک مارکیٹ تھی اور شاید پورے ملک میں کپڑا اسی مارکیٹ سے ہی سپلائی کیا جاتا تھا۔ اس کا سرکاری نام تو کچھ اور تھا لیکن عام طور پر اسے کلاتھ مارکیٹ ہی کہا جاتا تھا۔ کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر نعمانی تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر خاور بیٹھا ہوا تھا۔ نعمانی فورسٹارز کے ہیڈ کوارٹر سے نکل کر سیدھا خاور کے فلیٹ پر پہنچا تھا اور پھر وہ دونوں کار میں بیٹھ کر کلاتھ مارکیٹ کی طرف چل پڑے۔

"تمہیں یقین ہے خاور کہ روبن ان کالی فلموں کے بارے میں کافی کچھ جانتا ہے"...... صدیقی نے سائیڈ سیٹ پر بیٹھے ہوئے خاور سے کہا۔

"ہاں۔ تم دیکھنا کہ وہ بہرحال ہم سے زیادہ ہی جانتا ہو گا"۔ خاور

نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ خاور نے صدیقی کے ساتھ اس کیس پر ڈسکس کرتے ہوئے اچانک اس روبن کے بارے میں بتایا تھا جس کا کلاتھ مارکیٹ کے عقبی حصے میں ایک ہوٹل تھا۔ روبن ہوٹل۔ یہ کھانے وغیرہ سپلائی کرنے کا ہوٹل تھا۔ مارکیٹ میں کام کرنے والے مزدور اور مالکان کے ساتھ ساتھ پورے پاکیشیا سے آنے والے کپڑے کے بیوپاری روبن کے ہوٹل میں ہی کھانا کھاتے تھے۔ یہ روبن خاور کا واقف تھا اور خاور نے صدیقی کے پوچھنے پر ہی بتایا تھا کہ ایک مشترکہ دوست کے توسط سے روبن سے ملاقات ہوئی تھی۔ روبن کو غیر ملکی کلاسیکل فلمیں حاصل کرنے کا جنون کی حد تک شوق تھا اور اس نے ہی خاور کو بتایا تھا کہ روبن کو فلموں کے بارے میں اس قدر معلومات حاصل ہیں کہ عام لوگ اسے فلموں کا انسائیکلو پیڈیا کہتے ہیں۔ خاور کا خیال تھا کہ روبن لامحالہ ان کالی فلموں کے بارے میں کافی کچھ جانتا ہو گا اس لئے وہ اس سے ملاقات کے لئے چل پڑے تھے۔ کلاتھ مارکیٹ کی پارکنگ میں صدیقی نے کار روکی اور پھر وہ دونوں نیچے اتر آئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہوٹل روبن پہنچ گئے۔ ہوٹل کا ہال کاروباری افراد سے بھرا ہوا تھا اور سب کھانا کھانے میں مصروف تھے۔

"روبن کا آفس اوپر ہے۔ آؤ"...... خاور نے کہا اور ایک سائیڈ پر موجود راہداری کی طرف مڑ گیا۔

"کیا تم پہلے بھی یہاں آتے رہے ہو"...... صدیقی نے کہا۔

"ہاں۔ یہاں کا کھانا بہت اچھا ہوتا ہے اس لئے میں اکثر یہاں کھانا کھانے آجاتا ہوں اور کبھی کبھی روبن سے بھی ملاقات ہو جاتی ہے"...... خاور نے کہا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ راہداری کے آخر میں سیڑھیاں اوپر جا رہی تھیں۔ وہ دونوں سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچے تو اس راہداری میں روبن کا شاندار آفس موجود تھا۔ روبن چھریرے بدن اور لمبے قد کا نوجوان تھا۔ چہرے اور رکھ رکھاؤ کے لحاظ سے وہ کاروباری آدمی ہی دکھائی دیتا تھا لیکن صدیقی کو اس کی ٹھوڑی کی بناوٹ دیکھ کر اندازہ ہوا تھا کہ روبن انتہائی چالاک، عیار اور شاطر ذہن کا مالک ہے۔

"اوہ۔ اوہ مسٹر خاور آپ اور اس طرح اچانک آگئے"...... خاور اور نعمانی کے اندر داخل ہوتے ہی بڑی سی آفس ٹیبل کے پیچھے بیٹھے ہوئے روبن نے اٹھ کر انتہائی گرمجوشانہ لہجے میں کہا۔

"یہ میرے دوست ہیں نعمانی۔ اور نعمانی یہ روبن ہوٹل کے مالک روبن ہیں"...... خاور نے باقاعدہ تعارف کراتے ہوئے کہا اور پھر نعمانی نے نہ صرف روبن سے مصافحہ کیا بلکہ اس نے رسمی فقرے بھی ادا کئے۔

"بیٹھیں اور بتائیں کیا پینا پسند کریں گے"...... روبن نے کہا۔

"کافی منگوا لو۔ تمہارے ہوٹل کی کافی بھی خاصی اچھی ہوتی ہے"...... خاور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خاصی نہیں بلکہ واقعی اچھی ہوتی ہے"...... روبن نے کہا اور

خاور بے اختیار ہنس پڑا۔ روبن نے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر کسی کو تین کپ کافی بھیجنے کا کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔

"روبن۔ ہم ایک خاص مقصد کے لئے تمہارے پاس آئے ہیں لیکن ایک شرط ہے کہ تم سے جو گفتگو ہو اسے تم نے راز میں رکھنا ہے"...... خاور نے کہا تو روبن بے اختیار چونک پڑا۔

"اوہ۔ ایسی کیا بات ہے جس کے لئے آپ کو رازداری کی شرط لگانے کی ضرورت پڑی ہے"...... روبن نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"کافی آجائے پھر بات ہو گی"...... خاور نے جواب دیا تو روبن نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد کافی سرو کر دی گئی اور ان تینوں نے ایک ایک پیالی اٹھا لی۔

"ہاں تو مسٹر خاور۔ اب آپ بتائیں کیونکہ مجھ سے مزید سسپنس برداشت نہیں ہو سکتا"...... روبن نے کہا تو خاور اور نعمانی دونوں بے اختیار ہنس پڑے۔

"روبن۔ نعمانی صاحب بہت بڑے امپورٹر و ایکسپورٹر ہیں اس لئے مالی لحاظ سے خاصے خوشحال ہیں۔ انہیں ایک شوق جنون کی حد تک ہے اور وہ ہے فلموں کی کلکشن اور ہم اس سلسلے میں یہاں آئے ہیں"...... خاور نے کہا تو روبن کے تنے ہوئے چہرے پر یکلخت اطمینان بھری مسکراہٹ رینگ گئی۔

"اوہ۔ یہ تو ایسی کوئی بات نہیں جس کے لئے رازداری کی ضرورت ہو۔ آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔ میں سمجھا تھا کہ کوئی بہت

بڑے جرم کا مسئلہ ہے"....... روبن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" ابھی میں نے تمہیں یہ بات نہیں بتائی کہ نعمانی صاحب کر
قسم کی فلموں کی کلکشن کے شائق ہیں"....... خاور نے مسکرا
ہوئے کہا تو روبن ایک بار پھر چونک پڑا۔

" کیا مطلب۔ کیا کوئی پراسرار چکر ہے"....... روبن نے کہا۔

" مسٹر نعمانی بلیو فلموں کے کلکٹر ہیں روبن صاحب۔ ان بلیو
فلموں کے جنہیں کالی فلمیں کہا جاتا ہے"....... خاور نے کہا تو روبن
کے چہرے پر حیرت کے تاثرات پھیلتے چلے گئے۔

" اوہ۔ حیرت ہے۔ عجیب شوق ہے"....... روبن نے کہا۔ اب وہ
بڑی عجیب سی نظروں سے نعمانی کو دیکھ رہا تھا۔

" مسٹر روبن آپ میری طرف ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے آپ سمجھ
رہے ہوں کہ میں اخلاق باختہ ٹائپ کا آدمی ہوں۔ ایسی کوئی بات
نہیں۔ یہ صرف میرا شوق ہے اور بس"....... نعمانی نے کہا تو روبن
نے ایک طویل سانس لیا۔

" ٹھیک ہے۔ فرمائیے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں"....... روبن
نے کہا۔

" مسٹر روبن، نعمانی صاحب کے اس شوق میں ایک اور
خصوصیت بھی ہے کہ انہیں صرف وہ کالی فلمیں کلکٹ کرنے کا شوق
ہے جس میں مکمل طور پر مقامی لڑکیاں شامل ہوں۔ غیر ملکی
نہیں"....... خاور نے کہا۔

" اوہ۔ لیکن ایسی فلمیں تو بہت کم بنتی ہیں کیونکہ یہاں پاکیشیا
میں اسے انتہائی معیوب سمجھا جاتا ہے"....... روبن نے اور زیادہ
حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" پاکیشیا۔ کافرستان اور ایشیا کے دوسرے علاقوں میں بننے والی
ایسی فلموں کا خاصا بڑا ذخیرہ میرے پاس موجود ہے لیکن میرا مسئلہ
دوسرا ہے۔ کیوں خاور۔ میں خود بات کروں"....... نعمانی نے کہا۔

" ہاں۔ یہ زیادہ بہتر رہے گا"....... خاور نے کہا۔

" مسٹر روبن۔ میں ان فلموں کو سپیشل فلمیں کہتا ہوں اور
اصل بات یہ ہے کہ میں اب ایسی سپیشل فلم خود تیار کرانا چاہتا
ہوں"....... نعمانی نے کہا تو روبن کا چہرہ حیرت سے بگڑ گیا۔

" خود۔ کیا مطلب۔ کیا آپ کوئی لڑکی۔ مم۔ مم۔ میرا مطلب
ہے"....... روبن نے بری طرح گڑبڑائے ہوئے لہجے میں کہا۔

" اوہ نہیں۔ میرا مطلب کسی خاص لڑکی کو اس فلم میں پیش
کرنا نہیں ہے بلکہ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ ایک فلم میں خود تیار
کروں جس کا صرف ایک ہی پرنٹ ہو۔ میرا مطلب ہے کہ یہ پرنٹ
صرف میری ملکیت ہو۔ اس جیسا دوسرا کوئی پرنٹ اور کسی کے پاس
نہ ہو تاکہ میں اس پر فخر کر سکوں کہ یہ فلم صرف میری کلکشن میں
شامل ہے"....... نعمانی نے کہا تو روبن نے بے اختیار ایک طویل
سانس لیا۔

" عجیب شوق ہے آپ کا"....... روبن نے کہا۔

"ہاں۔ شوق ہوتے ہی عجیب ہیں"...... نعمانی نے کہا اور اس بار روبن ہنس پڑا۔

" مسٹر روبن، نعمانی صاحب منہ مانگا معاوضہ دینے کے لئے تیار ہیں"...... خاور نے کہا تو روبن بے اختیار چونک پڑا۔

" معاوضہ کس بات کا"...... روبن نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

" مسٹر روبن، میں ویسے بے حد شریف آدمی ہوں اور معاشرے میں میری بڑی عزت ہے۔ یہ فلمیں کلکٹ کرنا صرف میری ہابی ہے اور ان فلموں کی کلکشن کے لئے میں نے ایسے آدمی رکھے ہوئے ہیں جو مجھے ایسی فلمیں سپلائی کرتے ہیں اور معاوضہ لے جاتے ہیں لیکن میں نے ایسا چکر چلایا ہوا ہے کہ ان لوگوں کو بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ فلمیں کون حاصل کرتا ہے کیونکہ بہرحال یہ فلمیں انتہائی معیوب ہوتی ہیں۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ میں ان سے بات نہیں کر سکتا اور میرا ذاتی خیال ہے کہ ان لوگوں کو یہ بھی معلوم نہ ہوگا کہ یہ فلمیں کون بناتا ہوگا۔ بس انہیں اسی انداز میں مل جاتی ہوں گی۔ مسٹر خاور میرے راز دار دوست ہیں۔ میں نے ان سے بات کی تو انہوں نے آپ کا ذکر کیا اور ہم دونوں آپ کے پاس آگئے۔ آپ اگر ہمیں کسی ایسے آدمی کے بارے میں بتا دیں جو بس مقامی طور پر فلمیں تیار کرتا ہو یا کراتا ہو تو آپ کو معاوضہ مل جائے گا اور ہمارا کام ہو جائے گا"...... نعمانی نے کہا۔

" لیکن مسٹر نعمانی۔ آپ کو یہ بھی تو علم ہوگا کہ یہ انتہائی خفیہ کاروبار ہے اس لئے ایسے لوگ ہر لحاظ سے اپنے آپ کو خفیہ رکھتے ہیں اور ان کے رابطے لامحالہ ایسے خطرناک مجرموں سے بھی ہوتے ہیں کہ اگر انہیں ذرا سا بھی شبہ ہو جائے تو یہ سب کچھ کرنے پر اتر آتے ہیں اور خاص طور پر ایسے لوگ جو مقامی لڑکیاں استعمال کرتے ہیں وہ تو خود بھی بڑے بڑے مجرم ہوتے ہیں کیونکہ عام کاروباری آدمی اس انداز کی فلمیں نہیں بناتے۔ انتہائی اونچے درجے کے مجرم ایسی فلمیں بنانے کا رسک لیتے ہیں کیونکہ اس میں عیاشی بھی ہوتی ہے اور بے پناہ دولت بھی۔ آپ تو خود ایسی فلموں کے کلکٹر ہیں۔ آپ کو تو خود معلوم ہوگا کہ ایسی فلمیں جو ایکریمیا اور یورپ سے آتی ہیں ان کی نسبت یہ فلمیں لاکھوں نہیں تو ہزاروں گنا زیادہ قیمت پر فروخت ہوتی ہیں پھر جب ان کے لاکھوں پرنٹ فروخت ہوتے ہوں گے تو کتنی دولت اکٹھی ہو جاتی ہو گی"...... روبن نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

" آپ کو مکمل تحفظ ملے گا مسٹر روبن۔ آپ کا نام کبھی بھی اور کسی بھی طرح سامنے نہیں آئے گا"...... نعمانی نے کہا۔

" مسٹر خاور میں آپ کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ کیا آپ مجھے حلف دے سکتے ہیں"...... روبن نے کہا۔

" ہاں۔ لیکن اس بات کا خیال رکھنا کہ معلومات درست ہوں"...... خاور نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے باقاعدہ حلف

دے دیا۔

" میں اس کے بارے میں صرف ایک لاکھ روپے لوں گا۔ صرف ایک لاکھ روپے" ...... روبن نے کہا۔

" مل جائیں گے ۔ وعدہ رہا" ...... نعمانی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے بڑے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر اپنے سامنے رکھ لی۔

" میں براہ راست ایسے لوگوں کو تو نہیں جانتا البتہ ایک آدمی کو جانتا ہوں ۔ اس کا نام سیف خان ہے ۔ وہ راجہ بازار میں واقع گرینڈ ہوٹل کا مالک ہے ۔ خود بھی بہت بڑا گینگسٹر اور جرائم پیشہ آدمی ہے ۔ اس کا تعلق بہرحال ان لوگوں سے ہے جو ایسی فلمیں بناتے ہیں" ...... روبن نے کہا۔

" آپ کو کیسے معلوم ہوا" ...... نعمانی نے پوچھا۔

" آپ کو معلوم ہے کہ راجہ بازار یہاں سے قریب ہے ۔ سیف خان اس علاقے کا سب سے بڑا غنڈہ ہے اور کلاتھ مارکیٹ کی دکانوں کے ساتھ ساتھ میرے ہوٹل سے بھی باقاعدہ تاوان وصول کرتا ہے ورنہ اس کے آدمی ایک منٹ میں پوری دکان کو آگ لگانے پر گریز نہیں کرتے اور پولیس اور حکام اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے اس لئے سب خاموشی سے اسے تاوان دیتے رہتے ہیں اور کوئی بھی منہ سے آواز نکالنے کی جرأت نہیں کرتا۔ میں بھی اسے ایک لاکھ روپے ماہانہ ادا کرتا ہوں کیونکہ میرا ہوٹل بزنس کافی چلتا ہے اس لئے آپ سے

میں نے ایک لاکھ روپیہ طلب کیا ہے۔ میں سمجھوں گا کہ ایک ماہ کا تاوان میں نے بچالیا ہے ۔ یہ تاوان میں خود جا کر اسے دے آتا ہوں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ اس کے مسلح غنڈے میرے ہوٹل میں آئیں کیونکہ میرے ہوٹل میں دور دور سے کاروباری لوگ آتے ہیں اور یہ کاروباری لوگ ان غنڈوں سے ڈرتے ہیں اس لئے اگر مسلح غنڈوں کی یہاں آمد و رفت شروع ہو جائے تو میرا کاروبار تباہ ہو سکتا ہے اس لئے میں خود ہر ماہ پانچ تاریخ کو گرینڈ ہوٹل جا کر سیف خان کو رقم دے آتا ہوں ۔ چونکہ گزشتہ آٹھ دس سالوں سے یہ سلسلہ جاری ہے اس لئے سیف خان کے آدمی مجھ سے کافی بے تکلف ہو چکے ہیں ۔ ایک بار سیف خان موجود نہیں تھا اس لئے مجھے اس کا انتظار کرنا پڑا اور پھر میرے پوچھنے پر اس کے ایک خاص آدمی نے مجھے بڑے رازدارانہ لہجے میں بتایا کہ سیف خان کے پاس اس بار انتہائی خوبصورت مال آیا ہے اس لئے وہ خود اڈے پر گیا ہے ۔ مال کے بارے میں پوچھنے پر اس نے بتایا کہ سیف خان ایسی لڑکیوں کا دھندہ کرتا ہے جو ملک کے دور دراز علاقوں سے اغوا کر کے لائی جاتی ہیں اور سیف خان انہیں ان لوگوں کے پاس فروخت کرتا ہے جو ان پر عریاں فلمیں بناتے ہیں لیکن چونکہ مجھے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی اس لئے میں نے مزید کوئی بات نہ کی اور پھر کافی دیر تک انتظار کرنے کے بعد میں اس کے آدمی کو تاوان دے کر واپس آگیا۔ اگلے ماہ میں گیا تو میں نے ویسے ہی سیف خان سے اس بارے میں پوچھا تو

سیف خان نے مجھے کہا کہ آئندہ یہ بات میرے منہ سے نکلی تو میری لاش بھی کسی کو نہ ملے گی جس پر میں خوفزدہ ہو گیا اور واپس آ گیا لیکن اس کے رویے سے میں سمجھ گیا کہ اس کے آدمی نے درست بتایا ہے"...... روبن نے پوری تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

" اوکے۔ یہ لیں ایک لاکھ روپے اور اب اس بات کو بھول جائیں"...... نعمانی نے کہا تو روبن نے جلدی سے نوٹوں کی گڈی اٹھا کر میز کی دراز میں رکھ لی۔

" آپ بھی پلیز خیال رکھیں لیکن ایک بات بتا دوں کہ سیف خان بہت بڑا غنڈہ ہے اس لئے آپ کسی بڑے غنڈے کی معرفت ہی اس سے بات کریں"...... روبن نے کہا۔

" ہاں۔ ایسا ہی کریں گے۔ اوکے اب اجازت"...... نعمانی نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ خاور نے بھی اٹھ کر روبن کا شکریہ ادا کیا اور پھر اس سے مصافحہ کر کے وہ دونوں اس کے آفس سے باہر آ گئے۔

" میرا خیال ہے کہ روبن نے ہمیں چکر دیا ہے"...... اچانک خاور نے کہا تو نعمانی بے اختیار چونک پڑا۔

" کیا مطلب۔ کیسے"...... نعمانی نے حیران ہو کر پوچھا۔

" اس کا خیال تھا کہ اتنے بڑے غنڈے سے ہم براہ راست تو بات کریں گے نہیں اور یہ غنڈے اس قسم کی باتیں کھل کر بھی نہیں کرتے اس لئے ایک لاکھ روپیہ بھی وہ کما لے گا اور ہم بھی مطمئن ہو جائیں گے"...... خاور نے کہا۔

" نہیں۔ اس نے جو کچھ بتایا ہے وہ اس کی حد تک درست ہے البتہ یہ بات دوسری ہے کہ اس سیف خان کے آدمی نے کوئی غلط بیانی کی ہو۔ میں سچ بولنے والا کا لہجہ پہچان لیتا ہوں"...... نعمانی نے کہا اور خاور بے اختیار مسکرا دیا۔

" تو پھر تصدیق کر لی جائے اس بات کی"...... خاور نے کہا۔

" نہیں۔ اس طرح براہ راست ہوٹل میں جا کر اس سے پوچھ گچھ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہمیں اس کی رہائش گاہ کا پتہ چلانا ہو گا اور پھر وہاں سے اسے اغوا کر کے ہیڈ کوارٹر لے جانا ہو گا۔ ایسے آدمی آسانی سے زبان نہیں کھولا کرتے"...... نعمانی نے کہا۔

" لیکن رہائش گاہ کا پتہ تو اس کے کسی آدمی سے ہی معلوم ہو سکتا ہے"...... خاور نے کہا۔

" میرا خیال ہے کہ اس کے ہوٹل فون کیا جائے اگر وہ موجود نہ ہو گا تو اس کی رہائش گاہ کا پتہ پوچھ لیا جائے گا"...... نعمانی نے کہا۔

" ٹھیک ہے"...... خاور نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد نعمانی نے گاڑی ایک پبلک فون بوتھ کے سامنے روک دی۔

" تم بیٹھو۔ میں معلوم کر کے آتا ہوں"...... خاور نے نیچے اترتے ہوئے کہا اور نعمانی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ خاور نے فون بوتھ میں جا کر رسیور اٹھایا اور پھر انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔ انکوائری کو کال کرنے کے لئے سکے ڈالنے کی ضرورت نہ پڑتی تھی اس لئے خاور نے سکے نہ ڈالے تھے۔

"یس انکوائری"...... رابطہ قائم ہوتے ہی انکوائری آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

"راجہ بازار میں گرینڈ ہوٹل ہے اس کا نمبر دے دیں"...... خاور نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا تو خاور نے کریڈل دبایا اور پھر سکے ڈال کر اس نے انکوائری آپریٹر کے نمبر پریس کر دیئے۔

"گرینڈ ہوٹل"...... ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"میں کافرستان کے ہوٹل الیگزینڈر سے بول رہا ہوں رفیق خان۔ سیف خان سے بات کراؤ"...... خاور نے بڑے بھاری سے لہجے میں کہا۔

"اوہ سر۔ چیف تو خود کافرستان گئے ہوئے ہیں۔ وہ آج صبح ہی گئے ہیں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کافرستان میں کس جگہ ان سے ملاقات ہو سکتی ہے"...... خاور نے پوچھا۔

"جی وہیں گرینڈ ہوٹل میں۔ وہ بھی ان کا ہی ہوٹل ہے"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوہ ہاں۔ ٹھیک ہے۔ شکریہ"...... خاور نے کہا اور پھر رسیور ہک سے لٹکا کر وہ فون بوتھ سے باہر آ گیا۔

"کیا معلوم ہوا ہے"...... نعمانی نے اس کے کار میں بیٹھتے ہی پوچھا۔

"وہ کافرستان گیا ہوا ہے"...... خاور نے کہا اور پھر تفصیل بتا

دی۔

"اس سے پوچھ تو لینا تھا کہ اس کی واپسی کب ہے"...... نعمانی نے کہا۔

"میں نے اسے خود ہی کہا تھا کہ میں کافرستان سے بول رہا ہوں اس لئے اب اس کی واپسی کا کیسے پوچھ سکتا تھا"...... خاور نے کہا تو نعمانی بے اختیار ہنس پڑا۔

"بہرحال کل ہی معلوم کر لیں گے"...... نعمانی نے کہا اور کار آگے بڑھا دی۔

جارج جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا کمرے میں موجود عورت اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"بڑے دنوں بعد یاد آئی ہے تمہیں میری"...... عورت نے بڑے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ ان دنوں کچھ چکر ہی ایسا چل گیا تھا کہ میں ذہنی طور پر الجھ گیا تھا"...... جارج نے کہا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

"اوہ۔ کیا کوئی خاص بات ہو گئی ہے"...... عورت نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔ کچھ خطرناک لوگ ہمارے خلاف کام کر رہے تھے اس لئے مجھے ایک خفیہ پوائنٹ پر رہنا پڑا۔ اب جا کر ان میں سے ایک کا خاتمہ ہوا ہے تو میں وہاں سے باہر آیا ہوں لیکن ہوٹل جاتے ہوئے اچانک مجھے تمہارا خیال آ گیا اس لئے میں یہاں آ گیا ہوں تاکہ کچھ

ریلیکس ہو سکوں"...... جارج نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا کیا ہے۔ میں بھی یہاں اکیلے رہ رہ کر بے حد بور ہو چکی ہوں۔ تمہاری آمد سے مجھے بھی ریلیکس ہونے میں مدد ملے گی"۔ عورت نے کہا تو جارج بے اختیار ہنس پڑا۔

"تمہاری ایسی باتیں تو مجھے پسند ہیں گریسی۔ بہرحال تہہ خانے سے پرانی شراب لے آؤ۔ آج وہی پیتے ہیں"...... جارج نے کہا تو عورت جس کا نام گریسی تھا مسکراتے ہوئے اٹھی اور کمرے کے دروازے سے باہر نکل گئی۔ جارج نے اپنی دونوں ٹانگیں پھیلا دیں۔ تھوڑی دیر بعد گریسی واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں شراب کی ایک بوتل اور دو گلاس موجود تھے اور پھر ان دونوں نے شراب پینا شروع کر دی۔ وہ شراب پینے کے ساتھ ساتھ ادھر ادھر کی باتیں کر رہے تھے کہ اچانک میز پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو جارج بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ وہ یہاں آنے سے پہلے سٹار ہوٹل میں اپنے خاص آدمی مارٹن کو فون پر بتا چکا تھا کہ وہ بڑے اڈے پر جا رہا ہے اگر کوئی ایمرجنسی ہو تو وہاں فون کر لے لیکن یہ روٹین کی بات تھی۔ اس اڈے کے بارے میں اس کے خاص خاص آدمیوں کو ہی علم تھا اور مارٹن ان میں سے ایک تھا لیکن مارٹن نے کبھی فون نہ کیا تھا کیونکہ کبھی کوئی ایسی ایمرجنسی بھی سامنے نہ آئی تھی کہ وہ فون کرتا۔ یہی وجہ تھی کہ فون کی گھنٹی سن کر جارج کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے

تھے کیونکہ یہاں سوائے مارٹن کے اور کوئی فون نہ کر سکتا تھا۔ مارٹن کے فون کا مطلب تھا کہ کوئی ایسی ایمرجنسی ہو گئی ہے جسے مارٹن بھی ڈیل نہیں کر سکتا اس لئے جارج نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔

"یس۔ جارج بول رہا ہوں"...... جارج نے تیز لہجے میں کہا۔

"مارٹن بول رہا ہوں باس"...... دوسری طرف سے مارٹن کی آواز سنائی دی۔

"یس۔ کیا بات ہے۔ کیوں کال کی ہے"...... جارج نے کہا۔

"واکر آپ کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ میں نے انہیں بتایا ہے کہ آپ کسی ضروری کام میں مصروف ہیں تو اس نے کہا کہ میں آپ کو بتا دوں کہ حشمت کے اڈے پر اس کا سارا گروپ ہلاک کر دیا گیا ہے اور حشمت کو اغوا کر لیا گیا ہے"...... مارٹن نے کہا تو جارج بے اختیار اچھل پڑا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے"...... جارج نے چیختے ہوئے کہا۔

"میں نے آپ کو کال کرنے سے پہلے اس بات کو کنفرم کیا ہے باس۔ واقعی وہاں پورا گروپ اور مسلح افراد سب گولیوں سے چھلنی پڑے ہوئے ہیں مگر حشمت کے ساتھ ساتھ اس کے ایک آدمی فلکی کی لاش موجود نہیں ہے"...... مارٹن نے کہا۔

"ویری سیڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ معاملات زیادہ گڑبڑ ہیں۔

ویری بیڈ۔ ٹھیک ہے میں خود واکر سے بات کرتا ہوں"...... جارج نے کہا اور کریڈل دبا کر اس نے ہاتھ ہٹایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"یس۔ واکر بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد واکر کی آواز سنائی دی۔

"جارج بول رہا ہوں واکر ابھی مارٹن نے مجھے حیرت انگیز اطلاع دی ہے"...... جارج نے کہا۔

"ہاں۔ ایسا ہی ہوا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تمہیں فون کرنے سے پہلے مارٹن نے اپنے طور پر بھی اس بات کو کنفرم کیا ہو گا"...... واکر نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن یہ کن لوگوں کا کام ہے۔ ٹائیگر تو ہلاک ہو چکا ہے۔ کیا یہ اس عمران کا کام ہو سکتا ہے لیکن عمران اتنا بڑا اقدام کیسے کر سکتا ہے۔ حشمت اور اس کا گروپ تو پورے دارالحکومت میں انتہائی خطرناک سمجھا جاتا تھا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک عام سا آدمی اس طرح ان کے اڈے میں گھس کر سب کو ہلاک کر دے اور انہیں اغوا کر کے لے جائے"...... جارج نے کہا۔

"تمہیں کس نے کہا ہے کہ عمران عام سا آدمی ہے"...... واکر نے جواب دیا تو جارج بے اختیار چونک پڑا۔

"کیا مطلب۔ تم نے خود ہی تو بتایا تھا کہ وہ کنگ روڈ کے فلیٹ میں رہتا ہے اور فلیٹ پر رہنے والا آدمی بھلا خاص آدمی کیسے ہو سکتا

ہے"...... جارج نے کہا۔

"عمران پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے اور پوری دنیا میں سب سے خطرناک ایجنٹ سمجھا جاتا ہے لیکن یہ بات طے ہے کہ یہ کارروائی عمران کی نہیں ہو سکتی"...... واکر نے کہا۔

"کیوں۔ جبکہ تم کہہ رہے ہو کہ وہ ایجنٹ ٹائپ کی کوئی چیز ہے"...... جارج نے کہا۔

"ہاں۔ وہ ایسے چھوٹے معاملات میں ملوث نہیں ہوتا۔ وہ بین الاقوامی سطح پر کام کرنے والا آدمی ہے اور جب مجھے حشمت اور اس کے گروپ کے بارے میں اطلاع ملی تو میں بھی بے حد حیران ہوا تھا اور پھر میں نے اپنے خاص آدمیوں کو اس بارے میں معلومات حاصل کرنے کا حکم دیا اور ابھی تمہاری کال آنے سے تھوڑی دیر پہلے مجھے اطلاع ملی ہے کہ یہ کام دو آدمیوں کا ہے۔ ان میں سے ایک آدمی کا نام نعمانی ہے اور وہ رانفٹر پلازہ کے ایک فلیٹ میں رہتا ہے۔ بظاہر کوئی کاروباری آدمی ہے"...... واکر نے کہا۔

"اتنی جلدی حتمی طور پر کیسے معلوم ہو گیا"...... جارج نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"وہ دونوں جس کار میں آئے تھے اس کا نمبر مل گیا ہے۔ آخری بار یہی کار حشمت کے اس اڈے میں جاتی ہوئی دیکھی گئی ہے اور پھر اس کار کے بارے میں جب معلومات حاصل کیں تو معلوم ہو گیا کہ یہ کار اکثر رانفٹر پلازہ کی پارکنگ میں کھڑی دیکھی جاتی ہے پھر وہاں سے

معلومات ملی ہیں کہ یہ کار ایک کاروباری آدمی نعمانی کی ہے اور وہ وہاں کے فلیٹ میں رہتا ہے لیکن اسے وہاں آئے ہوئے صرف چار ماہ ہوئے ہیں"...... واکر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ ویری گڈ۔ پھر تو اس سے معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔ بے حد شکریہ"...... جارج نے کہا اور کریڈل دبا کر اس نے ایک بار پھر ٹون آنے پر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"مارٹن بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی مارٹن کی آواز سنائی دی۔ جو نمبر پریس کیا گیا تھا وہ مارٹن کا مخصوص نمبر تھا۔

"جارج بول رہا ہوں مارٹن"...... جارج نے کہا۔

"یس باس"...... مارٹن کا لہجہ یکلخت مؤدبانہ ہو گیا۔

"حشمت اور اس کے گروپ کو دو آدمیوں نے ہلاک اور اغوا کیا ہے۔ ان میں سے ایک کا پتہ چل گیا ہے۔ اس کا نام نعمانی ہے اور رانفٹر پلازہ کے کسی فلیٹ میں رہتا ہے۔ تم ماتھی اور اس کے آدمیوں کو وہاں بھیجو اور اس نعمانی کو اغوا کر کے زرعی فارم پر پہنچا دو۔ میں خود وہاں جا رہا ہوں۔ میں اس سے خود سب کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں"...... جارج نے کہا۔

"یس باس"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"سارا کام انتہائی احتیاط سے ہونا چاہئے"...... جارج نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا ہوا۔ تم تو جا رہے ہو"...... گریسی نے کہا۔

"ہاں گریسی ۔انتہائی سیریس مسئلہ ہے ۔میں فارغ ہو کر پھر آؤں گا"...... جارج نے کہا اور تیزی سے مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے ذہن میں پنکھے چل رہے تھے کیونکہ حشمت اور اس کے گروپ کی ہلاکت اس کے لئے بہت بڑا صدمہ تھا۔ حشمت اور اس کے گروپ کی وجہ سے زیر زمین دنیا میں اس کا رعب و دبدبہ موجود تھا اس لئے وہ حشمت اور اس کے گروپ کے قاتلوں سے عبرتناک انتقام لینے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

عمران نے کار کرم روڈ پر واقع سرخ رنگ کی عمارت کے سامنے سڑک کی دوسری طرف روک دی۔ وہ اس وقت ڈرائیونگ سیٹ پر موجود تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر صدیقی بیٹھا ہوا تھا۔ حشمت نے جارج کے اس خفیہ اڈے کی نشاندہی کی تھی اس لئے عمران سیدھا یہاں آیا تھا۔

"لیکن یہ کیا ضروری ہے عمران صاحب کہ جارج یہاں واقعی موجود ہو"...... صدیقی نے کہا۔

"ضروری تو نہیں ہے لیکن چیک تو کیا جا سکتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"کس طرح ۔اگر یہاں کا فون نمبر معلوم ہوتا تو معاملہ آسان ہو جاتا"...... صدیقی نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ عقبی طرف سے اندر جا کر چیکنگ کی جائے"۔

عمران نے کہا۔

"لیکن وہ حشمت تو بتا رہا تھا کہ یہاں سائنسی آلات بھی موجود ہیں"...... صدیقی نے کہا۔

"یہ عام سے مجرم ہیں انہوں نے بین الاقوامی سطح کے انتظامات تو نہ کئے ہوں گے۔ کوئی الارم ٹائپ کی چیز لگا رکھی ہو گی"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور صدیقی بھی بے اختیار ہنس پڑا لیکن ابھی عمران نے کار کے دروازے کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اچانک اس سرخ رنگ کی کوٹھی کا پھاٹک کھلتا دکھائی دیا تو عمران رک گیا۔ کوٹھی کا پھاٹک کھلا اور اس میں سے سرخ رنگ کی ایک کار نکلی اور پھر مڑ کر تیزی سے دائیں طرف کو بڑھ گئی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر صرف ایک آدمی موجود تھا اور کوئی آدمی موجود نہ تھا۔

"میرا خیال ہے کہ یہی جارج ہے"...... عمران نے کار سٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ کو اس کا حلیہ معلوم ہے"...... صدیقی نے چونک کر پوچھا۔

"نہیں۔ لیکن اس کا انداز بتا رہا ہے کہ اس کا تعلق زیر زمین دنیا سے ہے اور پھر یہ اڈا بھی اسی کا ہے اس لئے یہاں سے کار میں وہی آجا سکتا ہے"...... عمران نے کہا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ عمران نے کار موڑ کر اس طرف بڑھا دی جس طرف سرخ رنگ کی کار گئی تھی اور پھر عمران نے اس سرخ رنگ کی کار کا تعاقب شروع کر

دیا۔ کار مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد شہر سے باہر جانے والی ایک سڑک پر مڑی تو عمران چونک پڑا۔

"کیا مطلب۔ کیا یہ شہر سے باہر جا رہا ہے"...... عمران نے کہا۔

"لگتا تو یہی ہے"...... صدیقی نے کہا۔

"پھر تو اسے راستے میں ہی روکنا ہو گا"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کار کی رفتار یکلخت بڑھا دی لیکن اس سے پہلے کہ وہ سرخ رنگ کی کار کے قریب پہنچتا سرخ کار نے دائیں طرف مڑنے کا کاشن دینا شروع کر دیا اور عمران نے کار کی رفتار آہستہ کر دی۔ سرخ کار دائیں طرف مڑی اور پھر سائیڈ روڈ پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ عمران نے کار موڑنے کی بجائے آگے بڑھا دی۔

"اسے تعاقب کا شک تو نہیں پڑ گیا"...... صدیقی نے کہا۔

"نہیں۔ اس طرف کافی فاصلے پر ایک زرعی فارم ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ وہیں گیا ہے۔ چونکہ کچی سڑک ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ یہ کافی آگے نکل جائے پھر اس کے پیچھے جائیں گے"...... عمران نے کہا اور پھر اس نے کار آگے لے جا کر موڑی اور واپس اسی ذیلی سڑک کی طرف آنے لگا۔ پھر وہ اس سائیڈ روڈ پر مڑ گیا۔ دور سے گرد اڑتی ہوئی صاف دکھائی دے رہی تھی اور عمران کار آگے بڑھانے لگا لیکن پھر اس نے جان بوجھ کر کار کی رفتار آہستہ کر دی تھی اور پھر تھوڑی دیر بعد ان کی کار اس پرانے زرعی فارم تک پہنچ گئی۔ زرعی فارم کا پھاٹک کھلا ہوا تھا اور سرخ رنگ کی کار سامنے کھڑی نظر آ رہی

تھی۔ عمران سائیڈ سے ہوتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا اور پھر اس نے کار
زرعی فارم کی عقبی سائیڈ پر لے جا کر روک دی۔

"آؤ"...... عمران نے کہا اور دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ صدیقی
بھی دوسری طرف سے نیچے اتر آیا اور پھر وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے
فارم کے پھاٹک کی طرف آگئے۔ پھاٹک اسی طرح کھلا ہوا تھا اور کار
بھی موجود تھی۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں مشین پسٹل موجود تھے۔

"آؤ۔ میرا خیال ہے کہ فارم میں اس کے علاوہ اور کوئی آدمی
نہیں ہے"...... عمران نے کہا اور پھر وہ پھاٹک میں داخل ہو کر
سامنے سے ہٹ کر سائیڈ سے ہوتا ہوا تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔
صدیقی اس کے پیچھے تھا۔ کار کے قریب جا کر وہ دونوں چند لمحوں کے
لئے رک گئے اور پھر وہ کار کی سائیڈ سے ہو کر جب فارم کے برآمدے
میں پہنچے تو انہیں اندر سے کسی کے باتیں کرنے کی آوازیں سنائی
دیں۔

"اوہ۔ یہاں فون بھی موجود ہے۔ حیرت ہے"...... عمران نے
آہستہ سے کہا کیونکہ باتیں کرنے کے انداز سے ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ
بات چیت فون پر ہو رہی ہے۔ راہداری سے دبے پاؤں گزرتے
ہوئے وہ اس کمرے کے دروازے کے قریب پہنچ گئے جہاں سے آواز
سنائی دے رہی تھی۔

"جلدی بھیجو۔ میں یہاں موجود ہوں"...... تیز اور تحکمانہ لہجے
میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رسیور کریڈل پر رکھے جانے کی آواز

سنائی دی تو عمران نے سر آگے کر کے کھلے دروازے سے اندر جھانکا تو
کار میں سوار ہو کر آنے والا وہی آدمی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی
دروازے کی طرف سائیڈ تھی۔ کمرہ بڑے اچھے انداز میں سجا ہوا تھا اور
لگتا ہی نہ تھا کہ یہ اس پرانے زرعی فارم کا کمرہ ہو سکتا ہے۔ عمران
اندر داخل ہوا تو کرسی پر بیٹھا ہوئے آدمی نے شاید آہٹ سن کر
گردن موڑی اور دوسرے لمحے وہ اس بری طرح بوکھلائے ہوئے
انداز میں اٹھا کہ جس کرسی پر وہ بیٹھا ہوا تھا وہ پیچھے گر گئی۔

"تت۔ تم کون ہو۔ یہ۔ یہ۔ یہاں کیسے آئے ہو"...... اس آدمی
نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ شاید یہ بات اس کے تصور
میں ہی نہ تھی کہ یہاں بھی کوئی اس طرح آ سکتا ہے۔

"ہم بھوت ہیں مسٹر جارج"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا
تو وہ آدمی ایک بار پھر بے اختیار اچھل پڑا۔

"تم۔ تم میرا نام جانتے ہو۔ اوہ۔ اوہ۔ کہیں تم علی عمران تو
نہیں ہو"...... اس آدمی نے چونک کر ایسے لہجے میں کہا جیسے اب اس
نے غور سے عمران کو دیکھا ہو۔

"چلو حساب برابر ہو گیا۔ میں تمہارا نام جانتا ہوں اور تم میرا نام
جانتے ہو۔ بہرحال کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ لیکن خیال رکھنا کہ اگر کوئی غلط
حرکت کی تو میرے ہاتھ میں موجود مشین پسٹل گولیاں اگل دے گا
اور میرا نشانہ بچپن سے ہی بڑا شاندار رہا ہے کہ میں غلیل سے طوطے
کے جسم کو نشانہ بنایا کرتا تھا لیکن پتھر اس کی ٹانگ پر جا لگتا تھا اس

لئے میں نے اپنے نشانے میں ترمیم کر لی تھی کہ میں طوطے کی چونچ کا نشانہ لے لیا کرتا تھا اور پتھر اس کے دل پر جا لگتا تھا اور اس وقت بھی میں نے تمہارے سر کا نشانہ لیا ہوا ہے"...... عمران کی زبان نجانے کب سے رکی ہوئی تھی رواں ہو گئی۔

"تم۔ تم عجیب آدمی ہو۔ لیکن تم یہاں کیسے پہنچ گئے"۔ جارج نے ایک دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو عمران سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"صدیقی میں مسٹر جارج سے اطمینان بھرے ماحول میں بات چیت کرنا چاہتا ہوں۔ ایک تو اس کا بندوبست کرو اور دوسرا باہر کا بھی خیال رکھو کیونکہ مسٹر جارج نے فون پر کسی کو یہاں بلوایا ہے"...... عمران نے گردن موڑے بغیر پیچھے کھڑے ہوئے صدیقی سے کہا تو صدیقی بغیر کچھ کہے خاموشی سے مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

"مسٹر جارج۔ تم نے پیشہ ور قاتل میرے پیچھے لگائے تھے اس لئے میں نے سوچا کہ بجائے عام پیشہ ور قاتلوں سے ملاقات کرنے کے کیوں نہ ان کے سرغنہ سے ہی ملاقات کر لی جائے تاکہ یہ تو معلوم ہو سکے کہ تمہیں یہ ٹاسک کس نے دیا ہے"...... عمران نے کہا۔

"میرا کسی پیشہ ور قاتل سے کوئی تعلق نہیں ہے اور دوسری بات یہ کہ یہ زرعی فارم میری ملکیت ہے اس لئے تمہارے حق میں بہتر یہی ہے کہ تم واپس چلے جاؤ"...... جارج نے اس بار خشک لہجے میں کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"ہم نے یہاں اس زرعی فارم میں ساری عمر نہیں رہنا اس لئے واپس تو بہرحال ہم چلے جائیں گے لیکن تم سے یہ پوچھ کر کہ تم جو لڑکیاں عریاں اور کالی فلموں کے لئے اغوا کراتے ہو انہیں آگے کس کے ہاتھ بیچا جاتا ہے"...... عمران نے اس بار انتہائی خشک لہجے میں کہا۔

"لڑکیاں۔ فلمیں۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میرا تو ہوٹل بزنس ہے۔ میرا لڑکیوں اور عریاں فلموں سے کیا تعلق"...... جارج نے کہا۔ اس کا ہاتھ آہستہ آہستہ جیب کی طرف رینگ رہا تھا۔

"اپنا ہاتھ جیب سے علیحدہ رکھو جارج ورنہ جتنے سانس کی تمہیں مہلت مل رہی ہے وہ بھی نہیں ملے گی"...... عمران کا لہجہ یکلخت سرد ہو گیا تو جارج نے ایک جھٹکے سے ہاتھ علیحدہ کر دیا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی صدیقی اندر داخل ہوا اور اس کے ساتھ ہی سٹک کی آواز سنائی دی تو عمران نے بے اختیار سانس روک لیا کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ صدیقی نے بے ہوش کر دینے والی گیس کا پسٹل فائر کیا ہو گا کیونکہ یہ مخصوص آواز اسی پسٹل کی تھی۔ عمران نے خود ہی اسے کوڈ میں یہ کام کرنے کے لئے کہا تھا۔ سٹک کی آواز کے ساتھ ہی جارج کے قدموں میں فرش پر ایک کیپسول گر کر پھٹا اور جارج جو حیرت سے چونک پڑا تھا اس کا جسم بے اختیار کرسی پر ہی ڈھلکتا چلا گیا۔ عمران اٹھا اور پھر اسی طرح سانس روکے وہ تیزی سے باہر کی طرف مڑ گیا۔ صدیقی بھی اس کے پیچھے تھا۔ باہر کھلی جگہ پر آ کر

انہوں نے سانس لینے شروع کر دیئے۔

"عمران صاحب اسے یہاں سے اٹھا کر لے جایا جائے پھر اطمینان سے اس سے پوچھ گچھ ہو سکے گی"...... صدیقی نے کہا۔

"نہیں۔ اس کا اس کوٹھی سے نکل کر اس پرانے زرعی فارم میں اس انداز میں آنا اور پھر یہاں کسی کے بلوانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے کوئی خاص مقصد ہے اور میں یہ مقصد معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ بہرحال اب اسے جلدی ہوش نہ آسکے گا اس لئے اب ہم دونوں کو یہاں اس انداز میں چھپنا ہے کہ آنے والوں کو کور کیا جا سکے"...... عمران نے کہا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ چونکہ ان کی کار زرعی فارم کی عقبی طرف تھی اس لئے انہیں یہ فکر نہ تھی کہ آنے والے ان کی کار کو دیکھ کر چونک پڑیں گے اس لئے وہ ادھر ادھر مخصوص اوٹوں میں ہو کر اس انداز میں کھڑے ہو گئے کہ آنے والوں کو آسانی سے کور کیا جا سکے۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد دور سے دھول اڑتی ہوئی نظر آنے لگی تو وہ دونوں چونک پڑے۔ تھوڑی دیر بعد ایک بڑی سی کار تیزی سے دوڑتی ہوئی فارم کی طرف آتی دکھائی دی۔ کار میں تین افراد موجود تھے جن میں سے دو فرنٹ سیٹ پر اور ایک عقبی سیٹ پر موجود تھا۔ کار فارم کے کھلے پھاٹک میں سے اندر آئی اور جارج کی کار کے قریب پہنچ کر رک گئی اور پھر وہ تینوں تیزی سے نیچے اترے۔ اس کے ساتھ ہی عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی نے کار کی عقبی سیٹوں کے درمیان موجود ایک آدمی کو کھینچ کر کاندھے پر

ڈالا تو عمران بے اختیار چونک پڑا کیونکہ وہ اسے پہچان گیا تھا۔ یہ نعمانی تھا اور ظاہر ہے یہی حالت صدیقی کی ہوئی تھی۔ وہ تینوں اب فارم کی اندرونی طرف بڑھ رہے تھے کہ عمران نے مشین پسٹل کا ٹریگر دبا دیا اور دوسرے لمحے تڑتڑاہٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی یکے بعد دیگرے وہ تینوں ہی زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ نعمانی بھی ان کے ساتھ ہی نیچے گرا تھا لیکن وہ اسی طرح بے حس و حرکت پڑا رہا تھا البتہ وہ تینوں نیچے گرے اور پھر چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گئے تو عمران اوٹ سے باہر آیا۔ اسی لمحے صدیقی بھی باہر نکلا اور تیزی سے نعمانی کی طرف بڑھ گیا۔

"میں نے سوچا تھا کہ ان پر بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر دوں لیکن اس سے پہلے آپ نے فائر کھول دیا"...... صدیقی نے باہر آتے ہوئے کہا۔

"اصل آدمی ہاتھ آگیا ہے اس لئے ان چھوٹی مچھلیوں پر وقت ضائع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے"...... عمران نے کہا اور آگے بڑھ کر اس نے نعمانی کو چیک کیا۔

"اسے گیس سے بے ہوش کیا گیا ہے۔ تم وہ اینٹی گیس کی شیشی لے آئے ہو یا نہیں"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ لے آیا ہوں"...... صدیقی نے کہا اور جیب سے ایک لمبی گردن والی چھوٹی سی شیشی نکال کر عمران کی طرف بڑھا دی۔ عمران نے شیشی کھولی اور اس کا دہانہ نعمانی کی ناک سے لگا دیا۔ چند لمحوں

بعد اس نے شیشی ہٹائی پھر اس کا ڈھکن بند کر کے شیشی واپس
صدیقی کی طرف بڑھا دی۔ یہ اینٹی گیس چونکہ ہر قسم کی بے ہوش
کرنے والی گیس کا تریاق تھی اس لئے عمران کو یقین تھا کہ نعمانی کو
چاہے کسی بھی گیس سے بے ہوش کیا گیا ہو گا بہرحال وہ ہوش میں
جائے گا اور پھر وہی ہوا۔ چند لمحوں بعد نعمانی کے جسم میں حرکت کے
تاثرات نمودار ہونے لگ گئے۔

"یہاں فارم میں کہیں رسی وغیرہ ہو گی۔ تم تلاش کرو"۔ عمران
نے کہا تو صدیقی سر ہلاتا ہوا فارم کی اندرونی طرف بڑھ گیا۔ اسی لمحے
نعمانی نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحوں تک اس کی
آنکھوں میں دھند سی چھائی رہی۔

"نعمانی اٹھو"...... عمران نے کہا تو نعمانی بے اختیار اچھل پڑا اور
پھر وہ تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے
تاثرات نمایاں تھے۔

"یہ۔ یہ میں کہاں ہوں۔ آپ بھی یہاں ہیں۔ کیا مطلب"۔
نعمانی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تمہیں اغوا کر کے یہاں لایا گیا ہے۔ میں اور صدیقی پہلے سے
یہاں موجود تھے"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ تو یہ بات ہے۔ میں اپنے فلیٹ پر موجود تھا کہ اچانک میری
ناک سے نامانوس سی بو ٹکرائی اور پھر اس سے پہلے کہ میں سنبھلتا
میرا ذہن آف ہو گیا اور اب مجھے یہاں ہوش آیا ہے۔ یہ کون لوگ

ہیں اور آپ یہاں کس لئے آئے ہوئے ہیں"...... نعمانی نے کہا۔

"وہی جارج کا مسئلہ ہے۔ ہم جارج کے پیچھے یہاں آئے تھے اور
پھر اس نے یہاں سے فون کر کے کسی کو یہاں بھجوانے کا کہا تو ہم
نے اسے بے ہوش کر دیا اور یہاں رک کر آنے والوں کا انتظار
کرنے لگے۔ یہ تینوں کار میں یہاں پہنچے اور تم بے ہوشی کے عالم میں
ان کے ساتھ تھے"...... عمران نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ انہیں کسی طرح سے میرے فلیٹ کا پتہ
چل گیا۔ مجھے واپس پہنچے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی۔ بہرحال میں نے اور
خاور نے اس سلسلے میں ایک اہم آدمی کو ٹریس کر لیا تھا لیکن وہ
کافرستان گیا ہوا تھا اس لئے ہم نے سوچا کہ جب وہ واپس آئے گا تو
اس پر ہاتھ ڈالیں گے۔ شاید اسی چکر میں ہم ان کی نظروں میں آ گئے
ہوں گے"...... نعمانی نے کہا۔

"کون آدمی تھا۔ کیا تفصیل ہے اس کی"...... عمران نے چونک
کر پوچھا۔

"اس کا نام سیف خان بتایا گیا ہے"...... نعمانی نے کہا اور پھر
اس نے روبن کے ہوٹل جانے سے لے کر سیف خان کے بارے
میں پبلک فون بوتھ سے معلومات حاصل کرنے تک کی ساری
تفصیل بتا دی۔

"ہونہہ۔ ٹھیک ہے۔ پہلے اس جارج سے بات کر لیں پھر اس
سیف خان کو بھی دیکھ لیں گے"...... عمران نے کہا اور اسی لمحے

صدیقی بھی اندر سے باہر آگیا۔

"کیا ہوا تھا نعمانی۔ تم کس طرح ان کے ہاتھ لگ گئے"۔ صدیقی نے کہا تو نعمانی نے مختصر طور پر ساری بات بتا دی۔

"جارج کو باندھ دیا ہے یا نہیں"...... عمران نے صدیقی سے پوچھا۔

"جی ہاں۔ ایک کمرے میں رسی کا بنڈل مل گیا تھا"...... صدیقی نے جواب دیا۔

"اوکے۔ وہ اینٹی گیس شیشی مجھے دے دو اور تم دونوں یہیں باہر ہی رکو۔ کہیں کوئی اور نہ آجائے البتہ ان لاشوں کو گھسیٹ کر اوٹ میں کر دو"...... عمران نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر جیب سے اینٹی گیس کی شیشی نکال کر اس نے عمران کو دی تو عمران تیزی سے مڑا اور اندرونی طرف کو بڑھ گیا۔ جارج کرسی پر رسیوں سے بندھا بے ہوشی کے عالم میں موجود تھا۔ عمران نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی اینٹی گیس کی شیشی کا ڈھکن ہٹایا اور شیشی کا دہانہ جارج کی ناک سے لگا دیا۔ چند لمحوں بعد اس نے شیشی ہٹائی۔ اس کا ڈھکن بند کیا اور پھر اسے جیب میں ڈال کر اس نے جیب سے مشین پسٹل نکال لیا اور جارج کے سامنے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد جارج ہوش میں آگیا اور ہوش میں آتے ہی اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے بندھا ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسمسا کر رہ گیا۔

"یہ۔ یہ تم نے کیا کیا۔ یہ مجھے باندھ کیوں دیا ہے"...... جارج نے پوری طرح سنبھلتے ہوئے کہا۔

"سنو جارج۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ تمہارے تین آدمی جو ہمارے ایک ساتھی کو اغوا کر کے لے آئے تھے ہلاک ہو چکے ہیں اس لئے اب یہاں تمہاری مدد کو کوئی نہیں آئے گا اور مجھے معلوم ہے کہ تم بہت چھوٹی مچھلی ہو۔ تم خود یہ فلمیں تیار نہیں کرتے اس لئے اگر تم ان لوگوں کے بارے میں جو فلمیں تیار کرتے ہیں تفصیل بتا دو تو تمہیں زندہ چھوڑا جا سکتا ہے"...... عمران کا لہجہ یکلخت انتہائی سرد ہو گیا تھا۔

"میرے آدمی۔ کیا کہہ رہے ہو۔ میرے آدمی یہاں کیوں آئیں گے۔ ہوٹل بزنس سے تعلق رکھنے والوں کا یہاں کیا کام"...... جارج نے کہا۔

"اوکے۔ تم بہادر بننے کی کوشش کر رہے ہو۔ ٹھیک ہے ویسے ایک بات بتا دوں کہ سیف خان کے بارے میں مجھے معلوم ہو گیا ہے"...... عمران نے کہا تو جارج بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر یکلخت شدید حیرت کے تاثرات ابھر آئے لیکن پھر اس نے جلد ہی اپنے آپ کو سنبھال لیا۔

"کون سیف خان"...... جارج نے کہا۔

"اوکے۔ میں صرف پانچ تک گنوں گا۔ اگر تم نے اس دوران منہ کھول دیا تو ٹھیک ورنہ میں ٹریگر دبا دوں گا۔ باقی باتیں پھر

سیف خان سے ہو جائیں گی"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ
ہی اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے مشین پسٹل کا رخ اس کے سینے
کی طرف کیا اور رک رک کر گننا شروع کر دیا۔ اس کے چہرے پر
سفاکی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ میں بتا دیتا ہوں۔ رک جاؤ۔ تمہارا چہرہ بتا
رہا ہے کہ تم واقعی مجھے گولی مار دو گے"...... تیسرے نمبر پر ہی جارج
نے یکلخت چیختے ہوئے کہا۔

"بولتے جاؤ ورنہ گنتی جاری رہے گی"...... عمران نے اسی طرح
سرد لہجے میں کہا۔

"میں لڑکیاں سیف خان کو سپلائی کرتا تھا"...... جارج نے کہا۔

"کیا سیف خان فلمیں بناتا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ نہیں۔ البتہ وہ شاید ان فلمیں بنانے والوں
کو جانتا ہو گا"...... جارج نے جواب دیا۔

"کب سے یہ دھندہ ہو رہا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"مجھے تو دو سال ہو گئے ہیں۔ مجھے سیف خان نے آ کر کہا تھا اور
اس قدر بھاری رقم دینے کا کہا کہ میں نے یہ کام شروع کر دیا"۔ جارج
نے جواب دیا۔

"تمہیں میرے بارے میں تفصیل کس نے بتائی تھی"۔ عمران
نے پوچھا۔

"واکر نے۔ وہ گریٹ لینڈ کا آدمی ہے اور یہاں اعلیٰ پیمانے پر

تا ہے"...... جارج نے جواب دیا۔

"کہاں رہتا ہے وہ"...... عمران نے پوچھا۔

"الاسکا کلب کا مالک ہے"...... جارج نے کہا۔

"ہمارے ساتھی نعمانی کے بارے میں تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ
تمہارے آدمی اسے اغوا کرنے اس کے فلیٹ پر پہنچ گئے"...... عمران
نے پوچھا۔

"واکر نے بتایا تھا۔ وہ مخبری کرنے والی ایک بڑی تنظیم کا بھی
چیف ہے۔ تمہارے ان دو آدمیوں نے میرے کلنگ سیکشن کے
اڈے میں گھس کر وہاں سب کو ہلاک کر دیا تھا اور حشمت اور اس
کے ایک آدمی کو اٹھا کر لے گئے تھے۔ واکر نے اس بارے میں
معلومات حاصل کیں تو اس کار کے بارے میں معلوم ہو گیا جس
میں تمہارے آدمی آئے تھے اور پھر وہ کار ایک رہائشی پلازہ میں چیک
کر لی گئی"...... جارج نے جواب دیا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا
دیا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم نے اب تک کتنی لڑکیاں اغوا کر کے سیف خان تک پہنچائی
ہیں"...... عمران کا لہجہ سرد ہو گیا۔

"مجھے یاد نہیں۔ کیوں"...... جارج نے چونک کر کہا۔

"تاکہ کم از کم اتنی گولیاں تو تمہارے جسم میں اتار دوں۔ مجرم
ہونا اور بات ہے لیکن تم جو کچھ کرتے رہے ہو وہ سرے سے
انسانیت ہی نہیں ہے"...... عمران نے انتہائی خشک لہجے میں کہا

اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹریگر دبا دیا۔ تڑتڑاہٹ کی تیز آواز
کے ساتھ ہی گولیاں جارج کے جسم میں گھسنا شروع ہو گئیں۔ جا
کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں لیکن جلد ہی یہ چیخیں ختم ہو گئیں ی
عمران نے اس وقت تک ٹریگر سے انگلی نہ ہٹائی جب تک مش
پسٹل کا میگزین ختم نہیں ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں جارج کے
انتہائی نفرت ابھر آئی تھی۔

" تم سرے سے انسان ہی نہیں ہو جارج"...... عمران
انتہائی نفرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے بیرونی دروازے
طرف مڑ گیا۔

دارالحکومت کے انتہائی پوش رہائشی علاقے میں بہت بڑی اور
انتہائی عالیشان کوٹھی کے انتہائی قیمتی فرنیچر سے سجے ہوئے کمرے
میں ایک ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی بڑی بڑی مونچھیں
سائیڈوں پر اس طرح اکڑی ہوئی تھیں جیسے بالوں کی بجائے لوہے
کی تاروں کی بنی ہوئی ہوں۔ اس کے جسم پر شاندار اور انتہائی قیمتی
کپڑے کا سوٹ تھا۔ سامنے میز پر سگار اور اس کا پاؤچ بھی موجود تھا۔
وہ ایک البم دیکھنے میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے انٹرکام کی
گھنٹی بج اٹھی۔ اس نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر ہاتھ بڑھا کر رسیور
اٹھا لیا۔

" یس"...... اس آدمی نے بڑے بارعب لہجے میں کہا۔

" راجر کا فون ہے جناب"...... دوسری طرف سے ایک انتہائی
مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

.... اس آدمی نے اسی طرح بارعب لہجے میں کہا۔

" میں راجر بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک
آواز سنائی دی۔

" کیوں فون کیا ہے"...... اس آدمی نے اسی طرح رعب
دار لہجے میں کہا۔

" جناب نئی فلموں پر کام بند ہے جبکہ ڈیمانڈ بے حد زیادہ ہے
اس بار نئی لڑکیاں سپلائی ہی نہیں کی گئیں"...... دوسری طرف سے
کہا گیا۔ لہجہ بے حد مؤدبانہ تھا۔

" اوہ کیوں۔ سیف خان نے سپلائی نہیں بھجوائی"...... اس آدمی
نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" جی نہیں۔ میری سیف خان سے بات ہوئی ہے۔ اس کا کہنا ہے
کہ جس گروپ کے ذریعے لڑکیاں اغوا کی جاتی تھیں اس کے خلاف
کوئی دوسری تنظیم کام کر رہی ہے اس لئے فی الحال انہوں نے یہ کام
بند کر دیا ہے"...... راجر نے کہا۔

" لیکن جب ہم سیف خان کو اس کا منہ مانگا معاوضہ دیتے ہیں تو
پھر یہ اس کا کام ہے کہ وہ سپلائی جاری رکھے۔ ایک گروپ کام نہیں
کر رہا تو دوسرے گروپ سے کام لے۔ یہاں دارالحکومت میں کیا اب
ایسے لوگ ختم ہو گئے ہیں جو لڑکیاں اغوا کرتے ہیں"...... اس آدمی
نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

" میں کیا عرض کر سکتا ہوں جناب۔ ہم سب تو بس ہاتھ پر ہاتھ

دھرے بیٹھے ہیں"...... راجر نے کہا۔

" پرانی لڑکیوں کا کیا کرتے ہو۔ کیا انہیں ہلاک کر دیا جاتا
ہے"...... اس آدمی نے پوچھا۔

" جی ہاں۔ ویسے بھی وہ فلم بننے کے بعد اس قابل نہیں رہتیں کہ
زندہ رہ سکیں اور اس کے علاوہ لیکج کا بھی خطرہ ہوتا ہے اس لئے
انہیں ہلاک کر دیا جاتا ہے اور جناب دوسری بات یہ کہ گاہک نئی
لڑکیوں کی فلمیں ڈیمانڈ کرتے ہیں"...... راجر نے جواب دیتے
ہوئے کہا۔

" ہونہہ۔ ٹھیک ہے میں خود سیف خان سے بات کرتا ہوں"۔
اس آدمی نے کہا اور رسیور رکھ کر اس نے فون کے نیچے لگا ہوا بٹن
پریس کر کے اسے ڈائریکٹ کیا اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے
نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

" گولڈ سٹار کلب"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز
سنائی دی۔

" نواب اکبر آصف بول رہا ہوں۔ سیف خان سے بات کراؤ"۔
اس آدمی نے بڑے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

" سر وہ موجود نہیں ہیں"...... دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ
لہجے میں کہا گیا۔

" نانسنس۔ اسے تلاش کرو اور جہاں بھی وہ موجود ہو اسے کہو کہ
وہ فوری طور پر مجھے فون کرے۔ فوری"...... اکبر آصف نے انتہائی

تحکمانہ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور کریڈل پرپٹ
دیا۔
" نانسنس۔ نواب آصف کو کہا جا رہا ہے کہ سیف خان موجو
نہیں ہے۔ نانسنس"...... اکبر آصف نے کہا اور اس کے ساتھ ہ
اس کی نظریں سامنے موجود البم پر جم گئیں۔ پھر تقریباً بیس منٹ بع
فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اکبر آصف نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔
" یس"...... اکبر آصف نے تیز لہجے میں کہا۔
" جناب سیف خان کے اسسٹنٹ افضل خان کا فون ہے"۔
دوسری طرف سے کہا گیا۔
" سیف خان کا نائب افضل خان۔ یہ کون ہے۔ بہر حال ٹھیک
ہے بات کراؤ"...... اکبر آصف نے کہا۔
" ہیلو جناب میں افضل خان بول رہا ہوں۔ سیف خان کا نائب
جناب"...... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ بے ح
مؤدبانہ تھا۔
" سیف خان کہاں ہے۔ اس کی بجائے تم نے کال کیوں ک
ہے"...... اکبر آصف نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔
" سیف خان ہلاک ہو چکا ہے جناب۔ اسے اغوا کیا گیا اور پھر ا
کی لاش ایک سڑک کے کنارے پڑی ہوئی ملی۔ اس پر انتہائی تشد
کیا گیا تھا اور جناب میں نے جب اس بارے میں تفصیل سے
معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ یہ سب کچھ ان لڑکیوں کی سپلا

سلسلے میں ہوا ہے جو سیف خان راجر کو سپلائی کرتا تھا اور جس
کی رقم وہ آپ سے وصول کیا کرتا تھا"...... افضل خان نے جواب
دیتے ہوئے کہا۔
" کیا مطلب۔ لڑکیوں کی سپلائی کے سلسلے میں اسے ہلاک کیا گیا
ہے۔ کیوں۔ کس نے ایسا کیا ہے۔ تفصیل سے بات کرو"...... اکبر
آصف نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
" جناب۔ سیف خان نے یہ کام یہاں کے ایک بہت بڑے جرائم
پیشہ گروپ کے باس جارج کے ذمہ لگایا ہوا تھا اور جارج کے آدمی
لڑکیاں اغوا کر کے مجھے ایک جزیرے پر پہنچاتے تھے جہاں سے جارج
کا خاص آدمی بادشاہ ان لڑکیوں کو سیف خان کے پاس پہنچاتا اور پھر
سیف خان اس مال کو راجر تک پہنچاتا تھا اور جناب اس جزیرے پر
سنٹرل انٹیلی جنس بیورو نے چھاپہ مارا۔ وہاں موجود تمام لڑکیاں،
اسلحہ، شراب اور منشیات وغیرہ سب پکڑ لیں۔ وہاں کا انچارج بادشاہ
اپنے تمام مسلح ساتھیوں سمیت ہلاک کر دیا گیا۔ اس کے بعد جارج
کے پیشہ ور قاتلوں کے گروپ کے اڈے پر چھاپہ پڑا اور اس پورے
گروپ کو ہلاک کر دیا گیا۔ پھر جارج اور اس کے آدمی مارٹن اور اس
کے ساتھیوں کی لاشیں ایک زرعی فارم میں ملیں۔ جارج کرسی پر
رسیوں سے بندھا ہوا تھا اور اسی حالت میں اس کے جسم پر گولیاں
برسائی گئی تھیں۔ جارج کی ہلاکت کے بعد سیف خان کو اس کے
خصوصی اڈے سے اغوا کیا گیا اور پھر اس کی لاش ملی اور جناب یہاں

ایک غیر ملکی ایجنٹ واکر کو بھی اغوا کر کے اسے بھی ہلاک کر دیا گیا
ہے۔ وہ جارج کا مخبر تھا۔ یہ ساری کارروائی جہاں تک مجھے معلوم ہوا
ہے زیر زمین دنیا میں کام کرنے والے ایک آدمی ٹائیگر سے شروع
ہوئی۔ ٹائیگر کو جارج کے آدمیوں نے گولیاں مار کر ہلاک کر دیا
لیکن ٹائیگر کا تعلق سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والے ایک آدمی
علی عمران سے ہے اور ٹائیگر کی موت کے بعد پے در پے یہ واقعات
ہوئے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ سیکرٹ سروس یہ کام کر رہی ہے یا
وہ علی عمران۔ اور جناب جارج تو راجر کے بارے میں نہیں جانتا تھا
لیکن سیف خان جانتا تھا اس لئے لامحالہ اسے مارنے والوں نے سیف
خان سے راجر کے بارے میں معلوم کر لیا ہو گا اور ہو سکتا ہے کہ
سیف خان نے آپ کا نام بھی لے دیا ہو اس لئے آپ بھی محتاط ہو
جائیں"...... افضل خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یو نانسنس۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ میں تمہاری طرح کوئی عام
آدمی ہوں کہ وہ مجھ پر ہاتھ ڈال سکیں گے۔ نانسنس"...... اکبر
آصف نے غصے سے چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے
رسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

"یہ۔ یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں۔ کیا کوئی اور گروپ ہمارے
بزنس کے خلاف کام کر رہا ہے"...... اکبر آصف نے بڑبڑاتے ہوئے
کہا اور پھر اس نے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر یکے بعد دیگرے دو بٹن
پریس کر دیئے۔

"یس سر"...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"راجر کو کہو کہ مجھے کال کرے اور اس کی کال کے بعد تم نے
میری بات مارشل سے کرانی ہے"...... اکبر آصف نے کہا۔

"یس سر"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اکبر آصف نے رسیور
رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اکبر آصف نے رسیور
اٹھا لیا۔

"یس"...... اکبر آصف نے تیز اور تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"راجر فون پر موجود ہے سر"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کراؤ بات"...... اکبر آصف نے کہا۔

"ہیلو جناب۔ میں راجر بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد راجر کی
آواز سنائی دی۔

"راجر۔ ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ تمہارے پاس پہنچنے والی
لڑکیوں کے سلسلے میں سیکرٹ سروس ان لوگوں کے خلاف کام کر
رہی ہے جو انہیں اغوا کرتے ہیں اور سیف خان بھی ان کے ہاتھوں
مارا جا چکا ہے اور بھی بہت سے لوگ مارے گئے ہیں جو ان لڑکیوں
کے اغوا کے سلسلے میں ملوث رہے ہیں۔ سیف خان چونکہ تمہارے
بارے میں جانتا تھا اس لئے ہو سکتا ہے کہ اس گروپ نے سیف
خان سے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہوں اس لئے
تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو انتہائی محتاط رہنا ہو گا اور فلموں کا
دھندہ اس وقت تک بند کر دو جب تک میں مزید حکم نہ دوں تاکہ

میں اس گروپ کا پتہ چلا کر اس کا خاتمہ کرا دوں"...... اکبر آصف نے کہا۔

"اوہ۔ شاید اسی لئے سیف خان سپلائی نہیں بھیج رہا تھا۔ ویسے پاکیشیا سیکرٹ سروس تو ایسے کاموں میں ملوث نہیں ہوا کرتی۔ کہیں یہ ہمارے دشمنوں کی سازش نہ ہو"...... راجر نے کہا۔

"نہیں۔ اس وقت اس مارکیٹ میں ہم ہی ہم ہیں۔ باقی لوگ اس قابل ہی نہیں ہیں کہ وہ ہمارا مقابلہ کر سکیں اس لئے یہ کوئی اور سلسلہ ہے۔ بہرحال میں اس بارے میں معلوم کر لوں گا اور پھر ان کا خاتمہ آسانی سے ہو جائے گا"...... اکبر آصف نے کہا۔

"یس سر"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اکبر آصف نے رسیور رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی اور اکبر آصف نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔ وہ سمجھ گیا کہ مارشل کی کال ہو گی۔

"مارشل بول رہا ہوں جناب"...... ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"مارشل تم میری کوٹھی آجاؤ۔ میں نے تم سے تفصیلی بات کرنی ہے اور ایک اہم کام تمہارے ذمے لگانا ہے"...... اکبر آصف نے کہا۔

"یس سر۔ میں حاضر ہو رہا ہوں"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو اکبر آصف نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا اور اس کے ساتھ ہی اس

نے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر یکے بعد دیگرے دو بٹن پریس کر دیئے۔

"یس سر"...... دوسری طرف سے مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"مارشل آ رہا ہے اسے میرے آفس پہنچا دیا جائے"...... اکبر آصف نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔ پھر تقریباً نصف گھنٹے بعد دروازے پر انتہائی مؤدبانہ دستک کی آواز سنائی دی تو اکبر آصف نے چونک کر اپنے سامنے رکھی ہوئی البم اٹھا کر میز میں رکھی اور پھر میز کی سائیڈ پر موجود مختلف رنگوں کے بٹنوں میں سے ایک بٹن پریس کر دیا تو دروازہ میکانکی انداز میں کھلتا چلا گیا اور ایک لمبے قد اور قدرے بھاری جسم کا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس نے اکبر آصف کو سلام کیا۔

"بیٹھو مارشل"...... اکبر آصف نے آنے والے سے کہا اور مارشل میز کی دوسری طرف کرسی پر بیٹھ گیا۔

"مارشل۔ کیا تم زیر زمین دنیا میں کام کرنے والے ٹائیگر کے بارے میں جانتے ہو جسے جارج کے آدمیوں نے گولیاں مار کر ہلاک کر دیا ہے"...... اکبر آصف نے کہا۔

"یس سر۔ لیکن وہ ہلاک نہیں ہوا۔ زخمی ہوا ہے اور جہاں تک مجھے معلوم ہے اس کا ساتھی علی عمران اسے زخمی حالت میں اٹھا کر لے گیا تھا۔ اس کے بعد اس بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملی کہ وہ ہلاک ہو گیا ہے یا زندہ ہے۔ ویسے اگر وہ ہلاک ہو جاتا تو لازماً اطلاع مل جاتی اس لئے میرا اندازہ ہے کہ وہ زندہ ہو گا"...... مارشل نے

مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو تم علی عمران کے بارے میں جانتے ہو۔ کیا وہ واقعی سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے"...... اکبر آصف نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں جناب اور وہ انتہائی خطرناک سیکرٹ ایجنٹ سمجھا جاتا ہے"...... مارشل نے جواب دیا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ جارج اور سیف خان کو ہلاک کر دیا گیا ہے"...... اکبر آصف نے کہا۔

"جی ہاں۔ لیکن آپ کا ان سے کیا تعلق ہے"...... مارشل نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہاں۔ ہم ایک خفیہ کاروبار کرتے ہیں۔ اس کا مال یہی لوگ سپلائی کرتے ہیں لیکن کیا عام سے جرائم میں بھی سیکرٹ سروس کام کرتی ہے"...... اکبر آصف نے کہا۔

"نہیں جناب۔ وہ تو صرف ایسے مشنز پر کام کرتی ہے جس سے ملکی سلامتی کو خطرات لاحق ہوں"...... مارشل نے جواب دیا لیکن اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات نمودار ہو گئے تھے۔

"تم اس علی عمران کے بارے میں تفصیل جانتے ہو"...... اکبر آصف نے کہا۔

"جی ہاں۔ لیکن پہلے آپ مجھے بتائیں کہ یہ کیا سلسلہ ہے پھر میں آپ کو کوئی مناسب مشورہ دے سکتا ہوں"...... مارشل نے

کہا۔

"بتایا تو ہے کہ ایک خفیہ کاروبار ہماری سرپرستی میں ہوتا ہے لیکن وہ عام سا جرم ہے۔ ایسا جرم نہیں ہے کہ اس کے خلاف سیکرٹ سروس کام کرے"...... اکبر آصف نے اس بار قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تو پھر جناب۔ یہ علی عمران شاید ذاتی حیثیت سے یہ کام کر رہا ہو گا"...... مارشل نے جواب دیا۔

"کیا اس کا کوئی تعلق انٹیلی جنس سے بھی ہے"...... اکبر آصف نے پوچھا تو مارشل بے اختیار چونک پڑا۔

"اوہ۔ ہاں جناب۔ بڑا گہرا تعلق ہے۔ اس کا والد سر عبدالرحمن سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کا ڈائریکٹر جنرل ہے اور انٹیلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ فیاض اس کا انتہائی گہرا دوست ہے"...... مارشل نے کہا تو اکبر آصف کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ یہ علی عمران سر عبدالرحمن کا لڑکا ہے لیکن ان کا تو ایک ہی لڑکا ہے جو ان سے علیحدہ کسی فلیٹ میں رہتا ہے اور بقول سر عبدالرحمن وہ چونکہ ناخلف ہے اس لئے انہوں نے اسے علیحدہ کیا ہوا ہے"...... اکبر آصف نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔ یہ وہی علی عمران ہے جناب۔ یہ بات درست ہے کہ اس کے اپنے والد سے تعلقات اچھے نہیں ہیں لیکن بہرحال وہ انتہائی خطرناک سیکرٹ ایجنٹ سمجھا جاتا ہے"...... مارشل نے جواب دیا۔

"کیا یہ ممکن ہے کہ تم یا تمہارا گروپ اس عمران کو ہلاک کر دے۔ معاوضے کی فکر مت کرو"...... اکبر آصف نے کہا۔

"نہیں جناب۔ میں معذرت خواہ ہوں۔ یہ کام یہاں کوئی ایسا آدمی نہیں کرے گا جو علی عمران کو جانتا ہو گا کیونکہ اس نے تو ہلاک نہیں ہونا البتہ اس پر حملہ کرنے والے دنیا سے ضرور نیست و نابود ہو جائیں گے اور میرا آپ کو مخلصانہ مشورہ ہے جناب کہ اگر علی عمران آپ کے خفیہ کاروبار کے پیچھے لگ گیا ہے تو آپ یہ کاروبار فوری طور پر بند کر دیں اور خود اس سے قطعی طور پر لاتعلق ہو جائیں ورنہ یہ شخص عفریت ہے۔ یہ آپ تک پہنچ گیا تو کوئی بھی کچھ نہیں کر سکے گا"...... مارشل نے کہا تو اکبر آصف کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہو گیا۔

"تمہارا کیا خیال ہے کہ میں کوئی عام سا گرا پڑا آدمی ہوں کہ وہ مجھے گرفتار کر لے گا۔ نانسنس۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں کون ہوں اور ویسے بھی سر عبدالرحمن میرے انتہائی قریبی دوست بھی ہیں اور ان سے ہمارے خاندانی تعلقات بھی ہیں"...... اکبر آصف نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں مزید کیا کہہ سکتا ہوں جناب"...... مارشل نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ تم جا سکتے ہو لیکن تم نے زبان بند رکھنی ہے۔ میں خود ہی اس کا انتظام کر لوں گا"...... اکبر آصف نے کہا اور

مارشل اٹھا اس نے سلام کیا اور مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"مارشل ٹھیک کہہ رہا ہے۔ مجھے سیکرٹ سروس کے منہ نہیں لگنا چاہئے ویسے بھی اب راجر کیموفلاج ہو چکا ہے اس لئے وہ کچھ بھی معلوم نہیں کر سکتے۔ کچھ عرصے بعد کام دوبارہ شروع ہو سکتا ہے۔ اوکے۔ یہی ٹھیک رہے گا"...... اکبر آصف نے چند لمحے خاموش بیٹھنے کے بعد بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس انداز میں کاندھے جھٹک دیئے جیسے وہ کسی خاص نتیجے تک پہنچ گیا ہو۔

کار دارالحکومت سے شمال کی طرف باہر جانے والی سڑک کی طرف بڑھی چلی جارہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر صدیقی تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر عمران اور عقبی سیٹ پر نعمانی اور خاور تھے۔ جارج نے سیف خان اور واکر کی نشاندہی کی تھی اور پھر فور سٹارز نے واکر اور سیف خان دونوں کو اغوا کر لیا تھا اور پھر سیف خان سے انہیں معلوم ہو گیا کہ فلمیں بنانے کا سارا دھندہ دارالحکومت سے شمال کی طرف تقریباً ایک سو کلومیٹر کے فاصلے پر ایک چھوٹے سے قصبے وارشو میں ہوتا ہے۔ وارشو میں ایک بڑی کاٹن جننگ فیکٹری تھی جو طویل عرصے سے بند پڑی ہوئی تھی۔ اس کاٹن جننگ فیکٹری میں سیف خان لڑکیاں پہنچایا کرتا تھا اور وہاں راجر کے مسلح آدمی انہیں وصول کیا کرتے تھے اور معاوضہ بھی راجر سے ہی ملتا تھا۔ چنانچہ اس وقت عمران اور اس کے ساتھی اس راجر کو کور کرنے کے لئے وارشو جا

رہے تھے۔

"عمران صاحب۔ سیف خان نے بتایا ہے کہ راجر گریٹ لینڈ کا باشندہ ہے تو کیا یہ سارا خوفناک سیٹ اپ راجر کا ہی ہو گا۔ وہ یہ کام وہاں گریٹ لینڈ میں زیادہ آسانی سے کر سکتا تھا۔ اسے یہاں پاکیشیا میں آکر یہ کام کرنے کی کیا ضرورت تھی"...... صدیقی نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"وہ ہے تو گریٹ لینڈ کا باشندہ لیکن سیف خان نے بتایا ہے کہ وہ پاکیشیائی زبان بھی بولتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ طویل عرصے سے یہاں رہ رہا ہے اور جہاں تک میرا اندازہ ہے کہ وہ خود یہ کام نہیں کرتا ہو گا۔ اس کی پشت پر یقیناً کوئی سنڈیکیٹ یا کوئی گروپ ہو گا"...... عمران نے کہا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"عمران صاحب آپ نے سیف خان کی لاش کو باہر سڑک پر پھنکوا دیا تھا اس طرح تو لامحالہ ان لوگوں تک اس کی موت کی اطلاع پہنچ چکی ہو گی اور وہ سکتا ہے کہ وہ لوگ کیمو فلاج ہو چکے ہوں"...... عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے نعمانی نے کہا۔

"میں نے دانستہ یہ کام کیا ہے کیونکہ میرا اب بھی یہی خیال ہے کہ اس مکروہ دھندے کے پیچھے یقیناً یا تو کسی سنڈیکیٹ کا ہاتھ ہے یا پھر کسی بہت بڑی شخصیت کا اور سیف خان کی لاش ملنے کے بعد لامحالہ ان لوگوں میں افراتفری پھیلے گی اور وہ کوئی نہ کوئی ایسی غلطی کریں گے جس سے وہ سامنے آجائیں گے"...... عمران نے

جواب دیا۔

" لیکن کیا راجر انہیں نہ جانتا ہو گا جو آپ کے ذہن میں یہ بات آئی ہے"...... صدیقی نے حیران ہو کر کہا۔

" میرا ذاتی خیال ہے کہ راجر صرف ایک مہرہ ہو گا"...... عمران نے جواب دیا۔

" اور اگر اب راجر اور اس کے آدمی بھی غائب ہو گئے تو پھر"...... عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے خاور نے کہا۔

" کوئی بات نہیں۔ غائب ہو کر وہ کہاں جائیں گے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ تھوڑی دیر بعد کار اس قصبے میں داخل ہوئی اور پھر ایک آدمی سے جب انہوں نے اس کاٹن جننگ فیکٹری کے بارے میں پوچھا تو اس نے اس کی نشاندہی کر دی اور صدیقی کار لے کر اس طرف کو بڑھ گیا۔ جننگ فیکٹری کی عمارت خاصی وسیع و عریض تھی لیکن پھاٹک پر تالا لگا ہوا تھا۔

" اندر جا کر چیک کرنا ہو گا"...... عمران نے کار سے نیچے اترتے ہوئے کہا۔

" میں جا کر معلوم کرتا ہوں"...... خاور نے کہا اور پھر وہ تیزی سے آگے بڑھ کر پھاٹک پر چڑھا اور پھر اندر کود گیا۔ اندر سے اس نے سائیڈ پھاٹک کھول دیا تو عمران اور اس کے ساتھی اندر داخل ہو گئے لیکن پھر انہوں نے پوری عمارت چیک کر لی۔ یہ واقعی جننگ فیکٹری

تھی اور اس کی حالت بتا رہی تھی کہ وہ طویل عرصے سے بند پڑی ہوئی ہے۔ ہر طرف گرد کی تہیں چڑھی ہوئی تھیں۔

" اس سیف خان نے جھوٹ تو نہیں بولا"...... صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" میرا خیال ہے کہ اس کے نیچے تہہ خانے ہوں گے۔ ایک منٹ۔ آؤ"...... عمران نے کہا اور پھر وہ مڑ کر ایک سائیڈ پر موجود ایک کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا جس پر تالا لگا ہوا تھا۔

" اس تالے پر گرد نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اسے اب لگایا گیا ہے"...... عمران نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے اور پھر صدیقی نے جیب سے مشین پسٹل نکالا اور اس کی نال اس نے تالے پر رکھی اور ٹریگر دبا دیا۔ دوسرے لمحے تالے کے پرخچے اڑ گئے اور صدیقی نے کنڈی ہٹا کر دروازہ کھول دیا۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا اور پھر چند لمحوں بعد عمران نے تہہ خانے کا راستہ تلاش کر لیا اور پھر وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے پہنچے تو نیچے واقعی دو بڑے بڑے ہال نما تہہ خانے موجود تھے اور پھر ایک ہال کمرے میں انہیں کیمرے اور فلمیں بنانے کا انتہائی جدید ترین سامان مل گیا لیکن اس وقت دونوں ہال خالی تھے۔ وہاں کوئی آدمی موجود نہ تھا۔

" ہونہہ۔ تو یہاں یہ گندی اور کالی فلمیں تیار کی جاتی ہیں"۔ عمران نے ہنکارا بھرتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں بے پناہ نفرت تھی۔

"لیکن اب اس سامان کا کیا کریں گے۔ ان لوگوں کو بھی تو ہاتھ آنا چاہیئے"...... صدیقی نے کہا۔

"اس سامان کو اٹھا کر باہر لے جاؤ اور اسے آگ لگا دو"۔ عمران نے کہا۔

"اس سے کیا ہو گا عمران صاحب۔ سامان تو دوبارہ بھی خریدا جا سکتا ہے"...... نعمانی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ قابل نفرت سامان ہے۔ اسے تم جلا دو جو ہو گا بعد میں دیکھا جائے گا البتہ یہاں کی تفصیلی تلاشی لینا ضروری ہے۔ لازماً یہاں سے کوئی نہ کوئی ایسا کلیو مل جائے گا جس سے ہم آگے بڑھ سکیں"۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھیوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر عمران کے حکم کی تعمیل کی گئی اور سامان اٹھا کر باہر لے جایا گیا جبکہ عمران اور نعمانی نے وہاں کی تفصیلی تلاشی لینی شروع کر دی۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد نعمانی ایک خفیہ سیف تلاش کرنے لینے میں کامیاب ہو گیا۔

"عمران صاحب یہ سیف"...... نعمانی نے کہا تو عمران چونک کر اس کی طرف بڑھا۔ سیف ظاہر ہے لاکڈ تھا۔ عمران کے کہنے پر نعمانی نے اس کا لاک بھی مشین پسٹل کی مدد سے توڑ دیا۔ پھر جب سیف کھولا گیا تو ان دونوں کے بے اختیار منہ بن گئے کیونکہ سیف خالی تھا اس میں کچھ بھی موجود نہ تھا۔ عمران نے اس کے خفیہ خانوں کو تلاش کرنا شروع کر دیا اور پھر ایک خفیہ خانہ اس نے تلاش کر لیا

لیکن یہ خانہ بھی خالی تھا۔ وہاں بھی کچھ نہ تھا۔

"انہوں نے واقعی سب کچھ ہٹا لیا ہے یہاں سے"...... عمران نے کہا لیکن اسی لمحے اس کی نظریں اس خفیہ خانے کی سائیڈ پر پڑیں تو اس نے چونک کر ہاتھ بڑھایا اور پھر ایک وزیٹنگ کارڈ اس کے ہاتھ آ گیا۔ کارڈ خاصا قیمتی تھا۔

"کس کا کارڈ ہے"...... نعمانی نے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ یہ تو نواب اکبر آصف کا کارڈ ہے۔ یہ یہاں کیسے آ گیا"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"نواب اکبر آصف۔ وہ کون ہیں"...... نعمانی نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"دارالحکومت کا ایک بڑا جاگیردار ہے۔ سماجی طور پر بھی اور مالی طور پر بھی۔ ڈیڈی کا کلاس فیلو بھی ہے اور ان سے ہمارے خاندانی تعلقات بھی ہیں"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا وہ اس دھندے کی سرپرستی کرتا ہے"...... نعمانی نے کہا۔

"ہو سکتا ہے۔ بہرحال اب اس کے بارے میں چھان بین کرنی ہو گی۔ آؤ"...... عمران نے کہا اور کارڈ کو جیب میں ڈال کر وہ واپس مڑ گیا۔ نعمانی بھی اس کے پیچھے تھا جب وہ دونوں باہر آئے تو وہاں اس کے ساتھیوں نے فلمیں بنانے کے تمام سامان کو اکٹھا کر کے اسے آگ لگائی ہوئی تھی۔

"یہ جلتا رہے گا۔ آؤ اب یہاں سے چلیں"...... عمران نے کہا اور

سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

"اب کہاں جانا ہے"...... صدیقی نے کار سٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

"واپس قصبے میں چلو۔ وہاں ایک ہوٹل ہے وہاں چل کر چائے بھی پیتے ہیں اور وہاں سے معلومات بھی حاصل کرتے ہیں۔ راجر اور اس کے آدمی ظاہر ہے کھانے پینے کا سامان وغیرہ اس ہوٹل سے ہی حاصل کرتے ہوں گے"...... عمران نے کہا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ قصبے کے پاس چھوٹے سے ہوٹل کے سامنے پہنچ گئے۔ کاؤنٹر پر ایک بوڑھا آدمی موجود تھا۔ وہ ان چاروں کو دیکھ کر چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"جناب۔ جناب فرمائیں۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں جناب"۔ اس بوڑھے آدمی نے کہا۔

"آپ ہمیں دیکھ کر پریشان کیوں ہو گئے ہیں محترم۔ کیا ہم آپ کو مجرم یا غنڈے نظر آ رہے ہیں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ نہیں جناب۔ یہ چھوٹا سا قصبہ ہے اور آپ بہرحال بڑے آدمی ہیں اور پھر آپ کا انداز بتا رہا ہے کہ آپ خفیہ پولیس کے آدمی ہو سکتے ہیں"...... بوڑھے نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"تو کیا آپ کوئی غلط کام کرتے ہیں جو ہمیں پولیس کے آدمی سمجھ

کر پریشان ہو گئے ہیں"...... عمران نے کہا۔

"اوہ نہیں جناب۔ یہاں اس چھوٹے سے قصبے میں کیا غلط دھندہ ہو سکتا ہے۔ ویسے آپ ناراض نہ ہوں تو پولیس کی تو آمد ہی آدمی کو پریشان کر دیتی ہے"...... اس بوڑھے نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"آپ بے فکر رہیں۔ ہمارا پولیس سے کوئی تعلق نہیں ہے البتہ ہم سرکاری آدمی ضرور ہیں اور ہمارا تعلق محکمہ سروے سے ہے اور ہم اسی سلسلے میں آئے ہیں۔ آپ آئیں اور ہمارے ساتھ بیٹھ کر چائے پئیں۔ ادائیگی ہم کریں گے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ چائے میری طرف سے ہو گی۔ آپ تشریف رکھیں میں آرڈر دیتا ہوں کہ آپ کے لئے سپیشل چائے بنائی جائے اور پھر میں خود بھی پینے آ جاتا ہوں"۔ بوڑھے نے کہا اور عمران سر ہلاتا ہوا واپس مڑا اور ایک کونے میں میز کے گرد موجود کرسیوں پر وہ چاروں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہی چائے بھی آ گئی اور اس کے ساتھ ہی وہ بوڑھا بھی آ گیا۔

"آپ کا نام کیا ہے اور آپ کب سے یہ ہوٹل چلا رہے ہیں۔ کیا اس قصبے میں یہ کاروبار آپ کو فائدہ دے رہا ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی میرا نام احمد علی ہے۔ میں ریٹائر آدمی ہوں۔ میری کچھ زمین اس قصبے میں تھی اس لئے میں یہاں سیٹل ہو گیا ہوں۔ ہوٹل میں

نے فلموں والوں کے لئے بنایا تھا اس لئے کام چل رہا تھا لیکن اب شاید اسے ختم کرنا پڑے"....... بوڑھے نے کہا تو فلموں کا سن کر عمران اور اس کے ساتھی بے اختیار چونک پڑے۔

"فلموں والوں کے لئے۔ کیا مطلب۔ یہاں اس قصبے میں فلموں کا کیا تعلق ہے"....... عمران نے جان بوجھ کر لہجے میں حیرت پیدا کرتے ہوئے کہا حالانکہ وہ سب سمجھ گئے تھے کہ اس آدمی کا مطلب راجر اور اس کے گروپ سے ہے۔

"جناب۔ یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک کاٹن جننگ فیکٹری ہے جو طویل عرصے سے بند پڑی ہوئی ہے۔ اس کے نیچے کاٹن سٹاک کرنے کے لئے بڑے بڑے دو ہال ہیں۔ فلمیں بنانے والے ایک گروپ نے یہ کاٹن جننگ فیکٹری خرید لی اور ان ہال کمروں میں انہوں نے اپنے سٹوڈیو بنا لئے۔ خاصا بڑا گروپ ہے۔ ان کے آدمی کھانا یہاں میرے ہوٹل سے ہی لے جاتے ہیں اس طرح مجھے خاصی بچت ہو جاتی ہے"....... احمد علی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کب سے یہ کام یہاں ہو رہا ہے اور پھر تو یہاں فلموں میں کام کرنے والی عورتیں بھی آتی ہوں گی اور مرد بھی"....... عمران نے کہا۔

"جناب۔ پچھلے کئی سالوں سے یہ کام تو ہو رہا ہے لیکن یہاں قصبے میں کوئی نہیں آتا۔ وہیں لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔ ویسے وہ لوگ سینما پر چلنے والی فلمیں نہیں بناتے بلکہ ان کا کہنا ہے کہ وہ غیر

ممالک میں بھجوانے کے لئے مخصوص قسم کی دستاویزی فلمیں تیار کرتے ہیں"....... احمد علی نے جواب دیا۔ وہ اب سب چائے پی رہے تھے۔

"کیا اب بھی وہ وہاں کام کر رہے ہیں"....... عمران نے کہا۔

"نہیں جناب۔ آج صبح ہی وہ سب لوگ اچانک واپس چلے گئے ہیں۔ ان کا ایک آدمی یہاں آیا تھا۔ اس نے بتایا کہ فی الحال کام بند ہو گیا ہے کیونکہ فنڈز نہیں آئے۔ جیسے ہی فنڈز آئیں گے وہ واپس آ کر کام کریں گے۔ میری کچھ پیمنٹ بقایا تھی وہ دے گئے ہیں"۔ احمد علی نے جواب دیا۔

"کیا وہ غیر ملکی ہیں"....... عمران نے پوچھا۔

"نہیں جناب۔ مقامی ہیں"....... احمد علی نے جواب دیا۔

"آپ نے کبھی تفصیل نہیں پوچھی ان سے کہ وہ چھپ کر کس قسم کی فلمیں بناتے ہیں"....... عمران نے کہا۔

"جناب ایک بار میں نے ان سے پوچھا تھا مگر انہوں نے مجھے جھڑک دیا تھا کہ میں اپنے کام سے کام رکھوں جس پر میں خاموش ہو گیا"....... احمد علی نے جواب دیا۔

"یہ جننگ فیکٹری کس کی ہے"....... عمران نے پوچھا۔

"جناب۔ یہاں کے جاگیردار نواب اکبر آصف کی ہے بلکہ جننگ فیکٹری کیا اس قصبے میں اس کے ارد گرد کی زمینیں سب ان کی ہیں۔ دارالحکومت میں وہ رہتے ہیں۔ بہت بڑے آدمی ہیں"....... احمد علی

نے کہا۔

"کیا وہ بھی آتے ہیں یہاں"....... عمران نے پوچھا۔

"جی نہیں۔ وہ تو کبھی نہیں آئے۔ ان کے کارندے ہی یہاں کام کرتے ہیں"....... احمد علی نے کہا۔

"کیا ان کا کارندہ ان فلموں والوں سے بھی ملتا رہتا ہے"۔ عمران نے پوچھا۔

"مجھے تو نہیں معلوم۔ ہو سکتا ہے کہ ملتا ہو۔ میں تو جناب بوڑھا آدمی ہوں اس لئے بھی ہوٹل تک ہی محدود رہتا ہوں البتہ جب ڈیرے پر مہمان آ جائیں تو احسان خان ان کے لئے کھانا میرے ہوٹل سے ہی منگواتا ہے"....... احمد علی نے کہا۔

"ڈیرے پر۔ کس ڈیرے پر"....... عمران نے چونک کر پوچھا۔

"نواب صاحب کا ڈیرا ہے۔ یہاں ان کا کارندہ احسان خان ہے وہ اس ڈیرے پر رہتا ہے۔ باقی کارندے اس کے ماتحت ہیں۔ وہ بڑا مینجر ہے جناب"....... احمد علی نے کہا۔

"کہاں ہے وہ ڈیرا"....... عمران نے پوچھا۔

"جناب۔ قصبے کے جنوبی طرف کافی بڑا ڈیرا ہے۔ کسی سے بھی معلوم کر لیں جناب سب جانتے ہیں"....... احمد علی نے جواب دیا۔

"کیا احسان خان وہاں مل جائے گا"....... عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ وہ وہیں رہتا ہے۔ اس کی کوٹھی بھی ڈیرے کے ساتھ ہی ہے"....... احمد علی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے آپ کا شکریہ۔ سروے کے لئے ہمیں احسان خان سے کافی مدد مل جائے گی"....... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی جیب سے ایک بڑا نوٹ نکال کر اس نے اس بوڑھے کو دے دیا۔

"یہ رکھ لیں۔ آپ نے بڑی لذیذ چائے پلوائی ہے اس لئے یہ آپ کے لئے تحفہ ہے"....... عمران نے کہا۔

"اوہ نہیں۔ آپ سرکاری آدمی ہیں"....... احمد علی نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہمیں خاصا ٹی اے ڈی اے ملتا ہے محترم اس لئے بے فکر رہیں"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور احمد علی کا چہرہ مسرت سے کھل اٹھا۔

"بے حد شکریہ جناب"....... احمد علی نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ان فلمیں بنانے والوں کا انچارج کون ہے"....... عمران نے احمد علی کے ساتھ واپس کاؤنٹر کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"راجر نام کا آدمی بتایا جاتا ہے جناب۔ ایک بار وہ یہاں آیا تھا اور بس"....... احمد علی نے جواب دیا۔

"اس کا حلیہ کیا تھا"....... عمران نے پوچھا تو احمد علی چونک پڑا۔

"حلیہ۔ کیا مطلب جناب"....... احمد علی نے چونک کر پوچھا۔

"میرا مطلب ہے کہ مقامی آدمی تھا یا غیر ملکی"....... عمران نے پوچھا۔

"اوہ۔ غیر ملکی لگتا تھا لیکن بولتا وہ مقامی زبان ہی تھا"...... احمد علی نے جواب دیا اور پھر اس نے حلیہ بھی بتا دیا۔

"دارالحکومت میں بھی تو ان کا آفس ہو گا۔ کچھ پتہ ہے اس کا"...... عمران نے پوچھا۔

"اوہ نہیں جناب۔ نہ میں نے کبھی پوچھا اور نہ ہی مجھے بتایا گیا ہے"...... احمد علی نے کہا اور عمران اس کا شکریہ ادا کر کے ہوٹل سے باہر آگیا۔

"اب اس ڈیرے پر چلو۔ ہو سکتا ہے کہ اس احسان خان سے بھی کچھ معلومات مل جائیں"...... عمران نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے اور صدیقی نے کار آگے بڑھا دی۔

کال بیل کی آواز سنتے ہی کرسی پر بیٹھا ہوا ادھیڑ عمر آدمی بے اختیار چونک پڑا۔ اس نے تپائی پر پڑا ہوا ریموٹ کنٹرول جتنا آلہ اٹھایا اور اس پر موجود ایک بٹن پریس کر دیا۔

"کون ہے"...... اس آدمی نے سخت لہجے میں کہا۔

"راجر ہوں"...... اس آلے سے آواز سنائی دی۔

"کون راجر"...... اس ادھیڑ عمر آدمی نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"راجر سمتھ"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوہ تم۔ اچھا میں دروازہ کھولتا ہوں"...... ادھیڑ عمر آدمی نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اس آلے پر موجود ایک بٹن پریس کر دیا اور پھر آلہ واپس میز پر رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد کمرے کے دروازے سے ایک دبلا پتلا لیکن انتہائی سخت

گیر چہرے کا مالک آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے جسم پر سوٹ تھا۔
اس کے چہرے پر سختی کے تاثرات جیسے ثبت سے نظر آرہے تھے۔

" راجر تم یہاں کیسے آگئے "...... ادھیڑ عمر آدمی نے حیرت بھرے
لہجے میں کہا۔

" نواب صاحب نے فوری طور پر کام بند کرا دیا ہے اور مجھے لگتا
ہے کہ اب یہ کام طویل عرصے تک بند رہے گا۔ اس لئے میں آپ
کے پاس آیا ہوں کہ اگر آپ کے پاس میرے لئے کام ہو تو ٹھیک
ورنہ میں واپس گریٹ لینڈ چلا جاؤں۔ وہاں بھی میری ڈیمانڈ
ہے "...... راجر نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

" نواب صاحب نے کام بند کرا دیا ہے۔ کیوں۔ ان کا کام تو
انتہائی وسیع پیمانے پر چل رہا تھا "...... ادھیڑ عمر آدمی نے انتہائی
حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" ان کا کہنا ہے کہ لڑکیوں کی سپلائی کے سلسلے میں سیکرٹ
سروس کا کوئی آدمی ان کے خلاف کام کر رہا ہے اور لڑکیاں لے آنے
والے گروپس کے افراد کو انہوں نے ہلاک کر دیا ہے اور اگر وہ مجھ
تک پہنچ گئے تو پھر میں بھی ہلاک ہو سکتا ہوں اور ان کا نام بھی سامنے
آسکتا ہے "...... راجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" اوہ۔ تو جارج اور سیف خان وغیرہ اسی چکر میں ہلاک ہوئے
ہیں۔ مجھے اطلاعات تو ملی تھیں لیکن میں یہ سمجھا کہ غنڈوں اور
بدمعاشوں کی آپس میں لڑائی کی وجہ سے ایسا ہوا ہے لیکن سیکرٹ

سروس تو ایسے کاموں میں ملوث نہیں ہوا کرتی "...... ادھیڑ عمر آدمی
نے کہا۔

" یہی بات میں نے بھی نواب صاحب سے کہی تھی لیکن ان کا کہنا
ہے کہ سیکرٹ سروس کا کوئی آدمی اس کے پیچھے ہے اور وہ اس کا
بندوبست کر لیں گے لیکن وہ دراصل اس بات سے خوفزدہ ہیں کہ اگر
وہ لوگ مجھ تک پہنچ گئے تو پھر بات ان تک بھی پہنچ جائے گی "۔ راجر
نے کہا۔

" تو تم اب یہ چاہتے ہو کہ میرے ساتھ مل کر کام کرو "...... اس
ادھیڑ عمر آدمی نے کہا۔

" ہاں۔ اس لئے کہ اگر میں گریٹ لینڈ چلا گیا تو پھر میری واپسی
نہ ہو سکے گی۔ پھر میں وہاں مستقل طور پر سیٹل ہو جاؤں گا جبکہ مجھے
یہاں طویل عرصہ ہو گیا ہے اور میں یہاں کی مقامی لڑکیوں کی نہ
صرف نفسیات سمجھ گیا ہوں بلکہ اب میں انہیں اس انداز میں ٹریٹ
کرتا ہوں کہ انتہائی نئی فلمیں وجود میں آجاتی ہیں جن کی بے پناہ
ڈیمانڈ ہوتی ہے "...... راجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" ہاں۔ تمہاری بنائی ہوئی فلموں کی واقعی بے حد ڈیمانڈ ہے راجر
اور نواب صاحب نے دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹی ہے لیکن مسئلہ
یہ ہے کہ ہمارے پاس اتنا بڑا سیٹ اپ تو نہیں ہے جتنا نواب
صاحب کا ہے اور نہ ہی ہمارے پاس مسلسل نئی لڑکیاں آسکتی
ہیں "...... ادھیڑ عمر آدمی نے کہا۔

" یہ بات آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔ یہاں پاکیشیا میں صحت مند لڑکیوں کی کوئی کمی تو نہیں ہے پھر آپ کو کیوں سپلائی نہیں ہو سکتیں"...... راجر نے کہا۔

" یہ گریٹ لینڈ نہیں ہے راجر۔ یہ پاکیشیا ہے۔ یہاں ایک لڑکی کا اغوا اس قدر سنگین جرم ہوتا ہے کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ غریب لوگوں کی لڑکیاں بھی اگر اغوا ہو جائیں تو وہ بھی جب تک اس کا سراغ نہ لگا لیں یا اس کا انتقام نہ لے لیں جس حد تک وہ کر سکتے ہیں کارروائی کرتے رہتے ہیں۔ نواب صاحب کی ان مخصوص فلموں میں کامیابی کا اصل راز یہی ہے کہ انہوں نے ان لڑکیوں کے اغوا پاکیشیا کے نامی گرامی غنڈوں اور بدمعاشوں کے ایک پورے نیٹ ورک کے ذریعے کرائے ہیں اور اس پر بے بہا دولت خرچ کی۔ ہم اس قدر بھاری دولت خرچ نہیں کر سکتے"...... ادھیڑ عمر آدمی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" تو پھر میں گریٹ لینڈ چلا جاؤں"...... راجر نے کہا۔

" ابھی نہیں۔ نواب صاحب کے ہاتھ بے حد لمبے ہیں اور ان کی بہت بڑی دولت داؤ پر لگ چکی ہے اس لئے وہ جلد ہی اس گروپ پر قابو پا لیں گے چاہے وہ کوئی بھی ہو اور اس کے بعد تمہارا کام پھر شروع ہو جائے گا۔ میں بھی تمہیں اپنے ہاں کام دے سکتا ہوں کیونکہ اس میدان میں تمہاری صلاحیتوں کا مجھے بھی علم ہے لیکن دو باتیں میرے پیش نظر ہیں۔ ایک تو یہ کہ میں نواب اکبر آصف سے کوئی

ٹکراؤ پیدا نہیں کرنا چاہتا اور دوسرا یہ کہ جس قدر معاوضہ نواب صاحب تمہیں دیتے ہیں میں اتنا معاوضہ نہیں دے سکتا اس لئے میرا مشورہ یہی ہے کہ تم واپس نہ جاؤ بلکہ انتظار کرو کیونکہ یہ بات میں بھی جانتا ہوں کہ جس قدر معاوضہ تمہیں یہاں ملتا ہے اس کا عشر عشیر بھی تمہیں گریٹ لینڈ میں نہ مل سکے گا کیونکہ وہاں ایسی فلمیں عام ہیں اور ایسی کوئی بات نہیں کہ شوقین لوگ لاکھوں روپے خرچ کر کے ایک پرنٹ حاصل کریں"...... ادھیڑ عمر آدمی نے کہا۔

"بہت شکریہ سیٹھ اکمل۔ آپ نے واقعی میری درست رہنمائی کی ہے لیکن اصل بات ایک اور بھی ہے"...... راجر نے کہا۔

"وہ کون سی"...... سیٹھ اکمل نے چونک کر پوچھا۔

" جو گروپ بڑے بڑے غنڈوں اور بدمعاشوں کا خاتمہ کر رہا ہے اور جس سے خوفزدہ ہو کر نواب صاحب جیسے آدمی نے اپنا کاروبار فوری طور پر بند کرا دیا ہے مجھے بھی اس گروپ سے جان کا شدید خطرہ ہے۔ میں آپ کے پاس آیا بھی اسی لئے تھا کہ چلو اتنا معاوضہ نہ سہی کم از کم جان کا خطرہ تو ختم ہو جائے گا کیونکہ نواب صاحب تو ملنا بھی پسند نہیں کرتے۔ پناہ کیا دیں گے اور پھر میرا نام بھی ان تک پہنچ چکا ہے اس لئے لامحالہ وہ میری تلاش میں ہوں گے"...... راجر نے کہا۔

" تمہاری بات درست ہے۔ تمہیں اس بارے میں بھی ایک مفید مشورہ دے سکتا ہوں"...... سیٹھ اکمل نے مسکراتے ہوئے

کہا۔

"ضرور"....... راجر نے چونک کر پوچھا۔

"نواب صاحب کے مینجر احسان خان کے ڈیرے پر چلے جاؤ۔ نواب صاحب کی اصل طاقت احسان خان ہے۔ وہاں تک کوئی گروپ نہیں پہنچ سکے گا"....... سیٹھ اکمل نے کہا۔

"آپ کی بات درست ہے۔ میں سارا کام بند کرا کر اور اپنے آدمیوں کو بھیج کر پہلے احسان خان کے پاس اس کے ڈیرے پر ہی گیا تھا لیکن اس نے کہا کہ وہ نواب صاحب کے حکم کے بغیر مجھے اپنے ڈیرے پر نہیں رکھ سکتا اور نواب صاحب سے وہ فوری پوچھ نہیں سکتا۔ ہر ماہ کی پندرہ تاریخ کو نواب صاحب کے ساتھ اس کی فون پر بات چیت ہوتی ہے تب وہ ان سے اجازت لے گا تو پھر رکھے گا اور پندرہ تاریخ آنے میں ابھی دس روز باقی ہیں اس لئے میں مجبور ہو کر واپس آگیا"....... راجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اگر تم کہو تو میں احسان خان کو فون پر کہہ دیتا ہوں۔ وہ میری بے حد عزت کرتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ میری بات مان جائے گا اور تم وہاں ہر لحاظ سے محفوظ رہو گے"....... سیٹھ اکمل نے کہا۔

"اگر ایسا ہو جائے تو میری ساری پریشانی دور ہو جائے گی"....... راجر نے مسکراتے ہوئے کہا تو سیٹھ اکمل نے سائیڈ پر پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور دو نمبر پریس کر دیئے اور ساتھ ہی اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

"یس سر"....... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔ لاؤڈر کی وجہ سے دوسری طرف سے آنے والی آواز راجر کو بھی بخوبی سنائی دے رہی تھی۔

"دارشو میں نواب اکبر آصف کے مینجر احسان خان سے میری بات کراؤ"۔ سیٹھ اکمل نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"کیا احسان خان نواب صاحب کے حکم کے بغیر آپ کی بات مان لے گا"....... راجر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"نواب صاحب سے میرے بہت قریبی تعلقات ہیں اور احسان خان یہ بات جانتا ہے"....... سیٹھ اکمل نے جواب دیا اور راجر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ چند لمحوں بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سیٹھ اکمل نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"....... سیٹھ اکمل نے کہا۔

"احسان خان سے بات کیجئے جناب"....... دوسری طرف سے مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"ہیلو۔ سیٹھ اکمل بول رہا ہوں"....... سیٹھ اکمل نے کہا۔

"احسان خان بول رہا ہوں سیٹھ صاحب۔ حکم فرمایئے۔ آج کیسے خادم کو یاد کیا ہے"....... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔ چونکہ لاؤڈر کی وجہ سے دوسری طرف سے آنے والی آواز بخوبی سنائی دے رہی تھی اس لئے احسان خان کا لہجہ سن کر راجر کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات پھیلتے چلے گئے تھے۔

"احسان خان۔ راجر سمتھ فلموں والا میرے پاس موجود ہے۔ وہ
نواب صاحب کے لئے انتہائی اہمیت رکھتا ہے اور تم نے اسے ڈیرے
پر رکھنے کی بجائے شہر بھجوا دیا ہے جہاں نامعلوم گروپ اس کی جان کا
دشمن ہے۔ اگر یہ ہلاک کر دیا گیا تو نواب صاحب کو ناقابل تلافی
نقصان پہنچ سکتا ہے"...... سیٹھ اکمل نے کہا۔

"اوہ۔ مجھے تو اس نے یہ نہیں بتایا کہ اس کی جان کو خطرہ ہے۔
میں تو سمجھا تھا کہ نواب صاحب نے شاید نئی لڑکیاں فوری طور پر نہ
ملنے کی وجہ سے کام بند کر دیا ہے"...... احسان خان نے جواب دیتے
ہوئے کہا۔

"میں اسے تمہارے پاس بھیج رہا ہوں اس کو اپنے پاس رکھو اور
اس کی اچھی طرح حفاظت بھی کرو۔ نواب صاحب سے بات ہو تو
میرے بارے میں بتا دینا"...... سیٹھ اکمل نے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں سیٹھ صاحب اب میں اس کی حفاظت اپنی
جان سے بھی زیادہ کروں گا۔ ویسے بھی میرے ڈیرے پر میری اجازت
کے بغیر پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا"...... احسان خان نے جواب دیا۔

"اوکے۔ ٹھیک ہے شکریہ"...... سیٹھ اکمل نے مسکراتے
ہوئے کہا۔

"آپ کا بے حد شکریہ سیٹھ اکمل۔ آپ واقعی انتہائی سمجھ دار اور
اعلیٰ ظرف کے مالک ہیں"...... راجر نے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔ نواب صاحب اور میں ہم دونوں ایک

لحاظ سے ہم پیشہ ہیں اس لئے ہمیں ایک دوسرے کے مفادات کا
خیال رکھنا ہی پڑتا ہے"...... سیٹھ اکمل نے جواب دیا تو راجر اٹھ
کھڑا ہوا۔

"اب مجھے اجازت"...... راجر نے کہا اور سیٹھ اکمل نے اثبات
میں سر ہلایا تو راجر سلام کر کے مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا بیرونی
دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

میرا خیال ہے کہ ہمیں ڈیرے پر جانے کی بجائے شہر جا کر اس راجر کو تلاش کرنا چاہئے کیونکہ راجر مین آدمی ہے۔ جب تک یہ ہاتھ نہیں آئے گا تب تک اصل نیٹ ورک سامنے نہیں آسکے گا۔" صدیقی نے کہا۔ ان کی کار نواب اکبر آصف کے ڈیرے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

"احسان خان جیسے مینجر اصل میں راز داں ہوتے ہیں اس لئے ان جیسے لوگوں کو وہ کچھ معلوم ہوتا ہے جو شاید اصل آدمیوں کو بھی معلوم نہیں ہوتا"...... عمران نے جواب دیا۔

"تو آپ نے یہ طے کر لیا ہے کہ اس سارے گینگ کے اور مکروہ کھیل کے پیچھے نواب اکبر آصف کی شخصیت ہے"...... صدیقی نے چونک کر کہا۔

"صرف ایک وزیٹنگ کارڈ کی بنیاد پر اس قدر بڑا فیصلہ نہیں کیا

جا سکتا۔ وزیٹنگ کارڈ تو تمہارا بھی کسی مجرم کے سامان سے مل سکتا ہے لیکن چونکہ یہ سارا علاقہ نواب اکبر آصف کی ملکیت ہے اور یہ گھناؤنا کام طویل عرصہ سے یہاں ہو رہا ہے اس لئے نواب صاحب نہ ہی بہرحال احسان خان ضرور اس کام میں کسی نہ کسی حد تک ملوث ہو سکتا ہے"...... عمران نے جواب دیا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"عمران صاحب۔ فور سٹارز کا چیف تو صدیقی ہے لیکن لگتا ہے کہ اب یہ سربراہی صدیقی سے آپ کی طرف منتقل ہو چکی ہے"۔ عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے نعمانی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہم تو صرف سٹار ہیں جبکہ عمران صاحب سپر سٹار ہیں"۔ عمران کے بولنے سے پہلے صدیقی بول پڑا۔

"واہ۔ اسے کہتے ہیں کہ مارو بھی اور رونے بھی نہ دو"...... عمران نے کہا اور سب بے اختیار ہنس پڑے۔

"کیا مطلب۔ میں نے تو آپ کی تعریف کی ہے"...... صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ایک امید تھی کہ چلو وہ نقاب پوش کنجوس چیف تو بڑا چیک نہیں دیتا فور سٹارز کا چیف کوئی فور سٹارز چیک دے دے گا اور آغا سلیمان پاشا کے قرضے کا کوئی معمولی حصہ اتر جائے گا لیکن اب دیکھو مجھے سپر سٹار کہہ کر چیف صاحب نے صاف جواب دے دیا اور ساتھ ہی تعریف بھی کر دی کہ میں رو بھی نہ سکوں"...... عمران نے

وضاحت کرتے ہوئے کہا تو کار بے اختیار قہقہوں سے گونج اٹھی۔

"آپ کتنا بڑا چیک لینا چاہتے ہیں عمران صاحب"...... صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم بے شک سائز میں چھوٹا چیک دے دینا لیکن اس پر ہندسوں کی تعداد بڑی ہونی چاہئے"...... عمران نے جواب دیا۔

"آپ جتنے ہندسے کہیں میں ڈال دوں گا بلکہ جگہ خالی چھوڑ دوں گا تاکہ آپ جس قدر چاہیں ہندسے ڈال لیں۔ بس اب تو آپ خوش ہیں"...... صدیقی نے کہا۔

"خوش تو اس وقت ہوں گے عمران صاحب جب چیک کیش ہی نہ ہو گا"...... نعمانی نے کہا اور سب ایک بار پھر ہنس پڑے۔

"میرا خیال ہے کہ یہی ڈیرا ہے"...... اچانک صدیقی نے سامنے موجود ایک بڑے احاطے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں"...... عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور کار میں موجود سب لوگوں کے چہروں پر سنجیدگی سی چھا گئی۔ احاطے کا بڑا سا لکڑی کا پھاٹک بند تھا اور باہر مشین گنوں سے مسلح دو افراد موجود تھے۔ ان دونوں کی نظریں کار پر ہی جمی ہوئی تھیں۔ صدیقی نے کار پھاٹک کے قریب لے جا کر روک دی۔

"احسان خان ہے ڈیرے پر"...... عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔ لیکن آپ کون ہیں"...... ایک مسلح آدمی نے قدرے

خشونت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہمارا تعلق حکومت کے سروے ڈیپارٹمنٹ سے ہے۔ ہم نے اس علاقے کا سروے کرنا ہے اور اس سلسلے میں احسان خان سے ملنا ہے"...... عمران نے کہا۔

"میں معلوم کرتا ہوں"...... اس آدمی نے کہا اور تیزی سے مڑ کر پھاٹک کی چھوٹی کھڑکی کھول کر اندر چلا گیا۔

"آپ کار پھاٹک کے سامنے سے ہٹا کر کھڑی کریں جناب۔ اگر آپ کو اندر جانے کی اجازت مل بھی گئی تو کار پھر بھی اندر نہ جا سکے گی"...... دوسرے مسلح آدمی نے کہا۔

"صدیقی کار آگے لے جاؤ"...... عمران نے کہا تو صدیقی نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کار سٹارٹ کی اور اسے پھاٹک سے آگے لے جا کر کھڑی کر دی۔

"آؤ نیچے۔ اس ٹائپ کی حفاظت دیہاتی ڈیروں کی نہیں ہوا کرتی۔ اس کا مطلب ہے کہ یہاں کوئی ایسی چیز موجود ہے جس کی اس انداز میں حفاظت کی جا رہی ہے"...... عمران نے کار کا دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"عمران صاحب میرا خیال ہے کہ مجھے بے ہوش کر دینے والی گیس کا پسٹل بھی ساتھ لے لینا چاہئے۔ نجانے اندر کتنے مسلح افراد موجود ہوں"...... صدیقی نے کہا۔

"ہاں۔ لے لو۔ ضرورت پڑ سکتی ہے"...... عمران نے کہا تو

صدیقی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے سائیڈ سیٹ اٹھائی اور نیچے موجود بکس میں سے گیس پسٹل نکال کر اس نے جیب میں ڈال لیا۔ باقی ساتھی پہلے ہی نیچے اتر چکے تھے۔ آخر میں صدیقی بھی نیچے اتر آیا۔ دروازہ اس نے لاک کیا اور پھر وہ اس پھاٹک کی طرف آ گئے۔

"کیا ڈیرے سے تیل نکل آیا ہے یا سونے کی کان دریافت ہوئی ہے"...... عمران نے مسلح آدمی سے مخاطب ہو کر کہا تو وہ چونک پڑا۔

"کیا۔ کیا مطلب۔ تیل۔ سونے کی کان۔ یہ تو ڈیرہ ہے جناب"۔ مسلح آدمی نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"لیکن حفاظت تو اس انداز میں کی جا رہی ہے جیسے اندر سونے کی کان ہو"...... عمران نے کہا تو وہ آدمی ہنس پڑا۔

"احسان خان کا حکم ہے جناب۔ ہو گا کوئی مسئلہ"...... اس آدمی نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی پھاٹک کی چھوٹی کھڑکی کھلی اور مسلح آدمی جو اندر اجازت لینے گیا تھا باہر آ گیا۔

"آؤ"...... اس نے عمران اور اس کے ساتھیوں سے کہا اور پھر واپس مڑ گیا۔ عمران اور اس کے ساتھی بھی اس چھوٹی کھڑکی سے اندر داخل ہو گئے تو انہوں نے دیکھا کہ یہ ایک کافی بڑا احاطہ تھا جس کی ایک سائیڈ پر ایک منزلہ عمارت تھی جس کے سامنے برآمدہ تھا جبکہ دوسری سائیڈ پر ایک بڑی رہائشی عمارت تھی۔ برآمدے میں مشین گنوں سے مسلح چار آدمی موجود تھے۔ وہ آدمی عمران اور اس کے

ساتھیوں کو برآمدے کے ایک کونے میں موجود ایک بڑے سے کمرے میں لے آیا۔ یہاں کرسیاں موجود تھیں۔

"بیٹھو خان صاحب ابھی آ رہے ہیں"...... اس مسلح آدمی نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر آدمی اندر داخل ہوا۔ اس نے شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی۔ اوپر ایک جیکٹ تھی۔ اس کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں اور چہرے مہرے سے وہ انتہائی سخت گیر قسم کا آدمی دکھائی دے رہا تھا۔

"میرا نام احسان خان ہے اور میں نواب اکبر آصف کا مینجر ہوں"...... آنے والے نے بڑے جھٹکے دار لہجے میں کہا۔

"میرا نام علی عمران ہے اور یہ میرے ساتھی ہیں"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ سرکاری آدمی ہیں اور کسی سروے کے سلسلے میں آئے ہیں اس لئے میں نے آپ کو ملاقات کا وقت دے دیا ہے۔ فرمائیے"...... احسان خان نے بڑے سپاٹ سے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ بڑے نخوت بھرے انداز میں عمران کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"یہاں کاٹن جننگ فیکٹری ہے وہ کس کی ملکیت ہے"۔ عمران نے پوچھا تو احسان خان بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

"نواب صاحب کی ملکیت ہے۔ کیوں۔ تم کیوں پوچھ رہے

ہو"....... احسان خان نے کہا۔

" اس فیکٹری میں ایک آدمی راجر کام کرتا ہے۔ ہم نے اس سے ملنا ہے"....... عمران نے کہا۔

" راجر۔ وہ کون ہے۔ میں تو نہیں جانتا"....... احسان خان نے چونک کر کہا لیکن اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ اس نے جواب بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھال کر دیا ہے۔

" تم نواب صاحب کے مینجر ہو۔ یہ فیکٹری نواب صاحب کی ملکیت ہے۔ اس فیکٹری کے نیچے بڑے بڑے دو تہہ خانے ہیں جہاں طویل عرصے سے فلم بندی ہو رہی ہے اور فلمبندی کا یہ کام راجر کرتا ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ تم راجر کو جانتے تک نہیں۔ اس کا کیا مطلب ہوا"....... عمران کے لہجے میں یکلخت سختی نمایاں ہو گئی تھی۔

" کیا۔ کیا مطلب۔ یہ تم کس لہجے میں بات کر رہے ہو۔ تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔ چلو اٹھو اور دفع ہو جاؤ"....... احسان خان نے یکلخت چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

" ارے ارے۔ اس میں اتنا غصہ کرنے کی کیا بات ہے۔ میں نے تم سے راجر کے بارے میں پوچھا ہے کسی مجرم کے بارے میں تو نہیں پوچھا"....... عمران نے یکلخت مسکراتے ہوئے انتہائی نرم لہجے میں کہا۔

" میں کسی راجر کو نہیں جانتا۔ تم سرکاری آدمی ہو اس لئے یہاں سے زندہ بھیج رہا ہوں تمہیں ورنہ"....... احسان خان نے انتہائی

غصیلے لہجے میں کہا۔

" اوکے۔ بس اتنا معلوم کرنا تھا۔ اب ہم جا رہے ہیں"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے ساتھی بھی اٹھے اور خاموشی سے اس کے پیچھے بڑھے لیکن انہیں معلوم تھا کہ عمران کی اچانک واپسی کس مقصد کے لئے ہے اور وہی ہوا۔ احسان خان کے قریب سے گزرتے ہوئے عمران کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور احسان خان چیختا ہوا اچھل کر کرسی پر گرا اور کرسی سمیت الٹ کر نیچے فرش پر گرا ہی تھا کہ عمران کی لات حرکت میں آئی اور کنپٹی پر پڑنے والی بھرپور ضرب کے بعد احسان خان کے جسم نے صرف چند جھٹکے کھائے اور پھر ساکت ہو گیا جبکہ عمران کے ساتھی بجلی کی سی تیزی سے باہر نکل گئے تھے۔ اسی لمحے عمران کے کانوں میں سٹک سٹک کی آوازیں پڑیں تو اس نے بے اختیار سانس روک لی کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ صدیقی نے بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کی ہے۔ یہ اسی کی مخصوص آوازیں تھیں۔ تھوڑی دیر بعد جب اس کے مطابق گیس کے اثرات ختم ہو گئے تو اس نے آہستہ سے سانس لیا اور پھر زور زور سے سانس لے کر وہ آگے بڑھا اور اس نے فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے احسان خان کو اٹھا کر کرسی پر ڈال دیا۔ اسی لمحے صدیقی اندر داخل ہوا۔

" عمران صاحب۔ یہاں ایک کمرے میں گریٹ لینڈ کا ایک باشندہ بھی موجود ہے"....... صدیقی نے کہا تو عمران بے اختیار

چونک پڑا۔

"اوہ۔ وہ راجر ہو گا۔ اسے یہیں اٹھا لاؤ اور سنور سیاں بھی تلاش
کرو"...... عمران نے کہا تو صدیقی باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد
واپس آیا تو ایک دبلا پتلا سا آدمی بے ہوشی کے عالم میں اس
کاندھے پر لدا ہوا تھا اور صدیقی کے دوسرے ہاتھ میں رسی کا ایک
سا بنڈل تھا۔

"باہر جو مسلح محافظ تھے ان کا کیا ہوا"...... عمران نے پوچھا۔

"پہلے انہیں گیس سے بے ہوش کیا گیا ہے پھر انہیں اندر
لیا گیا ہے۔ اب نعمانی پھاٹک کے پاس موجود ہے جبکہ خاور تلاش
لے رہا ہے"۔ صدیقی نے بے ہوش آدمی کو کرسی پر ڈال کر اسے ر
سے باندھتے ہوئے کہا۔

"یہی راجر ہے اس کا حلیہ ہوٹل والے احمد علی نے بتایا تھا ا
شاید اس کی حفاظت کے لئے یہاں یہ مسلح پہرہ لگایا گیا تھا"۔ عمران
نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر اس نے باقی رسی
احسان خان کو بھی کرسی سے باندھ دیا۔

"اینٹی گیس بھی اٹھائی تھی یا نہیں"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ یہ لیجئے"...... صدیقی نے جیب سے شیشی نکالتے ہو
کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اب تم باہر جاؤ کیونکہ کوئی بھی کسی وقت یہاں
سکتا ہے"...... عمران نے شیشی اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا ا

دیقی سر ہلاتا ہوا مڑ کر باہر چلا گیا۔ عمران نے شیشی کا ڈھکن کھولا
اور اس کا دہانہ راجر کی ناک سے لگا دیا۔ چند لمحوں بعد اس نے شیشی
ہٹائی اور اس کا دہانہ احسان خان کی ناک سے لگا دیا اور پھر اسے ہٹا
کر اس نے شیشی کا ڈھکن بند کر کے اسے واپس جیب میں ڈال لیا اور
پھر اس نے چند لمحوں بعد دونوں ہاتھوں سے باری باری راجر اور
احسان خان کا ناک اور منہ بند کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد راجر اور
احسان خان دونوں کے جسموں میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے
شروع ہو گئے تو عمران نے ہاتھ ہٹائے اور سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔
اس نے جیب سے مشین پسٹل نکال لیا تھا۔ چند لمحوں بعد دونوں نے
ایک وقت کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور آنکھیں کھولتے ہی ان
دونوں نے ہی لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے
بندھے ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسمسا کر رہ گئے۔

"یہ۔ یہ۔ کیا مطلب۔ یہ تم نے مجھے باندھ دیا ہے۔ مجھے۔
احسان خان کو۔ یہاں اس کے ڈیرے پر"...... احسان خان نے
یکلخت چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے یکلخت
مغلظات کا جیسے لاوا سا ابل پڑا۔ وہ انتہائی فحش گالیاں نکال رہا تھا اور
اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ ذہنی طور پر پاگل ہو گیا ہو جبکہ راجر
ہونٹ بھینچے خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

"تمہارا نام راجر ہے اور تم کاٹن جننگ فیکٹری کے نیچے عریاں اور
کالی فلمیں بناتے تھے۔ کیوں"...... عمران نے احسان خان کو

نظرانداز کرتے ہوئے راجر سے مخاطب ہو کر کہا۔

مم۔ مم۔ میرا نام تو مارٹن ہے۔ میں تو احسان خان کا مہم
ہوں۔ مم۔ مجھے تو کچھ نہیں معلوم"...... راجر نے رک رک کر کہا۔

" احسان خان اگر تمہیں مزید گالیاں آتی ہوں تو وہ بھی کہ
تاکہ اس کے بعد تم سے کام کی باتیں ہو سکیں"...... عمران۔
بڑے ٹھنڈے لہجے میں کہا تو گالیاں نکالتا ہوا احسان خان یکلخ
خاموش ہو گیا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔
شاید اسے خیال آگیا تھا کہ اس قدر گالیوں کے باوجود عمران کو غص
نہیں آیا۔

" تم نے مجھے باندھا ہے۔ کیوں۔ کھولو مجھے ورنہ"...... احسان
خان نے ایک بار پھر غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

" ابھی کھول دیتا ہوں بشرطیکہ تم یہ بتا دو کہ یہ راجر ہے یا
مارٹن"...... عمران نے اور زیادہ نرم لہجے میں کہا۔

" یہ مارٹن ہے میرا مہمان"...... احسان خان نے جواب دیا تو
عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

" حالانکہ اس کا حلیہ ہمیں معلوم ہے۔ یہ قصبے میں ایک بار اس
ہوٹل میں گیا تھا جہاں سے فلمی یونٹ کے لئے کھانا جاتا تھا او
بوڑھے احمد علی کو اس کا حلیہ تفصیل سے یاد تھا"...... عمران نے
مسکراتے ہوئے کہا۔

" اوہ۔ اوہ۔ میں اس بوڑھے کو گولیوں سے اڑا دوں گا۔ اس نے

س کی ہے۔ راجر کا یہ حلیہ نہیں ہے"...... احسان خان نے کہا۔

" جبکہ پہلے تم نے کہا تھا کہ تم راجر کو نہیں جانتے۔ یاد ہے ناں
ہیں۔ ویسے تم بے فکر رہو باہر موجود تمہارے مسلح آدمی سب
ں ہو چکے ہیں اس لئے تمہاری آواز سن کر یہاں کوئی تمہاری مدد
نہیں آئے گا"...... عمران نے کہا۔

" تم۔ تم کون ہو۔ تم کیا چاہتے ہو"...... اچانک احسان خان کا
بدل گیا۔ شاید یہ بات سن کر کہ اس کے آدمی ختم ہو گئے ہیں
کے ہوش ٹھکانے آگئے تھے۔

" تم اور راجر دونوں درمیانی آدمی ہو۔ راجر بھی ملازم ہے اور تم
اس لئے تم زندہ بچ سکتے ہو اگر تم بتا دو کہ فلموں کا اصل فنانسر
ن ہے"...... عمران نے کہا۔

" کون سی فلمیں۔ تم کن فلموں کی بار بار بات کر رہے ہو"۔
سان خان نے کہا۔

" اب چونکہ تم ذہنی طور پر سنبھل گئے ہو اس لئے اب تمہیں گولی
ی جا سکتی ہے"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے
ین پسٹل والا ہاتھ سیدھا کر دیا۔ اس کے چہرے پر یکلخت سفاکی
تاثرات ابھر آئے تھے۔

" رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ مت مارو مجھے۔ رک جاؤ"...... یکلخت
سان خان نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

" اب اگر تم نے انکار کیا تو میری انگلی نہیں رکے گی اور یہ بھی

سن لو کہ نواب اکبر آصف کے لئے تم کسی کیڑے مکوڑے سے ز
حیثیت نہیں رکھتے اس لئے اپنی زندگی بچا لو اور جو سچ ہے و
دو"...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"یہ۔ یہ کام راجر کرتا تھا۔ مجھے نہیں معلوم۔ میرا اس کام
کوئی تعلق نہیں ہے"...... احسان خان نے جواب دیتے ہوئے کہ

"یہ راجر ہے"...... عمران نے راجر کی طرف اشارہ کرتے ہو
کہا۔

"ہاں یہ راجر ہے"...... احسان خان نے کہا۔

"مم۔ میں تو ملازم ہوں۔ یہ میرا کاروبار نہیں ہے"......
نے انتہائی خوفزدہ سے لہجے میں کہا۔

"کس کا ہے"...... عمران نے کہا۔

"نواب اکبر آصف کا۔ یہ کاروبار اس کا ہے۔ میرا نہیں ہے۔
تو صرف فلمیں بناتا ہوں اور بس"...... راجر نے جواب دیتے ہو
کہا۔

"جن لڑکیوں سے تم ان فلموں میں کام لیتے ہو وہ لڑکیاں
میں کہاں جاتی ہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"میں انہیں احسان خان کے پاس بھیج دیتا تھا۔ پھر مجھے نہ
معلوم کہ وہ کہاں جاتی ہیں"...... راجر نے جواب دیا۔

"تم بتاؤ احسان خان"...... عمران نے کہا۔

"کیا تمہیں کسی خاص لڑکی کی تلاش ہے"...... احسان خان

چونک کر پوچھا۔

"ہاں"...... عمران نے کہا۔

"ہم ان لڑکیوں کو کافرستان سمگل کر دیتے ہیں اور ان کی رقم
وصول کر لیتے ہیں۔ وہاں دان سنگھ ان لڑکیوں کو خرید لیتا ہے۔ تم
اس سے معلوم کرو"...... احسان خان نے کہا۔

"نواب اکبر آصف تو بہت بڑا جاگیر دار ہے اور خاندانی آدمی ہے
وہ کس طرح یہ گھٹیا اور مکروہ دھندہ کر سکتا ہے۔ اس کے پاس
دولت کی کمی تو نہیں ہو سکتی پھر وہ لڑکیوں کو بھی فروخت کر کے ان
کی رقم وصول کرتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"یہ رقم میں اور احسان خان آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ نواب
صاحب کو تو یہی بتایا جاتا ہے کہ لڑکیوں کو ہلاک کر دیا جاتا
ہے"...... راجر نے جواب دیا۔

"یہ فلمیں تیار ہونے کے بعد کہاں جاتی ہیں"...... عمران نے
پوچھا۔

"میں فلمیں تیار کر کے احسان خان کو بھیج دیتا تھا پھر احسان
خان انہیں نواب صاحب کے پاس بھجوا دیتا تھا۔ نواب صاحب اس
کی ڈیویلپنگ خود کراتے تھے اور پھر ان کے ہزاروں پرنٹ تیار کرا کر
انہیں ملک میں فروخت کر دیا جاتا تھا"...... راجر نے جواب دیا۔

"کس لیبارٹری سے یہ ڈیویلپ ہوتی ہیں اور کس طرح یہ تقسیم
ہوتی ہیں۔ پورا نیٹ ورک بتاؤ"...... عمران نے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ یہ کام نواب صاحب کا خاص آدمی برکت کرتا ہے"....... احسان خان نے کہا۔

"برکت کہاں رہتا ہے"....... عمران نے پوچھا۔

"وہ برکت بکچر لیبارٹری کا مالک ہے۔ دارالحکومت کی سب سے بڑی لیبارٹری ہے۔ اصل میں یہ لیبارٹری نواب صاحب کی ہی ملکیت ہے لیکن اسے ظاہر برکت کی ملکیت کیا جاتا ہے۔ رائل روڈ پر ہے"....... احسان خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن مجھے اس بات کا ثبوت چاہئے کہ نواب اکبر آصف اس کاروبار کا اصل آدمی ہے"....... عمران نے کہا۔

"اس کا کوئی تحریری ثبوت نہیں ہے۔ نواب صاحب اس معاملے میں خاص خیال رکھتے ہیں"....... احسان خان نے جواب دیا۔

"اور کتنے لوگ یہ دھندہ کرتے ہیں"....... عمران نے پوچھا۔

"تین آدمی ہیں۔ سیٹھ اکمل، الیگزینڈر اور راجو۔ لیکن وہ چھوٹے پیمانے پر کام کرتے ہیں۔ بڑے پیمانے پر کام صرف نواب صاحب کا ہے"....... راجر نے کہا۔

"تو تم کوئی ثبوت مہیا نہیں کر سکتے"....... عمران کا لہجہ بدل گیا۔

"ہمارے پاس کوئی ثبوت ہے ہی نہیں"....... راجر اور احسان خان نے کہا۔

"اوکے۔ پھر تو تم دونوں چھٹی کرو۔ نواب صاحب کو میں خود

دیکھ لوں گا"....... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹریگر دبا دیا۔ تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ہی احسان خان اور راجر دونوں کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں اور بری طرح تڑپنے لگے لیکن عمران نے مسلسل ٹریگر دبائے رکھا اور چند لمحوں بعد وہ دونوں ہی ساکت ہو گئے۔

"تم انسان نہیں ہو۔ معاشرے کے ناسور ہو"....... عمران نے انتہائی حقارت بھرے لہجے میں کہا اور پھر اٹھ کر تیزی سے کمرے سے باہر آگیا۔ باہر صدیقی موجود تھا۔

"یہاں موجود سب افراد کا خاتمہ کر دو"....... عمران نے پھاٹک کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجتے ہی نواب اکبر آصف نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"....... نواب صاحب نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"دارشو سے کال ہے جناب۔ جبار کی۔ وہ آپ سے فوری بات کرنا چاہتا ہے"....... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"دارشو سے جبار کی کال۔ کون ہے یہ جبار میں تو اسے نہیں جانتا"....... نواب اکبر آصف نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"وہ جناب احسان خان کا نائب ہے۔ اس نے یہی بتایا ہے"۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"اوہ اچھا۔ کراؤ بات"....... نواب اکبر آصف نے چونک کر کہا لیکن اس کی پیشانی پر شکنوں کا جال سا پھیل گیا تھا کیونکہ آج سے پہلے دارشو سے ہمیشہ احسان خان کال کیا کرتا تھا اور وہ بھی مقررہ

تاریخ کو جبکہ اب اس کے نائب نے کال کی ہے۔

"ہیلو جناب۔ میں جبار خان بول رہا ہوں جناب"....... چند لمحوں بعد ایک انتہائی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"کیا بات ہے۔ تم نے کیوں مجھے کال کیا ہے۔ احسان خان کہاں ہے"....... نواب صاحب نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

"احسان خان کو ہلاک کر دیا گیا ہے جناب"....... دوسری طرف سے کہا گیا تو نواب اکبر آصف بے اختیار اچھل پڑے۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ کیا تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہے"۔ نواب اکبر آصف نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں درست کہہ رہا ہوں جناب۔ ڈیرے پر ہر طرف لاشیں ہی لاشیں بکھری پڑی ہیں۔ آٹھ مسلح افراد کو گولیوں سے اڑا دیا گیا ہے اور احسان خان اور فلمیں بنانے والے غیر ملکی راجر دونوں کو بھی گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا ہے۔ ان دونوں کو کرسیوں پر رسیوں سے باندھ کر انہیں گولیاں ماری گئی ہیں جناب"....... دوسری طرف سے کہا گیا تو نواب اکبر آصف کی حالت دیکھنے والی ہو گئی۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کس نے ایسا کی ہے۔ کون یہ جرأت کر سکتا ہے"....... نواب اکبر آصف نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

اس کا چہرہ غصے کی شدت سے پھڑک رہا تھا۔

"میں جب ڈیرے پر گیا جناب تو وہاں ہر طرف لاشیں ہی لاشیں تھیں۔ میں نے پولیس کو اطلاع نہیں دی جناب اور آپ کو فون کیا

ہے۔ اب آپ جیسے حکم دیں"...... جبار نے کہا۔

"لیکن یہ کام کس کا ہے۔ کس نے یہ جرأت کی ہے اور راجر ڈیرے پر کیسے پہنچ گیا۔ وہ تو دارالحکومت چلا گیا تھا"...... نواب اکبر آصف نے کہا۔

"جناب سیٹھ اکمل کا فون آیا تھا احسان خان کے پاس۔ میں اس وقت احسان خان کے پاس موجود تھا۔ سیٹھ اکمل نے کہا کہ راجر کی زندگی کو شہر میں خطرہ ہے اس لئے وہ اسے ڈیرے پر بھیج رہے ہیں تاکہ وہ محفوظ رہے اور احسان خان نے اسے ڈیرے پر بلوا لیا اور پھر اس کی حفاظت کے لئے آٹھ مسلح افراد بھی تعینات کر دیئے اور ڈیرے پر موجود فالتو آدمیوں کو بھجوا دیا۔ اس کے بعد اچانک یہ واردات ہو گئی اور جناب جننگ فیکٹری میں بھی آگ لگا دی گئی ہے۔ وہاں فلموں کا سارا سامان صحن میں رکھ کر اسے جلا دیا گیا ہے۔ دھواں دیکھ کر لوگ وہاں پہنچے تو وہاں سامان جل کر راکھ ہو چکا تھا۔ میں بھی وہاں گیا تھا۔ پھر جناب ایک ضروری کام سے چلا گیا۔ اس کے بعد ڈیرے پر گیا تو وہاں لاشیں پڑی تھیں"...... جبار نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ تو یہ بات ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ وہی گروپ ہے جو فلموں کے پیچھے کام کر رہا ہے۔ تم نے معلوم کیا ہے کہ یہ کون لوگ تھے"...... نواب اکبر آصف نے اس بار سنبھلے ہوئے لہجے میں کہا۔

"صرف اتنا معلوم ہوا ہے جناب کہ ایک سیاہ رنگ کی کار میں چار آدمی قصبے میں گھومتے پھر رہے تھے۔ انہوں نے احمد علی کے ہوٹل میں چائے پی اور پھر وہ کار ڈیرے کی طرف جاتی دیکھی گئی ہے"۔ جبار نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ تم پولیس کو اطلاع کر دو اور انہیں میری طرف سے کہہ دینا کہ اس معاملے کو رسمی کارروائی کے انداز میں ڈیل کریں۔ کسی پبلسٹی کی ضرورت نہیں ہے انہیں۔ وہ احسان خان کے ساتھ کسی کی ذاتی دشمنی کا کیس بنا دیں گے اور سنو۔ فلموں کے سامان اور جننگ فیکٹری کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے اور اب تم احسان خان کی جگہ لے لو اور تمام انتظام سنبھال لو"...... نواب اکبر آصف نے کہا۔

"جی بہت اچھا جناب۔ جیسے آپ کا حکم ہو گا ویسے ہی تعمیل ہو گی جناب"...... جبار نے جواب دیا تو نواب اکبر آصف نے رسیور رکھ دیا۔

"اب ان کا خاتمہ ضروری ہو گیا ہے۔ یہ تو حد سے بڑھتے جا رہے ہیں"...... نواب اکبر آصف نے بڑبڑاتے ہوئے کہا لیکن اب وہ بیٹھا یہی بات سوچ رہا تھا کہ فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی اور نواب اکبر آصف نے چونک کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"...... نواب اکبر آصف نے تیز لہجے میں کہا۔

"برکت صاحب کا فون ہے جناب"...... دوسری طرف سے

مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"اوہ اچھا۔ کراؤ بات"...... نواب صاحب نے کہا۔

"جناب میں برکت بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"کیوں فون کیا ہے"...... نواب صاحب نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"جناب۔ احسان خان کی طرف سے کام ہی نہیں آرہا۔ میں نے وہاں فون کیا تو احسان خان نے بتایا کہ آپ کے حکم پر کام بند کر دیا گیا ہے۔ میں نے اس لئے پوچھا ہے کہ فلموں کی ڈیمانڈ بہت زیادہ ہو گئی ہے لیکن مال ہی موجود نہیں ہے۔ آپ نے کام مستقل طور پر تو بند نہیں کرا دیا"...... برکت نے پوچھا۔

"نہیں۔ ایسا عارضی طور پر ہوا ہے۔ کچھ مسائل ہیں۔ ان کے حل کے بعد کام پہلے سے زیادہ زور شور سے شروع ہو جائے گا"۔ نواب صاحب نے کہا۔

"پھر ٹھیک ہے سر"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو نواب صاحب نے رسیور رکھ دیا۔ وہ بیٹھے چند لمحے سوچتے رہے پھر انہوں نے میز کی دراز کھولی اور اس میں سے ایک ڈائری نکال کر اپنے سامنے رکھی اور اسے کھول کر صفحے پلٹنے شروع کر دیئے۔ چند لمحوں بعد ان کی نظریں ایک صفحے پر جم سی گئیں اور پھر انہوں نے فون کے نیچے موجود بٹن پریس کر کے رسیور اٹھالیا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"ماسٹر گیم کلب"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"ماسٹر رچرڈ سے بات کراؤ۔ میں نواب اکبر آصف بول رہا ہوں"۔ نواب صاحب نے بڑے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ یس سر"...... دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"ہیلو۔ ماسٹر رچرڈ بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"نواب اکبر آصف بول رہا ہوں ماسٹر رچرڈ"...... نواب اکبر آصف نے کہا۔

"یس سر۔ حکم سر۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں جناب"۔ ماسٹر رچرڈ نے کہا۔

"ماسٹر رچرڈ۔ ایک گروپ میرے فلموں والے دھندے کے پیچھے لگ گیا ہے۔ اس نے جارج اور سیف خان کو بھی ہلاک کر دیا ہے اور بھی بہت سے لوگوں کو ہلاک کیا گیا ہے۔ دو آدمی بتائے جاتے ہیں۔ ایک کا نام ٹائیگر ہے اور دوسرے کا نام علی عمران بتایا جاتا ہے۔ یہ علی عمران سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر سر عبدالرحمن کا ناخلف بیٹا ہے۔ ٹائیگر تو زخمی یا ہلاک ہو چکا ہے البتہ یہ علی عمران کام کر رہا ہے۔ کیا تم ان لوگوں کا خاتمہ کر سکتے ہو۔ تمہیں منہ مانگا معاوضہ دیا جائے گا"...... نواب اکبر آصف نے کہا۔

"کیا علی عمران اکیلا یہ سب کچھ کر رہا ہے"....... ماسٹر رچرڈ نے چونک کر پوچھا۔

"اور بھی اس کے ساتھ ہوں گے۔ اب اکیلا وہ سب کچھ کیسے کر سکتا ہے"....... نواب اکبر آصف نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے جناب کہ آپ کے بزنس کے خلاف فور سٹارز حرکت میں آگئے ہیں اور عمران فور سٹارز کے لئے بھی کام کرتا ہے اور یہ انتہائی خطرناک ترین لوگ ہیں اس لئے میرا مشورہ ہے کہ آپ فوری طور پر سارا سیٹ اپ ختم کر دیں۔ ہر قسم کے ثبوت مٹا دیں اور خاموش ہو کر بیٹھ جائیں تاکہ یہ خوفناک لوگ آپ تک نہ پہنچ سکیں"....... ماسٹر رچرڈ نے کہا۔

"مجھ تک۔ کیا مطلب۔ مجھ تک وہ لوگ کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ تم جانتے نہیں ہو مجھے"....... نواب اکبر نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں تو جانتا ہوں جناب لیکن آپ اس گروپ کو نہیں جانتے۔ یہ بڑے سے بڑے آدمی پر ہاتھ ڈالنے سے نہیں چوکتے اور انہیں حکومت کی سرپرستی حاصل ہے"....... ماسٹر رچرڈ نے کہا۔

"تم اپنی بات کرو"....... نواب اکبر نے پہلے کی طرح غصیلے لہجے میں کہا۔

"سوری نواب صاحب۔ میں اس سلسلے میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا ورنہ یہ گروپ میرا بھی خاتمہ کر دے گا"....... دوسری طرف سے صاف جواب دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

"ہونہہ نانسنس۔ ہر آدمی ان سے خوفزدہ ہے۔ اب میں کیا کروں۔ کس سے بات کروں"....... نواب اکبر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور رسیور رکھ کر وہ کافی دیر تک بیٹھا سوچتا رہا۔ آخر کافی دیر تک سوچتے سوچتے اس نے یہی فیصلہ کیا کہ اسے اس سلسلے میں واقعی خاموش رہنا چاہئے ورنہ ہو سکتا ہے کہ ان کی ساری عزت خاک میں مل جائے۔ چنانچہ اس نے ایک بار پھر رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ فون کے نیچے لگے ہوئے بٹن کو وہ پہلے ہی پریس کر چکا تھا۔ اس لئے یہ بٹن دوبارہ پریس کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

"برکت پکچرز"....... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"نواب اکبر بول رہا ہوں۔ برکت سے بات کراؤ"....... نواب صاحب نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس سر"....... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"یس سر۔ میں برکت بول رہا ہوں جناب"....... چند لمحوں بعد برکت کی آواز سنائی دی۔

"سنو برکت۔ تم نے مجھے فون کیا تھا کہ فلموں والا کام کیوں بند کیا گیا ہے تو اب سن لو کہ ایک خطرناک گروپ ہمارے خلاف کام کر رہا ہے اور یہ سرکاری گروپ ہے اس لئے میں نے کام بند کر دیا ہے کیونکہ میں اپنی عزت داؤ پر نہیں لگا سکتا اس لئے اب تم نے بھی

اس سلسلے میں احتیاط رکھنی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ تمہارے پاس پہنچ جائیں"...... نواب صاحب نے کہا۔

"جناب۔ یہ کون سا گروپ ہے۔ آپ مجھے بتائیں میں انہیں ڈیل کر لوں گا۔ ان کا مسئلہ رقم کی وصولی ہی ہو گا"...... برکت نے کہا۔

"نہیں۔ وہ ایسا گروپ نہیں ہے۔ ان کا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے اس لئے تم انہیں ڈیل نہ کر سکو گے لیکن تم نے خیال رکھنا ہے۔ تمام ثبوت ختم کر دو"...... نواب اکبر نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں سر۔ مجھ تک اول تو وہ پہنچ نہیں سکتے اور اگر پہنچ بھی گئے تو یہاں سے انہیں کچھ حاصل نہ ہو سکے گا"...... برکت نے کہا۔

"اوکے"...... نواب اکبر نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر قدرے اطمینان کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔

فور سٹارز کے ہیڈ کوارٹر میں عمران، صدیقی، خاور اور نعمانی کے ساتھ موجود تھا۔ دارشو قصبے سے وہ واپس آ کر سیدھے رائل روڈ پر برکت بلڈرز گئے تھے لیکن وہاں کا ماحول دیکھ کر وہ واپس آ گئے کیونکہ وہاں واقعی عام کاروباری انداز میں کام ہو رہا تھا۔ برکت بلڈرز کے مالک سیٹھ برکت کے بارے میں اتنا بتایا گیا تھا کہ وہ ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں اور ان کی واپسی ایک ہفتے بعد ہو گی اس لئے وہ واپس ہیڈ کوارٹر آ گئے تھے۔

"عمران صاحب۔ اصل آدمی تو وہ نواب اکبر ہے اور باقی تین گروپ بھی ہیں۔ ان پر ہاتھ کیسے ڈالا جائے"...... صدیقی نے کہا۔

"یہی بات سوچ رہا ہوں کیونکہ یہ کام بہت وسیع پیمانے پر پھیلا ہوا ہے اور ان سب کا خاتمہ فور سٹارز نہیں کر سکتے اس لئے لازماً انٹیلی جنس کو حرکت میں لانا پڑے گا لیکن انٹیلی جنس کو حرکت میں لانے کے لئے ثبوت چاہئے اور ثبوت ہمارے پاس نہیں ہے"۔

عمران نے کہا۔

"میں عام ویڈیو سنٹروں کی بات نہیں کر رہا عمران صاحب۔ میں ان سرغنوں کی بات کر رہا ہوں۔ انہیں بھی تو اس سنگین اور مکروہ جرم کی سزا ملنی چاہئے"....... صدیقی نے کہا۔

"ہاں ضرور۔ لیکن نواب اکبر یا دوسرے جو لوگ ہیں سیٹھ اکمل الیگزینڈر وغیرہ ان کے نام تو ہمیں معلوم ہیں لیکن ان کے خلاف ثبوت موجود نہیں ہیں"....... عمران نے کہا۔

"تو کیا ہوا۔ انہیں گولی تو ماری جا سکتی ہے"....... خاور نے کہا۔

"لیکن اس طرح معاشرے میں ان کی عزت قائم رہے گی۔ میں چاہتا ہوں کہ پورے ملک کو معلوم ہو سکے کہ اس مکروہ کام کے پیچھے یہ لوگ ہیں تاکہ آئندہ ایسے لوگ اس ٹائپ کے کاموں میں ہاتھ نہ ڈالیں"....... عمران نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی اچانک فون کی گھنٹی بج اٹھی اور صدیقی نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"....... صدیقی نے کہا۔

"چوہان بول رہا ہوں صدیقی۔ میں نے تمہارے فلیٹ پر فون کیا تھا لیکن تم وہاں نہ ملے تو میں نے یہاں فون کیا ہے"....... دوسری طرف سے چوہان کی آواز سنائی دی۔

"تم ہسپتال سے واپس آ گئے ہو۔ مبارک ہو"....... صدیقی نے کہا۔

"شکریہ۔ مجھے کل چھٹی ملی ہے اور اب میں فٹ ہوں۔ تم ہیڈ کوارٹر میں ہو۔ کیا کوئی کیس ہے"....... چوہان نے کہا۔

"ہاں۔ تمہارے زخمی ہونے سے شروع ہونے والا کیس اب آگے بڑھ رہا ہے۔ عمران صاحب بھی یہاں موجود ہیں"....... صدیقی نے کہا۔

"تو پھر میں آ جاؤں وہاں"....... چوہان نے کہا۔

"ایک منٹ۔ مجھے رسیور دو"....... عمران نے چونک کر ایسے لہجے میں کہا جیسے اچانک اسے خیال آ گیا ہو اور صدیقی نے رسیور عمران کی طرف بڑھا دیا۔

"چوہان۔ میں عمران بول رہا ہوں۔ ٹائیگر کا کیا حال ہے"۔ عمران نے پوچھا۔

"وہ اب کافی حد تک ٹھیک ہے عمران صاحب۔ میں آتے ہوئے اس سے مل کر آیا تھا"....... چوہان نے کہا۔

"اوکے پھر آ جاؤ یہاں ہیڈ کوارٹر"....... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"سپیشل ہسپتال"....... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"علی عمران بول رہا ہوں۔ ڈاکٹر صدیقی صاحب سے بات کرائیں"....... عمران نے کہا۔

"یس سر۔ ہولڈ کیجئے سر"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو۔ ڈاکٹر صدیقی بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ڈاکٹر صدیقی کی آواز سنائی دی۔

"علی عمران بول رہا ہوں ڈاکٹر صاحب۔ ٹائیگر کا کیا حال ہے"...... عمران نے کہا۔

"وہ اب کافی حد تک ٹھیک ہو چکا ہے البتہ اسے ابھی کم از کم ایک ہفتہ اور یہاں رہنا پڑے گا"...... ڈاکٹر صدیقی نے کہا۔

"اس سے بات تو ہو سکتی ہے یا اس کی بھی ممانعت ہے"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو دوسری طرف سے ڈاکٹر صدیقی بے اختیار ہنس پڑے۔

"اوہ۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ ہولڈ کریں میں بات کراتا ہوں"...... ڈاکٹر صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہیلو۔ ٹائیگر بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں ٹائیگر۔ اب تمہاری طبیعت کیسی ہے"۔ عمران نے بڑے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

"اللہ کا کرم ہے باس۔ اب میں کافی حد تک ٹھیک ہوں"۔ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"رائل روڈ پر ایک پکچر لیبارٹری ہے۔ برکت پکچرز۔ عریاں گندی فلموں کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ انہیں وہاں ڈیویلپ

کیا جاتا ہے اور ان کے پرنٹ بنا کر پورے ملک میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اس کے مالک سیٹھ برکت کے بارے میں تم کچھ جانتے ہو"۔ عمران نے کہا۔

"نہیں باس۔ میں تو اس کا نام ہی آپ سے سن رہا ہوں"۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اس کا تعلق لامحالہ زیر زمین دنیا سے ہو گا۔ کیا کوئی ایسا آدمی تمہارے ذہن میں ہے جو اس بارے میں معلومات مہیا کر سکے"۔ عمران نے کہا۔

"کس قسم کی معلومات باس"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"یہی کہ یہ سارا کام کہاں ہوتا ہے۔ لامحالہ ان لوگوں نے اس کے لئے کوئی خفیہ سیٹ اپ بنا رکھا ہو گا"...... عمران نے کہا۔

"آپ فلیٹ سے فون کر رہے ہیں"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"نہیں۔ فور سٹارز کے ہیڈ کوارٹر ہے۔ کیوں"...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

"میرے ذہن میں ایک آئیڈیا آیا ہے لیکن میں پہلے اسے کنفرم کر لوں پھر آپ کو خود ہی فون کروں گا"...... ٹائیگر نے کہا۔

"او کے۔ یہاں کا فون نمبر تو تمہیں معلوم ہے ناں"...... عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں"...... ٹائیگر نے جواب دیا اور عمران نے او کے کہہ کر رسیور رکھ دیا

" یہ کام وہاں کے کسی آدمی کو اغوا کر کے بھی کیا جا سکتا ہے۔ عمران صاحب"....... خاور نے کہا۔

" نہیں۔ وہاں پورا نیٹ ورک ہے۔ اس گندے کام کا پورا گروپ یکسر علیحدہ ہو گا۔ ہاں وہ برکت مل جاتا تو پھر سب کچھ آسانی سے معلوم ہو جاتا"....... عمران نے کہا اور خاور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو صدیقی نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا کیونکہ بہرحال وہ فور سٹارز کا چیف تھا۔

" یس۔ صدیقی بول رہا ہوں"....... صدیقی نے کہا۔

" ٹائیگر بول رہا ہوں صدیقی صاحب۔ عمران صاحب یہاں ہوں گے"....... دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

" ہاں۔ بات کرو"....... صدیقی نے رسیور عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

" یس"....... عمران نے رسیور لیتے ہوئے کہا۔

" باس۔ مجھے آپ کی بات سن کر یاد آیا تھا کہ وکٹری کلب کے مالک وکٹر نے ایک بار مجھے بتایا تھا کہ وہ عریاں فلموں کا سائیڈ دھندہ کرتا ہے اور وہ مال برکت پکچرز کے مینجر کنگ سے وصول کرتا ہے۔ میں نے اس وقت تو اس بات پر توجہ نہ دی تھی کیونکہ مجھے اس سلسلے میں کوئی دلچسپی نہ تھی لیکن اب آپ کی بات سن کر مجھے یاد آگیا ہے تو میں نے فون پر وکٹر سے بات کی ہے۔ میں نے اسے کہا ہے کہ میرے ایک دوست کو ایسی فلمیں چاہئیں۔ کیا وہ دلا سکتا ہے

تو اس نے حامی بھر لی ہے۔ میں نے اسے کہا ہے کہ میرا دوست غیر ملک گیا ہوا ہے جب وہ آئے گا تو میں اس سے ملواؤں گا۔ میرا مطلب ہے کہ اس وکٹر سے آپ کو معلومات مل سکتی ہیں۔ یہ اس دھندے میں پوری طرح ملوث ہے"....... ٹائیگر نے کہا۔

" یہ وکٹری کلب کہاں ہے"....... عمران نے پوچھا۔

" باس۔ بلاسم روڈ پر یہ کلب ہے۔ زیر زمین دنیا کے لوگوں کا خاص اڈا ہے"....... ٹائیگر نے کہا۔

" اوکے ٹھیک ہے میں چیک کرتا ہوں اسے"....... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اسی لمحے کال بیل کی آواز سنائی دی۔

" چوہان آیا ہو گا"....... صدیقی نے کہا اور خاور سر ہلاتا ہوا اٹھا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

" اب اس وکٹر کو گھیرا جائے عمران صاحب"....... صدیقی نے کہا۔

" اس وکٹر کی بجائے اگر اس کنگ کا پتہ چل جائے تو معاملات زیادہ آسان ہو جائیں گے"....... عمران نے کہا اور ایک بار پھر رسیور اٹھا کر اس نے انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔

" انکوائری پلیز"....... رابطہ قائم ہوتے ہی انکوائری آپریٹر کی مخصوص آواز سنائی دی۔

" وکٹری کلب کا نمبر دیں"....... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے ایک نمبر بتا دیا گیا اور عمران نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر

انکوائری آپریٹر کے بتائے ہوئے نمبر پریس کر دیئے۔

" وکٹری کلب "...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک سخت اور کھردری سی مردانہ آواز سنائی دی۔

" وکٹر سے بات کراؤ۔ میں ٹائیگر بول رہا ہوں"...... عمران نے کہا۔

" ہولڈ کرو"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

" ہیلو۔ وکٹر بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک چیختی ہوئی سی آواز سنائی دی۔

" ٹائیگر بول رہا ہوں وکٹر"...... عمران نے ٹائیگر کی آواز میں کہا۔

" اوہ۔ ابھی تو تم سے بات ہوئی ہے"...... دوسری طرف سے چونک کر پوچھا گیا۔

" ہاں۔ میں نے اس لئے دوبارہ فون کیا ہے وکٹر کہ میں تم سے پوچھ سکوں کہ کیا تمہارے پاس ایسی فلمیں ہوتی ہیں جن میں مقامی لڑکیوں کو استعمال کیا گیا ہو کیونکہ میرا دوست ایسی ہی فلموں کا خواہشمند ہے"...... عمران نے ٹائیگر کے لہجے میں کہا۔

" ہاں۔ یہی پکچرز تو سب سے زیادہ مقبول ہیں۔ مل جائیں گی۔ ایک سے ایک بڑھ کر"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

" اوکے۔ بس یہی پوچھنا تھا"...... عمران نے کہا اور کریڈل دبا کر اس نے ایک بار پھر انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔ چوہان اس

دوران کمرے میں آکر کرسی پر خاموشی سے بیٹھ گیا تھا۔

" انکوائری پلیز"...... رابطہ قائم ہوتے ہی انکوائری آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

" رائل روڈ پر برکت پکچرز کا نمبر دیں"...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا اور عمران نے کریڈل دبا دیا۔ پھر ٹون آنے پر انکوائری آپریٹر کے بتائے ہوئے نمبر پریس کر دیئے۔

" برکت پکچرز"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

" وکٹری کلب سے وکٹر بول رہا ہوں۔ کنگ سے بات کرنی ہے"۔ عمران نے اس بار وکٹر کے لہجے اور آواز میں بات کرتے ہوئے کہا۔

" یہاں تو کوئی کنگ نہیں ہے"...... دوسری طرف سے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا تو عمران کے ساتھ ساتھ لاؤڈر پر دوسری طرف سے آنے والی آواز سن کر باقی ساتھی بھی بے اختیار چونک پڑے۔

" مینجر کنگ۔ جس سے بلیو فلموں کے بارے میں سودا ہوتا ہے"۔ عمران نے کہا۔

" سوری جناب۔ آپ کو کسی نے غلط بتایا ہے۔ نہ یہاں کوئی مینجر کنگ ہے اور نہ ہی یہاں غلط فلمیں تیار ہوتی ہیں"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے

ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

"اس کا کیا مطلب ہوا۔ کیا وکٹر نے ٹائیگر سے بھی جھوٹ بولا ہے"...... صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ بلکہ اس سے میری بات کنفرم ہو گئی ہے کہ ان کالی اور گندی فلموں کا سیٹ اپ علیحدہ ہے۔ اس لڑکی کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ سچ بول رہی ہے"...... عمران نے کہا۔

"تو پھر اس وکٹر پر ہاتھ ڈالا جائے"...... صدیقی نے کہا۔

"ہاں۔ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ تم اسے اٹھا کر یہاں لے آؤ۔ پھر اس سے تفصیل سے معلومات ملیں گی"...... عمران نے کہا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میں ساتھ جاؤں گا"...... چوہان نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ چوہان کو لے جاؤ۔ اس کی وجہ سے ہی تو اس کیس کا آغاز ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ انجام بھی اسی کے ہاتھوں ہی ہو"...... عمران نے کہا تو صدیقی اور چوہان دونوں ہنس پڑے۔

صدیقی نے کار وکٹری کلب کے کمپاؤنڈ گیٹ میں روکی اور پھر وہ اسے ایک سائیڈ پر بنی ہوئی پارکنگ کی طرف لے جانے لگا۔

"پارکنگ میں کیوں کار لے جا رہے ہو۔ اس وکٹر کو اغوا کر کے کار میں لے جانا ہے۔ اسے مین گیٹ کے سامنے روکو"...... سائیڈ سیٹ پر بیٹھے ہوئے چوہان نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کیا ضرورت ہے اتنا لمبا بکھیڑا کرنے کی۔ اس کے آفس میں ہی اس سے پوچھ لیں گے"...... صدیقی نے کہا اور چوہان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پارکنگ میں کار روک کر وہ دونوں نیچے اترے اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے کلب کے مین گیٹ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

کلب کا ہال مچھلی بازار بنا ہوا تھا۔ منشیات کے غلیظ دھوئیں اور سستی شراب کی مکروہ بو پورے ہال میں پھیلی ہوئی تھی۔ ہال اس وقت طوائف نما عورتوں اور غنڈے ٹائپ مردوں سے تقریباً بھرا ہوا تھا

اور سب لوگ اس انداز میں باتیں کر رہے تھے کہ ہال واقعی مچھلی بازار لگتا تھا۔ ایک طرف بڑا سا کاؤنٹر تھا جس کے پیچھے تین غنڈے موجود تھے جن میں سے دو تو سروس دینے میں مصروف تھے جبکہ ایک ویسے ہی سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ صدیقی اور چوہان سیدھے کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئے۔

"جی صاحب۔ کیا چاہئے آپ کو"....... اس آدمی نے جو خالی کھڑا تھا جھنکے دار لہجے میں پوچھا۔

"وکٹر سے ملنا ہے۔ بڑے سودے کی بات کرنی ہے"۔ صدیقی نے خشک لہجے میں کہا۔

"کس قسم کا سودا"....... اس آدمی نے چونک کر پوچھا۔

"یہ تمہارے مطلب کی بات نہیں ہے۔ سمجھے"....... صدیقی کا لہجہ اور زیادہ خشک ہو گیا۔

"کیا نام ہے تمہارا۔ پہلے تو تم کبھی نہیں آئے"....... اس آدمی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"میرا نام صدیقی ہے۔ ہمارا تعلق جام نگر سے ہے"۔ صدیقی نے کہا۔

"اوہ اچھا۔ ٹھیک ہے۔ سائیڈ راہداری میں چلے جاؤ آخر میں باس کا آفس ہے"....... اس نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور صدیقی سر ہلاتا ہوا راہداری کی طرف بڑھ گیا۔ چوہان بھی اس کے پیچھے تھا۔ راہداری کے اختتام پر ایک دروازہ تھا جس کے باہر کوئی بھی موجود

نہ تھا۔ شاید یہاں کسی کو رکھنے کی ضرورت نہ سمجھی گئی تھی۔ صدیقی نے دروازے پر دباؤ ڈال کر اسے کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جس میں صوفے اور ایک بڑی سی آفس ٹیبل موجود تھی۔ آفس ٹیبل کے پیچھے ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا جو شکل و صورت اور رکھ رکھاؤ سے ہی زیر زمین دنیا کا سرغنہ دکھائی دیتا تھا۔

"آؤ۔ آؤ۔ خوش آمدید۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ تم جام نگر سے آئے ہو۔ میرا نام وکٹر ہے"....... اس آدمی نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ صدیقی نے اس سے مصافحہ کیا اور پھر وہ دونوں میز کی دوسری طرف بیٹھ گئے۔

"کہو۔ کیا کام ہے مجھ سے"....... وکٹر نے ان دونوں کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"برکت پکچرز کے مینجر کنگ سے ملنا ہے۔ وہ کہاں مل سکے گا"۔ صدیقی نے کہا۔

"اوہ۔ کیا کام ہے اس سے تمہیں"....... وکٹر نے اس بار چونک کر پوچھا۔

"ہم نے اس سے بلیو فلموں کا ایک بڑا سودا کرنا ہے اور ہمیں تمہاری ٹپ دی گئی ہے کہ تمہارے ذریعے اس سے سودا ہو سکتا ہے۔ تمہارا کمیشن تمہیں مل جائے گا لیکن سودا ہیں اس سے براہ راست کرنا چاہتے ہیں"....... صدیقی نے اسی طرح سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"سوری۔ میں اس انداز میں کام نہیں کرتا۔ تم مجھے بتاؤ تمہیں کتنی فلمیں اور کس ٹائپ کی فلمیں چاہئیں۔ اس کی قیمت طے کرو۔ تمہیں مال مل جائے گا ورنہ تم ساری عمر بھی کنگ کو تلاش کرتے رہو تو وہ تمہیں نہیں مل سکے گا"...... وکٹر نے کہا۔

"چلو۔ ایسے ہی سہی۔ ہمیں ایک ہزار فلمیں چاہئیں لیکن شرط یہی ہے کہ تم ہمارے سامنے کنگ سے بات کرو گے تاکہ ہماری تسلی ہو جائے"...... صدیقی نے کہا۔

"ایک ہزار۔ کون سی فلمیں۔ مقامی لڑکیوں والی یا غیر ملکی"۔ وکٹر نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"مقامی لڑکیوں والی۔ لیکن نئے پرنٹ ہوں"...... صدیقی نے کہا۔

"ہاں۔ مل جائیں گی۔ ایک فلم کے دس لاکھ روپے ہوں گے اور ادائیگی نقد ہو گی"...... وکٹر نے کہا۔

"دس لاکھ تو زیادہ ہے"...... صدیقی نے کہا۔

"اگر ایک ہی فلم کے دس دس پرنٹ لو تو رعایت ہو سکتی ہے۔ میرا مطلب ہے سو فلمیں اور ہزار پرنٹ کیونکہ ان فلموں کے پرنٹ آگے بنائے جاتے ہیں"...... وکٹر نے کہا۔

"نہیں۔ ہمیں ایک ہزار مختلف فلمیں چاہئیں"...... صدیقی نے کہا۔

"پھر دس لاکھ روپے سے کم میں سودا نہیں ہو سکتا"۔ وکٹر نے

صاف جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا اتنی فلمیں کنگ کے پاس ہوں گی"...... صدیقی نے اس کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں"...... وکٹر نے جواب دیا۔

"پہلے ہمیں کنفرم کراؤ پھر ہم رقم بھی منگوا لیں گے"...... صدیقی نے کہا۔

"پہلے کچھ رقم شو کرو"...... وکٹر نے کھاگ کاروباری انداز میں کہا۔

"ہم رقم ساتھ لے کر نہیں چل سکتے۔ تم کنفرم کراؤ تو ہم فون کر کے پوری رقم منگوا لیں گے"...... صدیقی نے منہ بناتے ہوئے کہا تو وکٹر نے سائیڈ پر پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور اس نے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ صدیقی کی نظریں نمبروں پر جمی ہوئی تھیں۔ وکٹر نے آخر میں لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا تھا۔

"ٹاپ ہل"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"وکٹری کلب سے وکٹر بول رہا ہوں۔ کالا سودا کرنا ہے۔ کنگ سے بات کراؤ"...... وکٹر نے کہا۔

"او کے۔ ہولڈ کرو"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو۔ کنگ بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"وکٹر بول رہا ہوں کنگ۔ جام نگر سے ایک پارٹی کو ایک ہ
مختلف فلمیں چاہئیں۔ کالی فلمیں۔ سمجھ گئے ہو ناں۔ کیا تم فو
سپلائی کر سکتے ہو۔ ادائیگی نقد ہو گی"...... وکٹر نے کہا۔

"ہاں۔ کیوں نہیں۔ لیکن جام نگر میں تو مال جاتا رہتا ہے اور
وہ اتنا بڑا شہر نہیں ہے کہ وہاں ایک ہزار فلمیں کھپ سکیں
دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہو سکتا ہے کہ پارٹی یہ مال ملک سے باہر بھجوانا چاہتی ہو۔ اس
سے ہمیں کیا فرق پڑتا ہے"...... وکٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ بہرحال ادائیگی کیش ہو گی"...... دوسری طرف
سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو وکٹر نے رسیور رکھ
دیا۔ اب اس کے چہرے پر چمک تھی۔

"اب تو تمہیں یقین آ گیا ہے۔ اب تم رقم منگوا لو"...... وکٹر
نے کہا۔

"یہ ٹاپ ہل کہاں ہے"...... صدیقی نے پوچھا۔

"تمہیں اس سے مطلب۔ یہ کوڈ ہے۔ تم رقم منگواؤ اور مال
لو"...... وکٹر نے سخت لہجے میں کہا۔

"او کے۔ ہمیں فون کرنا ہو گا"...... صدیقی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں کر لو"...... وکٹر نے مطمئن لہجے میں کہا لیکن دوسرے لمحے
وہ یکلخت چیختا ہوا میز پر سے گھسٹتا ہوا نیچے قالین پر ایک دھماکے سے
گرا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا صدیقی کی لات حرکت میں آئی اور

کنپٹی پر اس قدر بھرپور ضرب پڑی کہ اس کا جسم ایک جھٹکا کھا
کر ساکت ہو گیا۔ چوہان بجلی کی سی تیزی سے بیرونی دروازے کی
بڑھ گیا تھا۔ صدیقی نے جیب سے مشین پسٹل نکالا اور اس کی
اس نے بے ہوش پڑے ہوئے وکٹر کی کنپٹی پر رکھ کر دبائی اور
ٹریگر دبا دیا اور اس کے ساتھ ہی وکٹر کی کھوپڑی بے شمار ٹکڑوں
تبدیل ہوتی چلی گئی اور ہلکی سی آواز بھی پیدا نہ ہوئی تھی۔

...... صدیقی نے مشین پسٹل کو واپس جیب میں ڈالتے
کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کلب سے
پارکنگ کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ ان کے قدموں میں
تھی کیونکہ وہ وکٹر کی لاش برآمد ہونے سے پہلے یہاں سے نکل
چاہتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار کلب کے کمپاؤنڈ سے نکلی اور
سے دوڑتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔ پھر صدیقی نے کار ایک
گلی میں موڑ کر روک دی۔

"ماسک میک اپ کر لو چوہان"...... صدیقی نے کہا۔

"لیکن کار بھی تو چیک ہو سکتی ہے اور ہمارے لباس بھی"۔
چوہان نے کہا۔

"اتنی جلدی سب کچھ نہیں ہو سکتا۔ بہرحال چہرے بدل جانے
چاہئیں"...... صدیقی نے کہا اور چوہان کار سے نیچے اترا اور پھر اس
نے سائیڈ سیٹ اٹھا کر نیچے موجود باکس میں سے ماسک میک اپ
باکس نکال کر اسے کھولا اور اس میں سے دو ماسک نکال کر اس نے

باکس کو بند کر کے واپس رکھا اور پھر سیٹ بند کر کے وہ دوبا
سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ایک ماسک اس نے صدیقی کی طرف بڑھا دیا۔ چ
لمحوں بعد ان کے چہرے اور بال سب کچھ مکمل طور پر بدل چکا تھا ا
پھر صدیقی نے کار آگے بڑھا دی۔

"میں سمجھا تھا کہ تم اس سے مزید پوچھ گچھ کرو گے لیکن تم نے
اسے ختم کر دیا"...... چوہان نے کہا۔

"اگر میں ایسا نہ کرتا تو گولی کی آواز ہال تک پہنچ جاتی اور پھر ہما
نکلنا مشکل ہو جاتا۔ اب مزید اس سے کیا معلوم کرنا تھا۔ فون نم
معلوم ہو گیا ہے۔ اب اس فون نمبر کی مدد سے اس عمارت کے
بارے میں معلوم ہو جائے گا"...... صدیقی نے کہا۔

"تو پھر کسی پبلک فون بوتھ سے معلوم کر لو"...... چوہان نے
کہا۔

"نہیں۔ ہیڈ کوارٹر چلتے ہیں۔ وہاں عمران صاحب موجود ہیں
وہیں سے معلومات بھی حاصل کر لیں گے اور پھر اس کنگ پر ہاتھ
ڈال دیں گے"...... صدیقی نے کہا اور چوہان نے اثبات میں سر
دیا۔

کار خاصی تیز رفتاری سے آٹو روڈ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔
روڈ شہر سے مشرق کی طرف ایک قدیم آبادی کے قریب تھا اور
یران دونوں کاروباری پلازے بن گئے تھے جن میں زیادہ تر آٹوز کا
بار ہوتا تھا اس لئے اس روڈ کا نام آٹو روڈ پڑ گیا تھا۔ کار کی
ونگ سیٹ پر صدیقی اور سائیڈ سیٹ پر عمران بیٹھا ہوا تھا جبکہ
سیٹ پر چوہان، خاور اور نعمانی بیٹھے ہوئے تھے۔ صدیقی اور
نے وکٹری کلب کے وکٹر سے برکت بلڈرز کے مینجر اور عریاں
کا دھندہ کرنے والے اصل آدمی کنگ کا فون نمبر معلوم کر لیا
پھر وہ دونوں واپس فور سٹارز کے ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے تھے جہاں
نے انکوائری آپریٹر سے سنٹرل انٹیلی جنس کے اسسٹنٹ
کے طور پر اس فون کے بارے میں تفصیلات معلوم کر لی
ور انکوائری آپریٹر کے مطابق یہ فون آٹو روڈ پر واقع سیٹھ

بلڈنگ میں نصب تھا۔ چنانچہ عمران فور سٹارز کے ساتھ اس گنگ
پکڑنے اور اس عمارت پر ریڈ کرنے کے لئے جا رہا تھا۔ صدیقی
چوہان دونوں اسی ماسک میک اپ میں تھے جو انہوں نے
کلب سے واپسی پر کیا تھا جبکہ وہ کار جس میں وہ وکٹری کلب گئے
انہوں نے وہیں ہیڈ کوارٹر میں ہی چھوڑ دی تھی۔

" عمران صاحب وہاں لازماً سیکورٹی کے انتظامات کئے گئے
گے"...... صدیقی نے کہا۔

" مثلاً کس قسم کی سیکورٹی"...... عمران نے چونک کر
حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

" مسلح افراد ہو سکتے ہیں۔ الیکٹرک وائر عمارت کے گرد پھیلا
سکتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کاروبار خفیہ تہہ خانوں
ہوتا ہو"...... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" اوہ۔ تو سیکورٹی سے تمہارا مطلب یہ تھا۔ میں تو ڈر ہی گیا
عمران نے اس طرح طویل سانس لیتے ہوئے کہا جیسے اس کے ذ
سے کوئی بڑا بوجھ اتر گیا ہو۔

" کیا مطلب۔ کیا میں نے غلط بات کی تھی"...... صد
عمران کے اس رد عمل پر حیران ہوتے ہوئے کہا۔

" ہاں۔ میں سمجھا تھا کہ شاید انہوں نے خوبصورت عورتیں
بٹھا رکھی ہوں گی کیونکہ ان دنوں یہ سب سے کامیاب سیکور
جاتی ہے"...... عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے

کہا۔

" خوبصورت عورتیں، سیکورٹی۔ کیا مطلب ہوا میں سمجھا نہیں"۔
صدیقی نے جواب دیا۔

" تمہیں معلوم تو ہے کہ ہر چھوٹے بڑے ادارے میں استقبالیہ پر
خوبصورت لڑکیاں بیٹھی ہوتی ہیں۔ بیٹھی ہوتی ہیں ناں"۔ عمران
نے اس انداز میں سمجھانا شروع کر دیا جیسے استاد بچوں کو سمجھاتا ہے۔

" ہاں۔ لیکن وہ تو استقبالیہ گرلز ہوتی ہیں۔ ان کا سیکورٹی سے کیا
تعلق"...... صدیقی نے اور زیادہ حیران ہوتے ہوئے کہا۔

" یہی تو اصل سیکورٹی ہوتی ہے کہ پتہ بھی نہ چلے اور سیکورٹی بھی
ہو جائے۔ اب اگر ان خوبصورت لڑکیوں کی جگہ وہاں خونخوار کتے
موجود ہوں تو لوگ انہیں گولی مار سکتے ہیں۔ کچلا کھلا سکتے ہیں اس
طرح سیکورٹی کا مقصد ہی ختم ہو جاتا ہے"...... عمران نے کہا۔

" آپ کہنا کیا چاہتے ہیں"...... صدیقی نے زچ ہو کر کہا۔

" کمال ہے۔ کنوارہ ہونے کے باوجود تم اس سیکورٹی کی اہمیت
نہیں سمجھ رہے۔ جو بھی اندر جاتا ہے وہ ان خوبصورت لڑکیوں کو ہی
دیکھنا شروع کر دیتا ہے اور پھر جب وہ مسکرا کر بات کرتی ہیں تو
صاحب ریشہ خطمی ہو کر رہ جاتے ہیں اور اگر ان کے ذہن میں کوئی
الٹا پلٹا خیال ہوتا ہے تو وہ ویسے ہی ختم ہو جاتا ہے اور وہ ٹھنڈی
سانس بھرتا ہوا واپس چلا جاتا ہے۔ اب بتاؤ کیا یہ کامیاب سیکورٹی
نہیں ہے"...... عمران نے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

"تو آپ اس سیکورٹی سے خوفزدہ تھے"...... صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ کیونکہ فور سٹارز مع سپر سٹار کے کنوارے ہیں اس لئے"۔ عمران نے کہا تو کار ایک بار پھر قہقہوں سے گونج اٹھی۔

"ویسے عمران صاحب۔ آپ نے اس عمارت پر ریڈ کرنے کے سلسلہ میں کوئی ہدایات نہیں دیں"...... اچانک عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے نعمانی نے کہا۔

"ہدایات۔ ارے ان ہدایات کے چکر میں ہی تو ہم وہاں جا رہے ہیں۔ تم مجھے بھی اس چکر میں ملوث کرانا چاہتے ہو۔ اماں بی کو معلوم ہو گیا کہ صاحبزادہ ہدایات دیتے ہیں تو جانتے ہو کیا ہو گا۔ احباب کو پلاؤ کھانے کی بھی اجازت نہ مل سکے گی"...... عمران نے کہا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

"کیا مطلب۔ ایک تو آپ بات ایسی الجھی ہوئی کرتے ہیں کہ جب تک آپ وضاحت نہ کریں ہمیں اس کی سمجھ ہی نہیں آتی"۔ صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کاش چیف آف فور سٹارز اپنے ہر ممبر کو ایک آغا سلیمان پاشا جیسا باورچی رکھنے کا حکم دے دے"...... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"اس سے کیا ہو گا"...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"مونگ کی دال کھانی پڑے گی اور مونگ کی دال کھانے سے

دماغ کے چودہ کیا چودہ ہزار طبق نہ صرف روشن ہو جائیں گے بلکہ ہر طبق میں سرچ لائٹس جل اٹھیں گی۔ اس کے بعد ظاہر ہے تمہیں ہر بات پیشگی سمجھ آنا شروع ہو جائے گی"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور سب بے اختیار ہنس پڑے۔

"چلیں آپ خود ہی وضاحت کر دیں"...... صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کس بات کی وضاحت"...... عمران نے کہا۔

"وہی ہدایات والی بات"...... صدیقی بھی اپنی بات پر مصر ہو گیا تھا۔

"فلمیں تب بنتی ہیں جب کوئی ہدایات دیتا ہے۔ یعنی ہدایات دینے والا ہو اور ہم فلموں کے سلسلے میں ہی کام کر رہے ہیں۔ اب اگر میں خود ہی ہدایتکار بن گیا اور اماں بی تک یہ اطلاع پہنچ گئی کہ ان کا صاحبزادہ ایسی گندی اور عریاں فلموں کا ہدایتکار ہے تو اس کے بعد میرا خیال ہے بغیر مونگ کی دال کھائے بھی تم سمجھ سکتے ہو کہ کیا ہو گا"...... عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا اور اس بار واقعی سب بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

"واقعی مونگ کی دال کھائے بغیر ہم اتنی گہری باتیں نہیں سمجھ سکتے"...... صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"صرف مونگ کی دال نہیں بلکہ آغا سلیمان پاشا کے ہاتھ کی پکی ہوئی مونگ کی دال۔ اس سے پہلے تمہیں باقاعدہ غوطہ خوری کی

ٹریننگ حاصل کرنا پڑے گی"...... عمران نے کہا۔

" غوطہ خوری کی ٹریننگ۔ آپ نے پھر الجھی ہوئی بات کر دی"...... صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

" اس میں الجھی ہوئی کون سی بات ہے۔ چلو تمہیں ایک لطیفہ سناتا ہوں اس سے تمہیں سمجھ آجائے گی۔ اب کیا کیا جائے۔ پہلے لوگوں کو خود لطیفہ سمجھ آیا کرتا تھا آج کل لطیفے سن کر بات سمجھ میں آتی ہے۔ بہرحال ایک آدمی کسی کنجوس کے گھر مہمان ٹھہرا۔ کنجوس صاحب نے زبردست مہمان نوازی کا ثبوت دیتے ہوئے گوشت پکایا لیکن جب کھانا اس مہمان کے سامنے آیا تو اس نے اپنے کپڑے اتارنے شروع کر دیئے تو اس پر میزبان نے حیران ہو کر اس سے پوچھا کہ وہ کپڑے کیوں اتار رہا ہے تو مہمان نے کہا تاکہ لنگوٹ باندھ کر وہ اس شوربے میں غوطہ خوری کر سکے کہ شاید کوئی گوشت کی بوٹی ہاتھ آجائے"...... عمران نے کہا تو کار ایک بار پھر قہقہوں سے گونج اٹھی۔

" مطلب ہے کہ ہمیں بھی غوطہ خوری کر کے مونگ کی دال ڈھونڈنا پڑے گی"...... صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

" ظاہر ہے جب باورچی آغا سلیمان پاشا ہو گا اور مونگ کی دال ادھار آئے گی تو صرف پانی ہی بغیر ادھار میسر آسکے گا"...... عمران نے جواب دیا اور ایک بار پھر سب ہنس پڑے اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی صدیقی نے کار آٹو روڈ پر موڑ دی اور سب بے

اختیار سنبھل کر بیٹھ گئے۔ عمران کے چہرے پر بھی سنجیدگی طاری ہو گئی تھی۔ صدیقی نے کار کی رفتار آہستہ کر دی تھی تاکہ سیٹھ بلڈنگ کو چیک کیا جا سکے۔ تھوڑی دیر بعد انہیں ایک وسیع لیکن ایک منزلہ عمارت پر سیٹھ بلڈنگ کا نام لکھا ہوا نظر آیا گیا۔ عمارت کا پھاٹک کافی بڑا تھا لیکن اس پر کسی قسم کا کوئی بورڈ نہ لگا ہوا تھا۔ اس لئے اپنے انداز اور طرز تعمیر سے یہ رہائشی عمارت لگتی تھی۔

" اب کیا کرنا ہے"...... صدیقی نے کہا۔

" اندر جانا ہے اور کیا کرنا ہے۔ کار ایک سائیڈ پر روک دو"۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور صدیقی نے کار آگے لے جا کر ایک سائیڈ پر کر کے روک دی۔

" پہلے اندر بے ہوش کرنے والی گیس فائر کرو۔ پھر عقبی طرف سے ایک آدمی اندر جائے گا اور پھاٹک کھول دے گا اور پھر یہاں اگر ضرورت پڑے گی تو سائیلنسر لگے مشین پسٹل استعمال کئے جائیں گے"...... عمران نے باقاعدہ ہدایات دیتے ہوئے کہا اور سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے اور پھر وہ چاروں کاروں سے نیچے اتر آئے۔ عقبی سیٹ کے نیچے موجود باکس میں سے انہوں نے بے ہوش کر دینے والی گیس کے پسٹل کے ساتھ ساتھ سائیلنسر لگے مشین پسٹل بھی اٹھا لئے اور پھر سوائے صدیقی اور عمران کے خاور، نعمانی اور چوہان تیزی سے سڑک کراس کر کے عمارت کی دونوں سائیڈوں کی طرف تقسیم ہو کر بڑھنے لگے۔ خاور اور چوہان ایک سائیڈ پر اور نعمانی

دوسری سائیڈ پر تھا۔ چند لمحوں بعد وہ تینوں عمران اور صدیقی کی نظروں سے غائب ہو گئے۔

"اس عمارت کو دیکھ کر کون یقین کر سکتا ہے عمران صاحب کہ یہاں اس قدر گندا جرم ہوتا ہوگا"....... صدیقی نے کہا۔

"ابھی کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ صورت حال کو واضح ہونے دو۔ ہو سکتا ہے کہ یہ نمبر خصوصی ہو"....... عمران نے کہا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد نعمانی اور چوہان واپس آ گئے۔

"خاور عقبی طرف سے اندر کود گیا ہے۔ وہاں ایک درخت عقبی دیوار کے ساتھ موجود تھا"....... نعمانی نے کار کے قریب آ کر کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد بڑا سا پھاٹک کھلتا نظر آنے لگا۔

"صدیقی تم کار لے آؤ"....... عمران نے صدیقی سے کہا اور پھر نعمانی اور چوہان کے ساتھ تیزی سے چلتا ہوا عمارت کے پھاٹک کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ پھاٹک اب کھل گیا تھا اور وہاں خاور نظر آ رہا تھا۔

"کیا ہے اندر"....... عمران نے قریب پہنچ کر پوچھا۔

"میں نے چیک نہیں کیا۔ سائیڈ گلی سے سیدھا یہاں آ گیا ہوں۔ ویسے باہر یا عقبی طرف تو کوئی آدمی موجود نہیں ہے"....... خاور نے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے قدم آگے بڑھا دیئے۔ چند لمحوں بعد صدیقی کار لے کر آ گیا۔ عمارت کا پورچ بھی خالی تھا۔

وہاں کوئی کار وغیرہ موجود نہ تھی۔ صدیقی نے کار خالی پورچ میں روک دی جبکہ خاور نے کار اندر آنے کے بعد پھاٹک کو دوبارہ بند کر دیا۔

"مجھے تو یہ عمارت خالی لگتی ہے"....... صدیقی نے کہا۔

"بہرحال تلاشی تو لینی ہے"....... عمران نے کہا اور پھر وہ سب انتہائی احتیاط بھرے انداز میں عمارت میں داخل ہو گئے لیکن تھوڑی دیر بعد انہیں احساس ہو گیا کہ عمارت واقعی نہ صرف خالی ہے بلکہ طویل عرصے سے خالی پڑی ہوئی ہے کیونکہ وہاں ہر کمرے میں مکڑی کے جالے لگے ہوئے تھے اور فرش پر گرد کی دبیز تہہ موجود تھی۔

"میرا اندازہ درست ثابت ہوا کہ نمبر خصوصی تھا۔ بہرحال ہمیں تہہ خانے چیک کرنے ہوں گے"....... عمران نے کہا اور سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ ویسے ان سب کے چہروں پر اب پہلے جیسا جوش و خروش نظر نہیں آ رہا تھا۔ عمارت کا جائزہ لیتے ہوئے وہ سب جیسے ہی ایک بڑے کمرے میں داخل ہوئے عمران بے اختیار ٹھٹھک کر رک گیا۔

"اس کمرے کی طرز تعمیر بتا رہی ہے کہ یہاں سے تہہ خانوں کو راستہ جاتا ہے"....... عمران نے ادھر ادھر غور سے دیکھتے ہوئے کہا اور پھر ابھی اس کا فقرہ ختم ہی ہوا تھا کہ اچانک کمرے کی چھت سے ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور وہ سب لاشعوری طور پر چھت کی طرف دیکھنے لگے لیکن پلک جھپکنے سے بھی کم عرصے میں انہیں

یوں محسوس ہوا جیسے ان کے ذہن تیزی سے ماؤف ہوتے جا رہے ہوں۔ عمران نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی بے حد کوشش کی لیکن بے سود۔ اس کے ذہن پر تیزی سے سیاہ پردہ سا پھیلتا چلا گیا۔ پھر جس طرح اچانک اس کے ذہن پر سیاہ پردہ پھیلا تھا اسی طرح اچانک یہ پردہ سمٹنا شروع ہو گیا اور پھر آہستہ آہستہ اس کے تاریک پڑے ہوئے ذہن پر روشنی کی لہریں پھیلتی چلی گئیں۔ پوری طرح ہوش میں آتے ہی عمران نے لاشعوری طور پر اپنے جسم کو حرکت دینے کی کوشش کی لیکن دوسرے لمحے وہ یہ دیکھ کر بے اختیار چونک پڑا کہ اس کی دونوں کلائیاں دیوار میں نصب فولادی کڑوں کے اندر جکڑی ہوئی ہیں اور اس کا جسم نیچے کی طرف ڈھلکا ہوا ہے لیکن دونوں کلائیاں چونکہ سائیڈوں پر پھیلا کر جکڑی گئی تھیں اس لئے جسم کا بوجھ بازوؤں پر نہ پڑ رہا تھا۔ عمران ہوش میں آتے ہی پوری طرح سیدھا ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنے دائیں بائیں نظریں ڈالیں تو اس کے باقی ساتھی بھی اسی طرح دیوار کے ساتھ فولادی کڑوں میں جکڑے ہوئے موجود تھے لیکن ان کے جسم ڈھلکے ہوئے تھے اور گردنیں جھکی ہوئی تھیں۔ وہ بے ہوش تھے۔ عمران سمجھ گیا کہ کسی خاص اور نظر نہ آنے والی ریز کی مدد سے انہیں بے ہوش کر کے یہاں لایا گیا ہے۔ یہ ایک خاصا بڑا ہال نما کمرہ تھا جس میں صرف پلاسٹک کی دس بارہ کرسیاں سامنے والی دیوار کے ساتھ رکھی ہوئی تھیں۔

"اب کچھ لطف تو آئے گا ورنہ اب تک تو ساری کارروائی یکطرفہ

ہو رہی تھی"...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ان فولادی کڑوں کو چیک کرنا شروع کر دیا اور پھر اس کے لبوں پر یکلخت طنزیہ مسکراہٹ تیرنے لگی کیونکہ اس نے چیک کر لیا تھا کہ یہ کڑے بٹنوں سے کھلتے اور بند ہوتے تھے اور عمران بڑی آسانی سے انگلیوں کو موڑ کر ان بٹنوں کو پریس کر سکتا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ اسے فوری طور پر اپنے آپ کو رہا کرا لینا چاہئے یا کسی کے آنے کا انتظار کرنا چاہئے کہ اچانک اس کمرے کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور یکے بعد دیگرے چار آدمی اندر داخل ہوئے جن میں سب سے آگے والا ایک لمبے قد اور انتہائی ٹھوس جسم کا آدمی تھا جس کا سر گنجا تھا البتہ اس کی بھنویں بڑی موٹی تھیں۔ اس کے چہرے پر زخموں کے مندمل نشانات بھی نظر آ رہے تھے۔ ویسے اس کا جسم اور اس کے چلنے کا انداز دیکھ کر ہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ لڑنے بھڑنے والا آدمی ہے۔ اس کے پیچھے آنے والے تینوں آدمی بھی خاصے جاندار تھے اور ان کے جسموں پر چمڑے کی جیکٹیں اور جینز کی پتلونیں تھیں۔ ان میں سے دو کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں جبکہ ایک کے ہاتھ میں خاردار کوڑا تھا۔

"اوہ۔ یہ تو ہوش میں ہے۔ اسے کیسے خود بخود ہوش آ گیا"۔ اس گنجے نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"معلوم نہیں باس۔ شاید اس پر ریز نے کم اثر کیا ہو گا"۔ دوسرے آدمی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" ہونہہ۔ باقی تینوں کو بھی ہوش میں لے آؤ"...... اس گنجے باس نے کہا اور بڑے نخوت بھرے انداز میں ایک کرسی کو آگے گھسیٹ کر اس پر بیٹھ گیا جبکہ مشین گنوں سے مسلح دونوں آدمی اس کے دائیں بائیں کھڑے ہو گئے اور کوڑا بردار نے کوڑے کو مخصوص انداز میں اپنی بیلٹ کے ساتھ باندھا اور پھر جیکٹ کی جیب سے ایک شیشی نکال کر وہ عمران کے ساتھ کھڑے چوہان کی طرف بڑھ گیا۔

" تم کون ہو اور تم سیٹھ بلڈنگ میں اس انداز میں کیوں داخل ہوئے تھے"...... کرسی پر بیٹھے ہوئے گنجے باس نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

" مہذب لوگوں کی طرح پہلے تعارف ہونا چاہئے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

" ہونہہ۔ تو تم مہذب بننے کی کوشش کر رہے ہو۔ ابھی جب تمہاری کھال ادھڑے گی تو پھر تمہیں معلوم ہو گا کہ مہذب کسے کہتے ہیں"...... گنجے باس نے پھنکارتے ہوئے لہجے میں کہا۔

" کھال کا کیا ہے۔ وہ تو ادھڑنے کے لئے ہی بنائی گئی ہے لیکن کیا تم فارغ ہو۔ کوئی کام نہیں ملتا۔ اگر نہیں ملتا تو مجھے بتاؤ میرے گھر کے ساتھ ایک بلڈنگ بن رہی ہے وہاں تمہیں مزدوری دلوا سکتا ہوں"...... عمران نے کہا۔

" ہونہہ۔ مزدوری اور وہ بھی کنگ کرے گا۔ تم شاید اپنے آپ

کو پاگل ظاہر کرنا چاہتے ہو"...... گنجے نے کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

" تو تم کنگ ہو۔ عریاں فلموں کے کنگ"...... عمران نے کہا تو گنجا بے اختیار اچھل پڑا۔

" اوہ۔ اوہ۔ اب میں سمجھ گیا۔ تو وہ تم ہو جو ہمارے گروپ کے خلاف کام کر رہے ہو۔ اوہ تو یہ بات ہے"...... کنگ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اسی لمحے وہ آدمی جو عمران کے ساتھیوں کو ہوش میں لانے میں مصروف تھا پیچھے ہٹ گیا اور اس نے اپنی بیلٹ سے کوڑا کھول کر دوبارہ ہاتھ میں پکڑ لیا۔

" تم غلط سمجھے ہو۔ ہم تو نواب اکبر کے آدمی ہیں"...... عمران نے یکلخت سنجیدہ لہجے میں کہا۔ کیونکہ اس نے کنگ کی آنکھوں میں ابھرنے والی وحشیانہ چمک دیکھ لی تھی اور وہ سمجھ گیا تھا کہ کنگ کسی بھی لمحے بغیر ہچکچائے ان پر گولیوں کی بارش کر سکتا ہے۔ زیر زمین دنیا کے مشتعل مزاج آدمی ایسا ہی کرتے تھے۔

" کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ نواب اکبر کے آدمی۔ کیا مطلب ہوا اس بات کا"...... کنگ نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" تو تمہیں اتنا بھی نہیں معلوم کہ ان فلموں کا جو تم فروخت کرتے ہو اصل مالک کون ہے۔ تم یہ سمجھ رہے ہو گے کہ اصل مالک سیٹھ برکت ہے۔ کیوں"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا تو کنگ بے اختیار اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"تم کون ہو۔ جلدی بتاؤ۔ سب کچھ بتاؤ ورنہ"...... کنگ نے تیز
لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے مشین پسٹل نکال
لیا۔

"اطمینان سے بیٹھ کر میری بات سنو۔ تم کنگ ضرور ہو لیکن
صرف نام کے۔ سمجھے۔ جس گروپ کے بارے میں تم کہہ رہے ہو
اس گروپ کے خاتمے کے لئے نواب اکبر صاحب نے ہماری ڈیوٹی
یہاں لگائی تھی"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"بٹنوں والے کڑے ہیں اس لئے سب بٹنوں پر انگلیاں رکھ
لیں۔ ہمیں کسی وقت بھی ایکشن میں آنا ہو گا اور یہ سن لو کہ اس
گنجے کنگ کو زندہ پکڑنا ہے"...... عمران نے کنگ سے بات کرتے
کرتے اچانک فرنچ زبان میں اپنے ساتھیوں سے بات کرتے ہوئے
کہا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کون سی زبان بول رہے ہو"...... کنگ
نے یکلخت چیختے ہوئے کہا۔

"میرے ساتھی غیر ملکی ہیں لیکن وہ مقامی میک اپ میں ہیں۔
نواب صاحب نے انہیں خصوصی طور پر غیر ملک سے یہاں منگوایا
ہے اس لئے انہیں ان کی زبان میں سمجھا رہا تھا کہ کنگ اور اس کے
ساتھی اپنے آدمی ہیں"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"غیر ملکی۔ اوہ۔ یہ تو کوئی لمبا چکر ہے۔ میں تو سمجھا تھا کہ تم عام
سے چور ہو"...... کنگ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور اس کے

ساتھ ہی اس نے مشین پسٹل جیب میں ڈالا اور پھر اس طرح کرسی پر
بیٹھ گیا جیسے اب وہ اطمینان سے سب کچھ معلوم کرنے کا فیصلہ کر
چکا ہو۔

"موریس"...... کنگ نے کرسی پر بیٹھتے ہی کوڑا بردار سے
مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس"...... موریس نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اس آدمی کی زبان کھلواؤ۔ میں اس سے سچ سننا چاہتا ہوں۔ مجھے
یہ آدمی بے حد شاطر لگتا ہے"...... کنگ نے کہا۔

"سنو کنگ۔ اپنے اس آدمی کو روک لو اور پہلے مجھ سے تفصیل
سے بات کر لو۔ اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے"...... عمران نے یکلخت
سرد لہجے میں کہا۔

"میرے حکم کی تعمیل کرو موریس"...... کنگ نے تیز لہجے میں کہا
تو عمران سمجھ گیا کہ یہ آدمی اب آسانی سے باز نہیں آئے گا اس لئے
اس نے بٹنوں پر رکھی ہوئی انگلیوں کو پریس کیا۔ کٹک کی آواز کے
ساتھ ہی اس کے بازو آزاد ہو گئے۔ اس دوران موریس تیزی سے آگے
بڑھا ہی تھا کہ یکلخت عمران کے دونوں بازو بجلی کی سی تیزی سے
حرکت میں آئے اور دوسرے لمحے موریس چیختا ہوا اچھل کر کرسی پر
بیٹھے ہوئے کنگ پر ایک دھماکے سے گرا اور وہ دونوں چیختے ہوئے
کرسی سمیت نیچے جا گرے۔ اسی لمحے عمران کے ساتھی بھی حرکت میں
آ چکے تھے۔ نتیجہ یہ کہ دونوں مسلح افراد جو ابھی حیرت سے کھڑے

پلکیں جھپکا رہے تھے چیختے ہوئے اچھل کر نیچے گرے اور پھر کنپٹیوں پر ضربیں کھا کر ساکت ہو گئے جبکہ اس دوران کنگ لپنے اوپر گرنے والے مورس کو ایک طرف اچھال کر بجلی کی سی تیزی سے اٹھنے ہی لگا تھا کہ عمران نے یکلخت اس کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور بھاری جسم کا کنگ ہوا میں کسی لٹو کی طرح گھومتا ہوا ایک خوفناک دھماکے کے ساتھ فرش پر جا گرا جبکہ مورس کو نعمانی نے چھاپ لیا تھا۔ کنگ نے نیچے گر کر ایک بار پھر اٹھنے کی کوشش کی لیکن پھر اس کا جسم ایک زور دار جھٹکا کھا کر گرا اور ساکت ہو گیا۔ اس کا چہرہ انتہائی تیزی سے مسخ ہوتا جا رہا تھا۔ عمران تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے اس کی گردن اور سر پر ہاتھ رکھ کر دونوں ہاتھوں کو مخصوص انداز میں جھٹکا تو اس کی گردن میں آجانے والا بل نکل گیا اور اس کے ساتھ ہی اس کا رکتا ہوا سانس بحال ہونے لگ گیا اور اس کے ساتھ ہی اس کا چہرہ بھی نارمل ہونا شروع ہو گیا۔

"اب کنگ کو کڑوں میں جکڑ دو۔ میں باہر چیکنگ کر لوں پھر آتا ہوں اور صدیقی تم ان تینوں کی گردنیں توڑ دو"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا اور پھر وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں"...... چوہان نے کہا اور پھر وہ بھی اس کے پیچھے چل پڑا۔ اس کے ہاتھ میں مشین گن تھی۔ اس کمرے سے باہر راہداری تھی اور راہداری کا اختتام ایک اور کمرے میں ہو رہا تھا۔ جب وہ اس کمرے میں پہنچے تو وہاں ایک اور راہداری میں پہنچ

ئے۔

"یہاں تو ہر طرف راہداریاں ہی ہیں"...... چوہان نے کہا۔

"یہ تہہ خانوں کا جال ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہم اس سیٹھ ڈنگ کے نیچے ہیں"...... عمران نے کہا اور پھر وہ اس راہداری کے تتام پر ایک ہال کمرے میں داخل ہوئے تو بے اختیار ٹھٹھک کر گئے کیونکہ وہاں انتہائی جدید بکچر لیبارٹری تھی۔

"اوہ۔ تو یہ ہے عریاں فلموں کو ڈیویلپ کرنے اور ان کے پرنٹ نے کا شیطانی کارخانہ"...... عمران نے کہا اور پھر وہ آگے بڑھ گیا۔ ں سے سائیڈ کے دروازے سے جب وہ ایک اور ہال میں پہنچے تو ان جیسے شخص کے چہرے پر انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔ یہ نما کمرہ بڑے بڑے قد آدم مخصوص انداز کے ریکوں سے بھرا ہوا اور ان تمام ریکوں میں ویڈیو کیسٹس پیکڈ حالت میں موجود ں۔ ان کی تعداد یقیناً ہزاروں میں تھی۔ پھر انہوں نے ان سارے خانوں کی چیکنگ کی تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ تقریباً چھ بڑے ہال نما تہہ خانے ان ویڈیو کیسٹس سے بھرے ہوئے ر یقیناً ان کی تعداد لاکھوں میں تھی۔ ایک چھوٹا کمرہ آفس کے طور بنایا ہوا تھا۔ عمران اور چوہان نے اس کی تلاشی لینی شروع کر دی پھر وہاں سے انہیں چند فائلیں مل گئیں جن میں ان کیسٹوں کے ے میں تفصیلات کے ساتھ ساتھ ان کی تعداد اور ان لوگوں کے اور پتے بھی موجود تھے جنہیں یہ کیسٹیں باقاعدگی سے بھیجی جاتی

تھیں۔ ایک چھوٹے کمرے میں وہ مشینری بھی عمران کو نظر آ گئی جس کی مدد سے سیٹھ بلڈنگ کے اوپر والے حصے کو نہ صرف یہاں بیٹھے چیک کیا جا سکتا تھا بلکہ جس کمرے میں چاہے بے ہوش کر دینے والی ریز بھی فائر کی جا سکتی تھیں۔

"یہ تو بہت وسیع کاروبار ہے۔ یہ فلمیں تو کافرستان بھی سپلائی کی جاتی ہیں"...... چوہان نے ایک فائل دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم یہاں کی اچھی طرح تلاشی لو۔ مجھے ایسے ریکارڈ کی ضرورت ہے جس سے اس کاروبار کے اصل سرغنوں کے خلاف کوئی ثبوت مل سکے۔ میں واپس جا کر اس کنگ کی زبان کھلواتا ہوں"...... عمران نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا وہ واپس اس کمرے کی طرف چل پڑا جہاں کنگ اور اس کے ساتھی موجود تھے۔ عمران جب کمرے میں داخل ہوا تو کنگ فولادی کڑوں میں جکڑا ہوا موجود تھا لیکن اس کا جسم ڈھیلا پڑا ہوا تھا۔ وہ ابھی تک بے ہوش تھا۔

"کیا ہوا"...... صدیقی نے پوچھا۔

"اصل شیطانی کارخانہ یہی ہے"...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے پوری تفصیل بتا دی۔

"اوہ۔ ویری بیڈ۔ اس قدر وسیع کام ہوتا ہے"...... صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ ڈیڈی کو یہاں بلاؤں اور انہیں مجبور کروں کہ وہ یہ فلمیں دیکھیں"...... عمران نے خشک لہجے میں کہا۔

صدیقی بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات

"وہ آپ کے ڈیڈی ہیں عمران صاحب"...... صدیقی نے کہا۔

"ہاں۔ وہ اپنے آفس میں بیٹھے فائلیں پڑھتے رہتے ہیں اور اس گندے دھندے کا یہاں اس قدر زور ہے"...... عمران نے خشک لہجے میں کہا۔

"عمران صاحب۔ چوہان کے زخمی ہونے سے پہلے ہمیں بھی تو اس بارے میں کوئی علم نہ تھا جبکہ ہم بھی یہیں رہتے ہیں"۔ صدیقی نے کہا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ اس کا ستا ہوا چہرہ یکلخت نارمل ہو گیا تھا۔

"تم بھی جا کر چوہان کی مدد کرو اور اس پوری عمارت کی ایک ایک اینٹ کی تلاشی لو۔ یہاں ہو سکتا ہے کہ کوئی خفیہ سیف ہو۔ مجھے ایسے ثبوت چاہئیں جن سے اس گندے کاروبار کے اصل سرغنوں کے خلاف ثبوت مل جائیں"...... عمران نے کہا۔

"اس کنگ سے معلوم ہو جائے گا"...... صدیقی نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی اچانک باہر سے کسی کے ...انے کی آواز سنائی دی تو وہ سب بے اختیار چونک پڑے۔

"عمران صاحب فون کی گھنٹی بج رہی ہے"......چوہان نے کہا۔

"اوہ اچھا"...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ بھی دوڑتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ فون اس آفس والے کمرے میں ہی تھا۔

فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

" یس۔ کنگ بول رہا ہوں"....... عمران نے کنگ کے لہجے میں کہا۔

" سیٹھ برکت بول رہا ہوں۔ کیا وجہ ہے اتنی دیر بعد فون کیوں اٹنڈ کیا ہے تم نے"....... دوسری طرف سے انتہائی سخت لہجے میں کہا گیا۔

" میں سیکورٹی کے انتظامات چیک کر رہا تھا"....... عمران نے جواب دیا۔

" سنو۔ مجھے اطلاعات مل رہی ہیں کہ میرے بارے میں بھی معلومات حاصل کی جا رہی ہیں۔ وکٹری کلب کے وکٹر کو بھی اس کے آفس میں ہلاک کر دیا گیا ہے اور مجھے بتایا گیا ہے کہ ہلاک ہونے سے پہلے اس نے تمہیں کال کی تھی"....... سیٹھ برکت نے کہا۔

" اس نے مجھے فون کیا تھا کہ جام نگر کی کوئی پارٹی ہے جو ایک ہزار فلموں کا نقد سودا کرنا چاہتی ہے۔ اس کے بعد پھر اس کا فون نہیں آیا"....... عمران نے صدیقی کی رپورٹ کو ذہن میں رکھتے ہوئے جواب دیا۔

" ہاں۔ میں نے بھی اس کی ٹیپ سنی ہے۔ یہی بات تھی لیکن اس کے بعد اسے ہلاک کر دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ وہی گروپ ہے جو ہمارے خلاف کام کر رہا ہے۔ تم اب ہر لحاظ سے محتاط

رہنا۔ انہیں کسی صورت بھی تم تک نہیں پہنچنا چاہئے اور ہاں اگر کوئی مسئلہ پیدا ہو جائے تو تم نے مجھے فوراً فون پر اطلاع دینی ہے۔ پوائنٹ تھری پر ہوں میں"....... سیٹھ برکت نے کہا۔

" ٹھیک ہے"....... عمران نے مختصر سا جواب دیا اور دوسری طرف سے رسیور رکھ دیا گیا۔

" اس کا مطلب ہے کہ سیٹھ برکت یہیں موجود ہے۔ اب یہ کنگ بتائے گا کہ پوائنٹ تھری کہاں ہے"....... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور واپس مڑ گیا۔

" عمران صاحب۔ وہاں اس کمرے میں بھی فون کا کنکشن موجود ہے۔ میں فون وہاں نہ لے آؤں"....... چوہان نے کہا۔

" ہاں لے آؤ"....... عمران نے کہا اور آفس سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک بار پھر اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں کنگ فولادی کڑوں میں جکڑا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد چوہان فون اٹھائے اندر داخل ہوا اور اس نے فون کا پلگ ساکٹ میں لگا کر فون پیس کو ایک کرسی پر رکھ دیا۔

" اس کے کڑوں کے بٹن جام کر دو اور پھر اسے ہوش میں لے آؤ"....... عمران نے کہا تو چوہان سر ہلاتا ہوا آگے بڑھا اور اس نے پہلے مخصوص انداز میں ان کڑوں کو جام کیا جس میں کنگ کی کلائیاں پھنسی ہوئی تھیں اور پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے اس کا منہ اور ناک بند کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد کنگ کے جسم میں حرکت کے

تاثرات نمودار ہوئے تو چوہان نے ہاتھ ہٹائے اور پیچھے ہٹ گیا۔

"اب یہ کوڑا اٹھالو۔ شاید اس کی ضرورت پڑ جائے"...... عمران نے کہا تو چوہان نے ایک طرف پڑا ہوا کوڑا اٹھا لیا۔ تھوڑی دیر بعد کنگ نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور اس کے ساتھ ہی اس کا جسم یکلخت تن سا گیا۔

"یہ۔ یہ۔ تم۔ تم نے مجھے جکڑ رکھا ہے۔ مجھے کنگ کو"۔ کنگ نے ہوش میں آتے ہی ایسے حیرت بھرے لہجے میں کہا جیسے کنگ کا جکڑا جانا سرے سے ممکن ہی نہ ہو۔ اس کے ساتھ ہی اس نے وحشیانہ انداز میں اپنے آپ کو چھڑانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ عمران خاموش بیٹھا اسے یہ سب کچھ کرتے دیکھتا رہا۔ چند لمحوں بعد جب کنگ تھک سا گیا تو اس کا اکڑا ہوا جسم ساکت ہو گیا۔

"یہ فلموں کی ڈیویلپنگ اور پرنٹنگ کا کام کون کرتا ہے۔ تم تو اس ٹائپ کے آدمی نہیں ہو"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"جانسن کرتا ہے۔ یہاں ساری مشینری آٹومیٹک ہے"۔ کنگ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کون جانسن ہے۔ اشارے سے بتاؤ"...... عمران نے فرش پر پڑے ہوئے ان دونوں مسلح اور اس کوٹھی پر موجود افراد کی لاشوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ ان میں شامل نہیں ہے۔ یہ تو میرے باڈی گارڈ ہیں۔ کیا تم نے انہیں ہلاک کر دیا ہے"...... کنگ نے کہا۔

"ہاں۔ یہ ہلاک ہو چکے ہیں۔ جانسن کہاں گیا ہے"...... عمران نے کہا۔

"سیٹھ برکت نے مجھے بتایا ہے کہ کوئی خاص گروپ ہمارے خلاف کام کر رہا ہے اس لئے میں کام بند کر دوں اور عملے کو فارغ کر دوں اور یہاں کی صرف حفاظت کروں۔ اس لئے میں نے عملے کو بھیج دیا ہے"...... کنگ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کتنا عملہ یہاں کام کرتا تھا"...... عمران نے پوچھا۔

"صرف دو آدمی جانسن اور بشیر"...... کنگ نے جواب دیا۔

"ان کے پتے کیا ہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ سیٹھ صاحب کے ہی آدمی تھے۔ میرا کام تو پرنٹوں کی حفاظت کرنا اور انہیں مخصوص گاہکوں تک پہنچانا اور رقم اکٹھی کرنا ہے"...... کنگ نے جواب دیا۔ وہ واقعی اب اس طرح جواب دے رہا تھا جیسے فولادی کڑوں نے اس کی کلائیوں کی بجائے اس کے ذہن کو بھی گرفت میں لے لیا ہو۔

"تمہارا مطلب ہے کہ اصل دھندہ سیٹھ برکت کا ہے"۔ عمران نے پوچھا۔

"ہاں۔ وہ مالک ہے اس سارے کاروبار کا"...... کنگ نے جواب دیا۔

"سیٹھ برکت اب کہاں ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"اپنے گھر ہو گا یا پکچر گیلری پر اور کہاں جا سکتا ہے"...... کنگ

نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اس کا ابھی فون آیا تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ پوائنٹ تھری پر ہے۔ اگر کوئی مسئلہ ہو تو تم اسے پوائنٹ تھری پر کال کر سکتے ہو"....... عمران نے کہا۔

"سیٹھ کا فون آیا تھا تو پھر کس نے جواب دیا"....... کنگ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں نے تمہاری آواز اور لہجے میں"....... عمران نے اس بار اس کی آواز اور لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ تو تم کاریگر آدمی ہو۔ حیرت ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے"....... کنگ کی حالت دیکھنے والی ہو گئی تھی۔

"جو سوال میں نے کیا ہے اس کا جواب دو اور یہ سن لو کہ اگر تم اسی طرح تعاون کرتے رہے تو تمہاری جان بچ سکتی ہے کیونکہ تم بہرحال اصل آدمی نہیں ہو۔ ملازم ہو ورنہ دوسری صورت میں تمہارا عبرتناک حشر بھی ہو سکتا ہے"....... عمران نے کہا۔

"تم سرکاری آدمی ہو"....... کنگ نے پوچھا۔

"ایسے ہی سمجھ لو"....... عمران نے جواب دیا۔

"تو پھر میرا مشورہ ہے کہ خاموشی سے واپس چلے جاؤ۔ ان لاشوں کو میں خود ہی ٹھکانے لگا دوں گا ورنہ سیٹھ برکت کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ تمہاری نوکری تو ایک طرف تمہاری جان بھی جا سکتی ہے"۔ کنگ نے بڑے پرخلوص انداز میں مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

"تمہارے اس مشورے کا شکریہ۔ فی الحال تم پوائنٹ تھری کے بارے میں بتاؤ"....... عمران نے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم"....... کنگ نے جواب دیا۔ اس کا چہرہ بگڑا ہوا تھا۔

"چوہان"....... عمران نے چوہان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور چوہان کوڑا چٹخاتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

"میں نے تمہیں جو مشورہ دیا ہے اس پر عمل کرو ورنہ تم مجھ پر جتنے بھی کوڑے برسا لو تمہیں کچھ معلوم نہ ہو سکے گا"....... کنگ نے کہا تو عمران نے ہاتھ اٹھا کر چوہان کو رکنے کا اشارہ کیا۔

"تم مجھے پوائنٹ تھری کے بارے میں بتاؤ تاکہ میں سیٹھ برکت سے سودا کر لوں۔ ویسے میں کیسے واپس جا سکتا ہوں"....... عمران نے کہا تو کنگ کے چہرے پر یکلخت حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

"تم واقعی کاریگر آدمی ہو۔ ٹھیک ہے۔ پوائنٹ تھری کالی میم کی کوٹھی کو کہتے ہیں"....... کنگ نے کہا تو عمران چونک پڑا۔

"کالی میم کی کوٹھی۔ کیا مطلب"....... عمران نے حیران ہو کر پوچھا۔

"کینٹ بازار سے شمال کی طرف ایک پرانی کالونی ہے جہاں پہلے غیر ملکی رہتے تھے۔ وہاں ایک بہت بڑی کوٹھی ہے جسے کالی میم کی کوٹھی کہا جاتا ہے۔ وہی پوائنٹ تھری ہے"....... کنگ نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

" وہاں کا فون نمبر بتاؤ تا کہ میں تمہاری بات بھی کرا سکوں اور خود بھی بات کر سکوں "....... عمران نے کہا۔

" میری بات۔ اوہ نہیں۔ وہ سیٹھ تو مجھے گولی مروا دے گا۔ وہ ایک نمبر ظالم آدمی ہے۔ تم خود ہی اس سے بات کر لو لیکن اسے یہ نہ بتانا کہ تم نے مجھ پر قابو پا لیا ہے "....... کنگ نے اس بار پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

" چلو ٹھیک ہے۔ نمبر بتاؤ "....... عمران نے کہا تو کنگ نے نمبر بتا دیا۔

" سیٹھ برکت کا حلیہ بھی بتا دو تا کہ میرا آدمی جب اس سے رقم لینے جائے تو اسے پہچان لے "....... عمران نے کہا تو کنگ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے حلیہ بھی بتا دیا۔

"چوہان باہر سے صدیقی کو بلا لاؤ "....... عمران نے چوہان سے کہا تو چوہان سر ہلاتا ہوا کوڑا وہیں فرش پر رکھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد صدیقی اندر آ گیا۔

" کیا ثبوت ملے ہیں "....... عمران نے پوچھا۔

" نہیں۔ بس گاہکوں کے نام و پتے اور فلموں کے ریکارڈ ہیں اور کچھ نہیں ہے "....... صدیقی نے جواب دیا۔

" تم باہر کا راستہ تلاش کرو اور پھر نعمانی کو ساتھ لے کر جاؤ اور اس سیٹھ برکت کو یہاں اٹھا کر لے آؤ۔ وہ کینٹ میں واقع کالی میم کی کوٹھی میں موجود ہے "....... عمران نے کہا۔

" کالی میم کی کوٹھی۔ کیا مطلب "....... صدیقی نے بھی چونک کر کہا اور عمران نے اسے وہ پتہ بتا دیا جو کنگ نے بتایا تھا اور ساتھ ہی اس کا حلیہ بھی بتا دیا۔

" اسے یہاں مت لاؤ۔ میں کہہ رہا ہوں اسے یہاں مت لاؤ "۔ کنگ نے یکلخت چیختے ہوئے کہا۔

" جاؤ اور جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو "....... عمران نے کہا تو صدیقی اثبات میں سر ہلاتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔

سر عبدالرحمن اپنے آفس میں بیٹھے ایک فائل کے مطالعہ میں مصروف تھے کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو انہوں نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"...... سر عبدالرحمن نے روٹین لہجے میں کہا۔

"نواب اکبر آصف صاحب بات کرنا چاہتے ہیں سر"...... دوسری طرف سے ان کے پی اے کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"نواب اکبر آصف۔ کراؤ بات"...... سر عبدالرحمن نے چونک کر کہا۔ ان کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"ہیلو۔ نواب اکبر آصف بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔ لہجہ دوستانہ تھا۔

"عبدالرحمن بول رہا ہوں نواب اکبر۔ خیریت کیسے آفس ٹائم میں فون کیا ہے"...... سر عبدالرحمن نے بھی دوستانہ لہجے میں کہا۔

"مجھے معلوم ہے کہ تمہارا وقت بے حد قیمتی ہوتا ہے لیکن جو بات میں کرنا چاہتا ہوں وہ اس سے بھی زیادہ اہم ہے"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کون سی بات"...... سر عبدالرحمن نے چونک کر کہا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ تمہارا اکلوتا بیٹا ان دنوں کیا کر رہا ہے"۔ دوسری طرف سے کہا گیا تو سر عبدالرحمن کا بے اختیار منہ بن گیا۔

"کیا کر رہا ہے۔ نکما اور نکھٹو آدمی کیا کر سکتا ہے لیکن تم نے یہ بات کیوں کی ہے۔ کیا کوئی خاص بات ہو گئی ہے"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"سر عبدالرحمن۔ تمہاری عزت کو میں اپنی عزت سمجھتا ہوں کیونکہ تمہارے اور میرے خاندانی تعلقات ہیں اس لئے مجھے جب یہ اطلاع ملی کہ تمہارا بیٹا علی عمران عریاں فلموں کا کاروبار کر رہا ہے تو یقین جانو مجھے بے حد دکھ پہنچا ہے"...... نواب اکبر آصف نے کہا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو۔ وہ نکما اور نکھٹو تو ہو سکتا ہے لیکن اس کے اندر غیرت مند خون ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ایسا کام کرے"۔ سر عبدالرحمن نے اس بار قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہ بات مجھے میرے ایک دوست نے بتائی ہے اور وہ اس قدر با اعتماد اور معزز آدمی ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔ میں نے جب اسے بتایا کہ ایسا نہیں ہو سکتا تو اس نے مجھے اس کے اڈے کے بارے میں بھی بتا دیا جو ایک کالونی کی کوٹھی میں بنا ہوا ہے اور اس

نے بتایا کہ اس کا ایک غیر ملکی دوست اس کوٹھی سے وہ فلمیں
عمران سے خرید کر لے گیا ہے۔ میں نے بعد میں اپنے طور پر جب اس
کوٹھی کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو مجھے پتہ چلا کہ یہ
کوٹھی واقعی عمران ولد سر عبدالرحمن نے نیشنل پراپرٹی ڈیلرز سے
طویل عرصے سے کرایہ پر لے رکھی ہے۔ پھر میں نے اپنے ایک آدمی
کو وہاں گاہک بنا کر بھیجا اور تم یقین کرو کہ اس آدمی نے مجھے ایسی
ہی چار فلمیں وہاں سے لا کر دیں اور پھر اس نے اس آدمی کا جو حلیہ
مجھے بتایا جس نے اس سے ڈیل کی تھی تو میں نے اپنے خاندانی البم
نکالے اور انہیں چیک کیا تو ان میں سے ایک تصویر ایسی مل گئی
جس میں میرے اور تمہارے ساتھ تمہارا بیٹا بھی موجود تھا اور میرے
آدمی نے جو حلیہ بتایا تھا وہ تمہارے بیٹے کا ہی تھا۔ جس کے بعد میں
نے سوچا کہ میں تمہیں فون کر کے یہ ساری صورت حال بتا دوں۔
اب آگے تم کیا کرتے ہو۔ یہ سوچنا بہرحال تمہارا کام ہے"۔ نواب
اکبر آصف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

" اس کالونی کا نام اور کوٹھی کا نمبر کیا ہے"....... سر عبدالرحمن
نے خشک لہجے میں پوچھا۔

" روشن کالونی کی کوٹھی نمبر اٹھارہ۔ اے بلاک"....... نواب اکبر
نے جواب دیا۔

" اوکے۔ تمہارا شکریہ کہ تم نے اپنے طور پر مجھے اس بات سے
آگاہ کیا لیکن یہ بات ذہن سے کھرچ دو کہ میرا بیٹا یہ کام کر سکتا ہے۔

جو کچھ تمہارے دوست نے تمہیں بتایا ہے یہ سب غلط ہے۔ مجھے اپنے
خون پر مکمل اعتماد ہے"....... سر عبدالرحمن نے کہا اور اس کے
ساتھ ہی انہوں نے ایک جھٹکے سے رسیور رکھا اور پھر انٹرکام کا رسیور
اٹھا کر انہوں نے دو بٹن پریس کر دیئے۔

" یس سر"....... دوسری طرف سے ان کے پی اے کی مؤدبانہ آواز
سنائی دی۔

" سپرنٹنڈنٹ فیاض کو بھجواؤ"....... سر عبدالرحمن نے کہا اور
رسیور رکھ دیا۔ ان کے چہرے پر موجود سنجیدگی مزید گہری ہو گئی
تھی۔ گو انہیں نواب اکبر کی بات پر قطعی یقین نہ آیا تھا کیونکہ اس
بات کا انہیں یقین تھا کہ عمران چاہے کتنا ہی نکما اور نکھٹو ہو لیکن وہ
کوئی ایسی حرکت نہیں کر سکتا جو بے غیرتی کے زمرے میں آتی ہو
لیکن بہرحال وہ اس بارے میں مکمل تحقیقات کرنے کا فیصلہ کر چکے
تھے۔ چند لمحوں بعد پردہ ہٹا اور سپرنٹنڈنٹ فیاض اندر داخل ہوا اور
اس نے قریب آکر باقاعدہ سیلوٹ کیا۔

" فوری ریڈنگ ٹیم تیار کراؤ۔ میں ساتھ جاؤں گا۔ جاؤ لیکن
فوراً"....... سر عبدالرحمن نے انتہائی خشک لہجے میں کہا۔

" کہاں ریڈ کرنا ہے سر"....... سپرنٹنڈنٹ فیاض نے حیران ہو کر
پوچھا۔

"یہیں۔ دارالحکومت میں ہی۔ جاؤ تم ابھی تک یہیں کھڑے ہو
جبکہ میں نے فوراً کا لفظ کہا ہے"....... سر عبدالرحمن نے انتہائی

غصیلے لہجے میں کہا۔

"یس سر"...... سپرنٹنڈنٹ فیاض نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا اور سیلوٹ کر کے وہ مڑا اور تیزی سے واپس چلا گیا۔ اس کے کمرے سے باہر جانے کے بعد سر عبدالرحمن نے فون کے نیچے لگے ہوئے بٹن کو پریس کرنے کے بعد اسے ڈائریکٹ کیا اور پھر رسیور اٹھا کر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"سلیمان بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے سلیمان کی آواز سنائی دی۔

"عبدالرحمن بول رہا ہوں۔ عمران کہاں ہے"...... سر عبدالرحمن نے انتہائی خشک لہجے میں کہا۔

"ب۔ بڑے صاحب۔ سلام۔ چھوٹے صاحب تو صبح سے گئے ہوئے ہیں"...... دوسری طرف سے سلیمان کی منمناتی ہوئی سی آواز سنائی دی۔

"کیا کر رہا ہے وہ آج کل"...... سر عبدالرحمن نے پہلے سے بھی زیادہ خشک لہجے میں پوچھا۔

"وہ۔ وہی۔ پرانی عادت ہے جناب۔ آوارہ گردی کی"۔ سلیمان نے رک رک کر قدرے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سنو۔ مجھے سچ سچ بتاؤ کہ وہ کیا کر رہا ہے ان دنوں۔ اور یہ سن لو کہ مجھے جو اطلاع ملی ہے اگر وہ سچ ثابت ہوئی اور تم نے مجھ سے غلط بیانی کی تو تمہارا حشر اس سے بھی زیادہ عبرتناک ہو گا اس لئے سچ سچ

بتاؤ کہ کیا کر رہا ہے ان دنوں وہ"...... سر عبدالرحمن نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"ج۔ جناب۔ آپ کو بھی معلوم ہے کہ سیکرٹ سروس کے چیف صاحب ان سے کبھی کبھار کام لے لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ تو وہ کچھ نہیں کرتے جناب۔ پھر یا فلیٹ میں بیٹھے مطالعہ کرتے رہتے ہیں یا پھر آوارہ گردی"...... سلیمان نے جواب دیا لیکن اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہ تو مجھے بھی معلوم ہے اس کے علاوہ"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"اس کے علاوہ تو اور کوئی بات نہیں ہے بڑے صاحب"۔ سلیمان نے اس بار واضح انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اچھی طرح سوچ لو۔ تم اس کے رازدار ہو اس لئے"...... سر عبدالرحمن نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"بڑے صاحب۔ کیا آپ کو کوئی اطلاع ملی ہے"...... سلیمان نے اس بار جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کر دیا۔

"ہاں۔ اور یہ اطلاع ایسی ہے کہ میرا دل چاہ رہا ہے کہ اسے گولیوں سے چھلنی کر دوں لیکن میں پہلے تحقیقات کرانا چاہتا ہوں اور اس تحقیقات سے پہلے میں تم سے اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ تحقیقات میں بہرحال سب لوگ ہی موجود ہوں گے"...... سر عبدالرحمن نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"بڑے صاحب۔ جس نے آپ کو اطلاع دی ہے اس نے غلط بیانی کی ہے"...... اس بار سلیمان نے انتہائی پر یقین لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ مجھے کیا اطلاع ملی ہے"۔ سر عبدالرحمن نے چونک کر پوچھا۔ ان کے چہرے پر پہلی بار غصے کے تاثرات ابھر آئے تھے کیونکہ سلیمان کی بات بتا رہی تھی کہ وہ سمجھ گیا ہے کہ عمران کے بارے میں کیا اطلاع مل سکتی ہے اور اس بات کی امید ہے کہ نواب اکبر کی بات اگر سو فیصد درست نہ ہوئی تو اس کی کوئی نہ کوئی بنیاد بہرحال ہے اور سر عبدالرحمن کے لئے اتنی بات ہی ناقابل برداشت تھی اس لئے انہیں پہلی بار غصہ آنے لگ گیا تھا۔

"بڑے صاحب۔ آپ نے کہا ہے کہ اگر اطلاع درست ثابت ہوئی تو آپ چھوٹے صاحب کو گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔ اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اطلاع ایسی ہے کہ چھوٹے صاحب خدانخواستہ کسی برائی میں مبتلا ہو گئے ہیں اور یہ بات غلط ہے۔ چھوٹے صاحب زبانی جو مرضی آئے کہتے رہیں لیکن بہرحال وہ آپ کے بیٹے ہیں اس لئے یہ بات ہی سرے سے غلط ہے کہ وہ کسی برائی میں ملوث ہو سکتے ہیں"...... سلیمان نے انتہائی اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

"تم تو فلیٹ میں رہتے ہو۔ تمہیں کیا معلوم کہ وہ باہر کیا کرتا رہتا ہے"...... سر عبدالرحمن نے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا

کیونکہ سلیمان کی بات سن کر انہیں یوں محسوس ہوا تھا جیسے سکون ان کے رگ و پے میں اترتا چلا گیا ہو۔

"بڑے صاحب۔ چاول کی پوری دیگ چیک کرنے کے لئے ایک چاول ہی کافی ہوتا ہے"...... سلیمان نے فلاسفرانہ لہجے میں کہا۔

"ہونہہ۔ مجھے لگ رہا ہے کہ تم پر بھی اس شیطان کا رنگ چڑھ چکا ہے۔ ٹھیک ہے میں تحقیق کر لوں پھر اس کے ساتھ ساتھ تم سے بھی پوچھا جائے گا"...... سر عبدالرحمن نے کہا اور رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اسی لمحے پردہ ہٹا اور سپرنٹنڈنٹ فیاض اندر داخل ہوا۔

"سر ریڈنگ ٹیم تیار ہے"...... سپرنٹنڈنٹ فیاض نے ایک بار پھر سیلوٹ کرتے ہوئے کہا۔

"ادھر آؤ"...... سر عبدالرحمن نے کہا تو فیاض تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔ اس کے چہرے پر حیرت تھی۔

"بیٹھو"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"مم۔ مم۔ مگر سر۔ وہ ریڈنگ ٹیم"...... سوپر فیاض نے قدرے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں کہہ رہا ہوں بیٹھو"...... سر عبدالرحمن نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ یس سر"...... سوپر فیاض نے اور زیادہ بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر اس طرح میز کی سائیڈ پر پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا جیسے کرسی کی سیٹ پر جلتے ہوئے انگارے رکھے ہوئے ہوں

اور اسے مجبوراً ان پر بیٹھنا پڑ رہا ہو۔

"عمران تمہارا دوست ہے۔ کیوں"...... سر عبدالرحمن نے کہا تو سوپر فیاض ایک بار پھر چونک پڑا۔ اس کے شاید خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ سر عبدالرحمن اس طرح اچانک عمران کا نام لے دیں گے۔

"سر۔ سر۔ سر۔ وہ۔ سر۔ سر۔ یس سر"...... سوپر فیاض مکمل طور پر بوکھلا گیا تھا۔

"پھر تمہیں معلوم ہو گا کہ وہ آج کل کیا کر رہا ہے۔ بولو۔ کیا کر رہا ہے وہ"...... سر عبدالرحمن نے پہلے سے زیادہ غصیلے لہجے میں کہا۔

"مم۔ مجھے نہیں معلوم سر۔ مجھے کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ پچھلے دو دنوں سے تو میں شہر سے باہر تھا اور آج صبح ہی میری واپسی ہوئی ہے اور میں ایئرپورٹ سے سیدھا گھر گیا اور پھر گھر سے آفس آ گیا ہوں اس لئے سر میں کیا کہہ سکتا ہوں"...... سوپر فیاض کی حالت دیکھنے والی تھی۔

"میں نے صرف دو دنوں کی بات پوچھی ہے۔ کیوں"...... سر عبدالرحمن نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"سس۔ سر۔ آپ نے آج کل کہا ہے"...... سوپر فیاض نے ہونقوں کے سے انداز میں کہا۔

"آج کل۔ مطلب دو دن ہوتے ہیں۔ کیوں"...... سر عبدالرحمن نے غراتے ہوئے کہا۔

"مم۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں سر"...... سوپر فیاض نے ایسے لہجے میں کہا جیسے اسے سمجھ ہی نہ آ رہی ہو کہ وہ جواب میں کیا کہے۔

"ہونہہ۔ ٹھیک ہے۔ آؤ چلو"...... سر عبدالرحمن چند لمحے اسے غور سے دیکھتے رہے اور پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے اٹھتے ہی سوپر فیاض بھی اس طرح اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے کرسی کی سیٹ پر موجود سپرنگ اچانک کھل گیا ہو۔ سر عبدالرحمن تیز تیز قدم اٹھاتے آفس سے باہر آئے۔ یہاں دو جیپیں موجود تھیں جن کے ساتھ دو انسپکٹر اور چار سپاہی کھڑے تھے۔ انہوں نے سر عبدالرحمن کو دیکھتے ہی سیلوٹ کیا۔ سر عبدالرحمن خاموشی سے آگے بڑھے اور آگے والی جیپ کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھتے ہی باوردی ڈرائیور بھی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا جبکہ سپرنٹنڈنٹ فیاض عقبی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھ ہی انسپکٹر اور سپاہی عقبی جیپ میں بیٹھ گئے اور ڈرائیور نے خاموشی سے جیپ آگے بڑھا دی۔

"نیشنل پراپرٹی ڈیلر کا آفس کہاں ہے"...... سر عبدالرحمن نے اچانک کسی خیال کے تحت عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے سوپر فیاض سے پوچھا۔

"اکبر روڈ پر سر"...... سوپر فیاض نے جواب دیا۔ وہ شاید اس بارے میں جانتا تھا اس لئے اس نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے جواب دیا۔

"ڈرائیور اکبر روڈ پر چلو۔ نیشنل پراپرٹی ڈیلر کے آفس"...... سر

عبدالرحمن نے ڈرائیور سے کہا۔

"یس سر"....... ڈرائیور نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیپ موڑ دی۔ تھوڑی دیر بعد دونوں جیپیں نیشنل پراپرٹی ڈیلر کے آفس کے سامنے پہنچ چکی تھیں۔

"صرف تم میرے ساتھ آؤ گے"....... سر عبدالرحمن نے سوپر فیاض سے کہا اور نیچے اتر کر آفس کے مین گیٹ کی طرف بڑھ گئے۔ سوپر فیاض نے اشارے سے عقبی جیپ والوں کو وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ بھی تیز تیز قدم اٹھاتا سر عبدالرحمن کے پیچھے چل پڑا۔ آفس خاصا بڑا تھا اور وہاں تین چار مختلف کاؤنٹرز تھے۔ ایک طرف شیشے کا کیبن تھا جس کے دروازے پر مینجر لکھا ہوا تھا۔ سر عبدالرحمن تیز تیز قدم اٹھاتے مینجر کے آفس کی طرف بڑھ گئے۔ ہال میں موجود افراد سوپر فیاض کی یونیفارم دیکھ کر حیرت سے چونک پڑے۔ سر عبدالرحمن سوٹ میں تھے۔ جب وہ مینجر کے آفس کے دروازے کے قریب پہنچے تو سوپر فیاض نے جلدی سے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور ایک سائیڈ پر ہو گیا۔ سر عبدالرحمن خاموشی سے اندر داخل ہوئے تو ادھیڑ عمر مینجر یکلخت اٹھ کھڑا ہوا۔

"سر عبدالرحمن ڈائریکٹر جنرل سنٹرل انٹیلی جنس بیورو"۔ سوپر فیاض نے کہا تو مینجر کے چہرے پر یکلخت انتہائی بوکھلاہٹ سی طاری ہو گئی۔

"مم۔ مم۔ میں مینجر ہوں جناب۔ عبدالحفیظ غوری جناب"۔ مینجر

نے انتہائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ شاید یہ سر عبدالرحمن کی شخصیت کا تاثر تھا کہ اس جیسا ادھیڑ عمر کا آدمی بھی بوکھلا سا گیا تھا۔

"مسٹر مینجر۔ روشن کالونی میں کوٹھی نمبر اٹھارہ اے بلاک کا ریکارڈ منگواؤ"....... سر عبدالرحمن نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے خشک لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ یس سر"....... مینجر نے کہا اور پھر اس نے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر کسی کو روشن کالونی کا ریکارڈ لانے کے لئے کہا۔ سوپر فیاض ابھی تک کھڑا ہوا تھا۔

"بیٹھو"....... سر عبدالرحمن نے سوپر فیاض سے کہا۔

"یس سر۔ تھینک یو سر"....... سوپر فیاض نے کہا اور انتہائی مؤدبانہ انداز میں کرسی پر بیٹھ گیا۔

"آپ بھی بیٹھیں"....... سر عبدالرحمن نے مینجر سے مخاطب ہو کر کہا جو بوکھلاہٹ کے عالم میں ابھی تک کھڑا تھا۔

"شکریہ سر۔ آپ کیا پینا پسند کریں گے جناب"....... مینجر نے شاید پہلی بار اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں۔ ہم ڈیوٹی پر ہیں"....... سر عبدالرحمن نے خشک لہجے میں کہا۔

"سر۔ آپ نے اپنے آفس میں ریکارڈ طلب کر لیا ہوتا سر"۔ مینجر نے خوشامدانہ لہجے میں کہا لیکن سر عبدالرحمن نے اس کی بات کا جواب نہ دیا۔ چند لمحوں بعد آفس کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان ایک

بڑا سا رجسٹر اٹھائے اندر داخل ہوا۔ اس نے خاموشی سے رجسٹر مینجر کے سامنے رکھ دیا۔ مینجر نے اسے وہیں رکھنے کا اشارہ کیا اور پھر رجسٹر کھول دیا اور پھر چند صفحے پلٹنے کے بعد اس کی نظریں ایک صفحہ پر جم گئیں۔

" کوٹھی نمبر اٹھارہ اے بلاک کا کارڈ لے آؤ"...... مینجر نے اس نوجوان سے کہا۔

" یس سر"...... نوجوان نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ مینجر نے اٹھ کر رجسٹر اٹھایا اور اسے اٹھا کر سر عبدالرحمن کے سامنے رکھ دیا۔

" یہ سر۔ دیکھ لیں سر"...... مینجر نے ایک خانے پر انگلی رکھتے ہوئے کہا اور سر عبدالرحمن کی نظریں اس خانے پر جم گئیں۔ ان کے ستے ہوئے اعصاب مزید کھنچ گئے تھے۔ پاس بیٹھے ہوئے سوپر فیاض کی نظریں بھی اس خانے پر جمی ہوئی تھیں اور پھر اس کے چہرے پر انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے کیونکہ خانے میں علی عمران ولد سر عبدالرحمن کا نام بطور کرایہ دار لکھا ہوا تھا اور ساتھ ہی اس کا مستقل پتہ دو سو کنگ روڈ بھی درج تھا۔ اسی لمحے نوجوان کارڈ لے کر آ گیا۔

" یہ دیکھیں سر۔ یہ کارڈ۔ اس پر کرائے کی وصولی کے اندراجات موجود ہیں"...... مینجر نے کارڈ لے کر سر عبدالرحمن کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

" ہونہہ۔ اس کا مطلب ہے کہ گذشتہ تین سالوں سے یہ کوٹھی

کرایہ پر چڑھی ہوئی ہے"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

" یس سر"...... مینجر نے کہا۔

" کیا تم اس کرایہ دار کو ذاتی طور پر جانتے ہو"...... سر عبدالرحمن نے پوچھا۔

" نو سر۔ مجھے تو اس فرم میں آئے ہوئے دو سال ہوئے ہیں اور کرایہ بھی چیک کی صورت میں آتا ہے"...... مینجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" ہونہہ۔ ٹھیک ہے۔ شکریہ"...... سر عبدالرحمن نے کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے اٹھتے ہی سوپر فیاض بھی اٹھ کھڑا ہوا اور مینجر بھی۔ سر عبدالرحمن دروازے کی طرف مڑ گئے۔ سوپر فیاض ان کے پیچھے تھا لیکن اس کے چہرے پر حیرت تھی کیونکہ یہ اس کے لئے یکسر نئی بات تھی کہ یہ کوٹھی عمران نے کرائے پر لی ہوئی ہے لیکن وہ اس لئے خاموش ہو گیا تھا کہ عمران بہرحال کسی بھی مقصد کے لئے کوٹھی کرایہ پر لے سکتا ہے۔ اس میں کوئی بری بات نہ تھی۔ اسے صرف حیرت اس بات پر تھی کہ عمران نے کبھی اس سے اس کوٹھی کے بارے میں کوئی ذکر نہ کیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ سر عبدالرحمن کیوں اس کی چیکنگ خود جا کر کر رہے ہیں اور اس بات سے اس کے دل میں کھٹک سی ہو رہی تھی کہ اس کے پس منظر میں کوئی خاص بات بہرحال موجود ہے لیکن وہ خاموش تھا کیونکہ وہ سر عبدالرحمن کی نفسیات سے اچھی طرح واقف

تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اگر اس نے کوئی سوال کر دیا تو پھر سر عبدالرحمن اسے بری طرح جھاڑ دیں گے اس لئے وہ خاموش تھا۔

" روشن کالونی کی کوٹھی نمبر اٹھارہ اے بلاک چلو"...... سر عبدالرحمن نے جیپ میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ سوپر فیاض خاموشی سے عقبی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔

" یس سر"...... ڈرائیور نے کہا اور جیپ آگے بڑھا دی۔ دوسری جیپ بھی ان کے پیچھے تھی۔ تھوڑی دیر بعد دونوں جیپیں روشن کالونی میں داخل ہوئیں اور پھر ڈرائیور نے جیپ ایک اوسط درجے کی کوٹھی کے گیٹ کے سامنے روک دی۔ ستون پر کوٹھی نمبر اٹھارہ اے بلاک درج تھا۔ سر عبدالرحمن خاموشی سے نیچے اترے تو سوپر فیاض بھی تیزی سے نیچے اتر آیا۔ عقبی جیپ میں موجود افراد بھی نیچے اتر آئے تھے لیکن وہ خاموشی سے جیپ کے ساتھ کھڑے تھے۔

" کال بیل دو"...... سر عبدالرحمن نے سوپر فیاض سے کہا تو سوپر فیاض نے آگے بڑھ کر کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد کوٹھی کا چھوٹا پھاٹک کھلا اور ایک نوجوان باہر آگیا۔ وہ باہر موجود جیپیں، سر عبدالرحمن اور سوپر فیاض کو دیکھ کر چونک پڑا تھا۔

" یس سر"...... اس نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" کوٹھی میں تمہارے علاوہ اور کون موجود ہے"...... سر عبدالرحمن نے خشک لہجے میں پوچھا۔

" میں اکیلا ہوں سر"...... نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں جواب

دیا۔

" اندر چلو"...... سر عبدالرحمن نے کہا اور تیزی سے آگے بڑھے اور پھر چھوٹے پھاٹک سے اندر داخل ہو گئے۔ ان کے پیچھے وہ نوجوان اور اس نوجوان کے پیچھے سوپر فیاض بھی اندر داخل ہو گیا۔ کوٹھی کا پورچ خالی تھا۔

" کیا نام ہے تمہارا"...... سر عبدالرحمن نے برآمدے میں پہنچ کر رکتے ہوئے نوجوان سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

" میرا نام قاسم ہے جناب۔ مگر آپ۔ میرا مطلب ہے کہ"۔ نوجوان نے سہمے اور قدرے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

" تم یہاں ملازم ہو"...... سر عبدالرحمن نے اس کی بات نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

" یس سر۔ میں ملازم ہوں"...... قاسم نے جواب دیا۔

" کس کے ملازم ہو"...... سر عبدالرحمن کا لہجہ سرد ہو گیا تھا۔ سوپر فیاض خاموش کھڑا تھا۔

" علی عمران صاحب کا"...... قاسم نے جواب دیا۔

" کب سے یہاں ہو"...... سر عبدالرحمن نے پوچھا۔

" جی تین سال ہوئے ہیں"...... قاسم نے جواب دیا۔

" کیا وہ یہاں آتا رہتا ہے"...... سر عبدالرحمن نے پوچھا۔

" جی ہاں۔ اکثر آتے رہتے ہیں"...... قاسم نے جواب دیا۔

" ان کا حلیہ کیا ہے"...... سر عبدالرحمن نے پوچھا۔

"حلیہ۔ مم۔ مگر سر"...... قاسم نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جو پوچھا جا رہا ہے اس کا جواب دو۔ سمجھے"...... سر عبدالرحمن نے انتہائی سخت لہجے میں کہا تو قاسم نے جلدی سے حلیہ بتانا شروع کر دیا اور سر عبدالرحمن کے چہرے کے اعصاب مزید کھنچ گئے کیونکہ حلیہ عمران کا ہی تھا۔

"یہاں کیا ہوتا ہے۔ کون کون لوگ یہاں آتے ہیں"...... سر عبدالرحمن نے پوچھا۔

"جی صاحب ویڈیو کیسٹس کا کاروبار کرتے ہیں۔ یہاں ان کا سٹاک ہوتا ہے۔ جب کوئی گاہک آتا ہے تو صاحب بھی آتے ہیں اور کاروبار کرتے ہیں"...... قاسم نے جواب دیا تو سوپر فیاض بے اختیار اچھل پڑا۔

"کس قسم کی ویڈیو کیسٹس"...... سر عبدالرحمن نے اور زیادہ خشک لہجے میں کہا۔

"جی مجھے تو معلوم نہیں۔ میں تو ملازم ہوں جناب۔ صرف چوکیدار ہوں"...... قاسم نے جواب دیا۔

"کہاں ہیں وہ ویڈیو کیسٹس"...... سر عبدالرحمن نے پوچھا۔

"جی ایک بڑے کمرے میں ہیں۔ اس پر تالا لگا ہوا ہے۔ صاحب خود ہی آکر کھولتے ہیں"...... قاسم نے جواب دیا۔

"چلو دکھاؤ وہ کمرہ مجھے"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"مم۔ مگر صاحب۔ آپ"...... قاسم نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"ہمارا تعلق انٹیلی جنس سے ہے۔ سمجھے۔ چلو دکھاؤ کمرہ"...... سر عبدالرحمن نے اور زیادہ خشک لہجے میں کہا۔

"او۔ یس سر۔ یس سر"...... قاسم انٹیلی جنس کا سن کر بوکھلا گیا اور پھر وہ انہیں راہداری کے آخر میں واقع ایک دروازے پر لے آیا۔ اس دروازے پر واقعی تالا لگا ہوا تھا۔

"اسے توڑ دو سوپر فیاض"...... سر عبدالرحمن نے کہا تو سوپر فیاض نے ہولسٹر سے ریوالور نکالا اور اس کی نال تالے پر رکھ کر اس نے ٹریگر دبا دیا۔ دھماکے کے ساتھ ہی تالے کے پرخچے اڑ گئے تو سوپر فیاض نے ریوالور واپس ہولسٹر میں رکھا اور پھر کنڈا ہٹا کر اس نے دروازہ کھول دیا۔ سر عبدالرحمن اندر داخل ہو گئے۔ وہ کمرہ آفس کے انداز میں سجایا گیا تھا۔ ایک طرف ایک قدم آدم الماری تھی جس کا لاک بند تھا۔ ایک کونے میں ٹی وی ٹرالی پر رکھا ہوا تھا اور اس کے نیچے ٹرالی میں وی سی آر بھی موجود تھا۔

"اس الماری کو کھولو"...... سر عبدالرحمن نے کہا تو سوپر فیاض نے اس تالے پر بھی فائر کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے الماری کے پٹ کھولے تو الماری کے چار خانے تھے جو ویڈیو کیسٹس سے بھرے ہوئے تھے۔

"ان میں سے ایک کیسٹ نکالو اور پھر وی سی آر پر لگا کر ٹی وی آن کر دو"...... سر عبدالرحمن نے کہا تو سوپر فیاض نے خاموشی سے ایک ویڈیو کیسٹ اٹھائی۔ اسے کیس میں سے نکالا اور آگے بڑھ کر

اس نے اسے وی سی آر پر لگا دیا۔
" تم باہر جاؤ"....... سر عبدالرحمن نے قاسم سے مخاطب ہو کر کہا
جو اندر آ کر خاموش کھڑا ہوا تھا اور قاسم خاموشی سے باہر نکل گیا۔
" چلاؤ اسے "....... سر عبدالرحمن نے کہا تو سوپر فیاض نے وی سی
آر اور ٹی وی آن کر دیا۔ چند لمحے سکرین پر آڑھی ترچھی لکیریں دوڑتی
نظر آئیں پھر یکلخت ایک جھماکے سے ایک سین ابھر آیا۔
" بند کرو۔ اسے بند کرو"....... سر عبدالرحمن نے یکلخت چیختے
ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گئے
تھے۔ سوپر فیاض نے بوکھلائے ہوئے انداز میں وی سی آر آف کر
دیا۔ اس کے چہرے کے اعصاب حیرت کی شدت سے پھٹنے کے
قریب ہو رہے تھے۔

" بند کر دیا ہے"....... سر عبدالرحمن نے کہا۔
"یس سر"....... سوپر فیاض نے مڑتے ہوئے کہا۔
" ہونہہ۔ اس کا مطلب ہے کہ اب مجھے عمران کو اپنے ہاتھوں
سے گولی مار کر خودکشی کرنا ہو گی۔ اب یہ ضروری ہے"....... سر
عبدالرحمن نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ انتہائی ڈھیلے قدموں سے
دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ ان کے تنے ہوئے کاندھے یکلخت جھک
گئے تھے اور ان کے چہرے کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے وہ یکلخت
اپنی عمر سے پچاس سال زیادہ بوڑھے ہو گئے ہوں۔
" میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ عمران اس حد تک بھی گر سکتا ہے۔

کا مطلب ہے کہ وہ نہیں میں بے غیرت ہوں۔ میں اس کا باپ
غیرت ہوں"....... سر عبدالرحمن لاشعوری انداز میں بڑبڑاتے
ہوئے آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔
"سر۔ یہ سازش ہے۔ یہ سب جھوٹ ہے۔ عمران ایسا نہیں کر
سکتا"....... سوپر فیاض نے آخر کار کہہ دیا۔ اسے بھی یوں محسوس ہوا
جیسے یہ الفاظ اس کے منہ سے خود بخود نکل رہے ہوں۔
" تم۔ تم کہہ رہے ہو۔ تم بھی اس کے دوست ہو۔ اس بے
غیرت کے دوست۔ تم اسے سازش کہہ رہے ہو۔ تم نے خود کرایہ کا
ریکارڈ دیکھا ہے۔ تین سال سے یہ مکروہ دھندہ ہو رہا ہے۔ تم نے
اس کے منہ سے حلیہ بھی سن لیا۔ تم نے خود اس الماری میں پڑے
ہوئے کیسٹ بھی دیکھ لئے۔ اب بولو یہ سازش ہے۔ کیا یہ سازش
سالوں سے تیار ہو رہی ہے۔ تم بھی اس کے دوست ہو۔ تم بھی
اس کے ساتھی ہو"....... سر عبدالرحمن نے یکلخت غصے کی شدت سے
چیختے ہوئے لہجے میں کہا لیکن نجانے کیا بات تھی کہ یہ سب کچھ ہونے
کے باوجود ان کا دل کہہ رہا تھا کہ یہ سازش ہے۔ عمران ایسا نہیں ہو
سکتا۔

" جناب۔ یہ واقعی سازش ہے۔ عمران ایسا نہیں ہو سکتا۔ کبھی
نہیں ہو سکتا۔ میں مر تو سکتا ہوں لیکن یہ بات کسی صورت بھی
ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ عمران ایسا ہو سکتا ہے۔ نہیں
جناب۔ یہ سب غلط ہے۔ یہ سب سازش ہے"....... سوپر فیاض نے

ایسے لہجے میں کہا کہ سر عبدالرحمن چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ س
فیاض نے پہلے کبھی اس انداز میں انہیں جواب نہ دیا تھا۔

"ہونہہ۔ تو تم اسے سازش کہہ رہے ہو۔ ثابت کرو۔ بولو۔ ب
کیسے سازش ہے"....... سر عبدالرحمن نے اس بار قدرے نرم لہجے
میں کہا۔ ان کا انداز ایسا تھا جیسے وہ بھی دل سے چاہ رہے ہوں کہ
سوپر فیاض کی بات صحیح ثابت ہو۔

"جناب۔ آپ کیا پینا پسند کریں گے"....... اچانک اسی لمحے قا
نے ایک کمرے سے نکلتے ہوئے کہا۔

"ادھر آؤ"....... سوپر فیاض نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس
کے ذہن میں اچانک ایک بات آئی تھی۔

"یس سر"....... قاسم نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"آخری بار تمہارا صاحب کب یہاں آیا تھا"....... سوپر فیاض نے
پوچھا۔

"جی آج صبح صاحب آئے تھے۔ ان کے ساتھ دو آدمی تھے۔ پھر
بیس پچیس ویڈیو کیسٹس لے کر چلے گئے۔ پھر صاحب بھی چلے
گئے"....... قاسم نے جواب دیا۔

"کس چیز پر آئے تھے"....... سوپر فیاض نے تقریباً لاشعوری لہجے
میں کہا۔ سر عبدالرحمن ہونٹ بھینچے خاموش کھڑے تھے۔

"کار پر جناب"....... قاسم نے جواب دیا۔

"کس رنگ کی اور کس ماڈل کی کار پر"....... سوپر فیاض نے

پوچھا۔

"سیاہ رنگ کی کار تھی بڑی سی۔ ماڈل کا مجھے علم نہیں ہے صاحب۔ میں تو ان پڑھ آدمی ہوں جناب"....... قاسم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"دیکھا سر آپ نے۔ عمران کے پاس تو سپورٹس کار ہے پھر وہ بھی سرخ رنگ کی"....... سوپر فیاض نے ایسے لہجے میں سر عبدالرحمن سے مخاطب ہو کر کہا جیسے اس نے سازش کا سارا تار و پود بکھیر دیا ہو۔

"نانسنس۔ کیا یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی کار میں ہی آئے۔ وہ کسی دوسری کار میں بھی آسکتا ہے"....... سر عبدالرحمن نے کہا لیکن اس کے ساتھ ہی وہ بے اختیار چونک پڑے۔

"اوہ۔ اوہ۔ آؤ۔ باہر آؤ"....... سر عبدالرحمن نے یکلخت تیز لہجے میں کہا۔ ان کا انداز ایسا تھا جیسے اچانک ان کے جسم میں برقی رو دوڑ گئی ہو اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتے بیرونی برآمدے کی طرف بڑھ گئے۔ سوپر فیاض اور قاسم ان کے پیچھے چل رہے تھے۔

"ہونہہ۔ یہ واقعی سازش ہے۔ باہر موجود انسپکٹروں اور سپاہیوں کو بلاؤ"....... سر عبدالرحمن نے برآمدے میں رک کر انتہائی غصیلے لہجے میں کہا تو سوپر فیاض سر ہلاتا ہوا تیزی سے پھاٹک کی طرف بڑھ گیا۔ سر عبدالرحمن مڑ کر اب غور سے قاسم کو دیکھنے لگے۔ قاسم نے بے اختیار نظریں جھکا لیں۔

"ہونہہ۔ تو یہ بات ہے"....... سر عبدالرحمن نے پھنکارتے

ہوئے لہجے میں کہا لیکن مزید انہوں نے کچھ نہیں کہا تھا۔ چند لمحوں بعد
سوپر فیاض، انسپکٹر اور مسلح سپاہیوں کے ساتھ واپس برآمدے میں
پہنچ گیا۔

" تو تم کہہ رہے ہو کہ تمہارا صاحب صبح کار پر آیا تھا"......
عبدالرحمن نے قاسم سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جی ہاں۔ صاحب آئے تھے"...... قاسم نے جواب دیا۔

" کیا انہوں نے کار کوٹھی کے باہر روک دی تھی یا اندر لے آئے
تھے"...... سر عبدالرحمن نے پوچھا۔

" اندر لے آئے تھے جی۔ میں نے خود پھاٹک کھولا تھا جناب"۔
قاسم نے جواب دیا۔

" اب پورچ کی طرف دیکھو۔ اس کے فرش پر موجود گرد دیکھو اور
بتاؤ کہ اگر کار یہاں آتی تو اس کار کے پہیوں کے نشانات موجود نہ
ہوتے۔ بولو"...... سر عبدالرحمن نے پھنکارتے ہوئے لہجے میں کہا۔

" وہ۔ وہ۔ نشانات۔ وہ۔ وہ۔ مم۔ مم"...... قاسم بری طرح گڑبڑا
سا گیا تھا۔ سوپر فیاض بھی بے اختیار اچھل پڑا تھا۔

" انسپکٹر بشیر"...... سر عبدالرحمن نے ایک انسپکٹر سے مخاطب ہو
کر کہا۔

" یس سر"...... انسپکٹر بشیر نے تن کر جواب دیا۔

" ریوالور نکالو۔ میں صرف تین تک گنوں گا۔ اس نے تین کہنے
تک اصل بات نہ بتائی تو اسے گولی مار دینا"...... سر عبدالرحمن نے

کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

" یس سر"...... انسپکٹر بشیر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے
ہولسٹر سے ریوالور نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا۔ قاسم کا چہرہ یکلخت زرد پڑ
گیا تھا اور جسم کانپنے لگ گیا تھا۔

" جو سچ ہے وہ بتا دو۔ ورنہ"...... سر عبدالرحمن نے پھنکارتے
ہوئے لہجے میں کہا اور ساتھ ہی گنتی شروع کر دی۔

" ج۔ جناب۔ میں بتاتا ہوں جناب۔ میں تو غریب آدمی ہوں
جناب"...... یکلخت قاسم نے دونوں ہاتھ جوڑ کر بری طرح کانپتے
ہوئے لہجے میں کہا۔

" بتاؤ اور سچ بولنا۔ ورنہ"...... سر عبدالرحمن نے انتہائی غصیلے
لہجے میں کہا۔

" ج۔ جناب۔ میں سچ بولوں گا جناب۔ میں تو نیشنل پراپرٹی ڈیلر
کا ملازم ہوں جناب۔ اس کوٹھی میں چوکیدار ہوں جناب۔ آج صبح
مینجر صاحب چند لوگوں کے ساتھ ویگن میں آئے۔ ویگن انہوں نے
باہر ہی روک دی تھی پھر ان سب نے ویگن میں سے ایک بڑا بریف
کیس نکالا جو بہت بھاری تھا جبکہ باقی لوگوں نے ٹی وی، وی سی آر
اور ایک ٹرالی اٹھائی ہوئی تھی۔ وہ سارا سامان اس کمرے میں لے
گئے۔ پھر باہر آئے۔ انہوں نے کمرے کو تالا لگایا۔ اس کے بعد مینجر
صاحب نے مجھے بلا کر دس ہزار روپے دیئے اور مجھے ایک آدمی کا حلیہ
تفصیل سے یاد کرا دیا اور مجھے بتایا کہ جو بھی پوچھنے آئے میں نے

اسے یہی بتانا ہے۔ اگر میں نے ایسا کیا تو مجھے بیس ہزار روپے
انعام ملے گا جناب۔ پھر آپ آگئے اور میں نے آپ کو وہ سب کچھ بتا
دیا جناب جو مینجر صاحب نے بتایا تھا۔ مم۔ مجھے کچھ معلوم نہیں
جناب۔ میں تو غریب آدمی ہوں جناب"...... قاسم نے روتے ہوئے
لہجے میں کہا۔

"کہاں ہیں وہ دس ہزار روپے"...... سر عبدالرحمن نے پوچھا۔

"اندر میرے کمرے کی الماری میں ہیں جناب"...... قاسم نے
کہا۔

"انسپکٹر بشیر اس کے ساتھ جاؤ اور رقم لے آؤ"......
عبدالرحمن نے کہا۔

"چلو"...... انسپکٹر بشیر نے آگے بڑھ کر قاسم کو بازو سے پکڑتے
ہوئے کہا اور پھر وہ اسے ساتھ لئے ایک کمرے کی طرف بڑھ گیا۔
تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک پیکٹ موجود تھا
جس میں بڑی مالیت کے نوٹ تھے۔

"یہ ہے جناب۔ یہ الماری میں پڑا ہوا تھا"...... انسپکٹر بشیر نے
کہا تو سر عبدالرحمن نے پیکٹ انسپکٹر بشیر کے ہاتھ سے لے کر اسے
کھولا اور اس میں موجود نوٹ نکال کر انہیں گنا اور پھر نوٹ واپس
پیکٹ میں ڈال کر انہوں نے اسے انسپکٹر بشیر کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ پیکٹ اسے دو اور تم سپاہیوں کو ساتھ لے کر جاؤ اور نیشنل
پراپرٹی ڈیلر کے مینجر کو یہاں لے آؤ۔ جاؤ"...... سر عبدالرحمن نے

کہا۔

"یس سر"...... انسپکٹر بشیر نے کہا اور پیکٹ قاسم کے ہاتھ میں
دے کر اس نے سپاہیوں کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور تیزی سے
واپس مڑ گیا۔

"تمہیں کیوں اس قدر یقین تھا کہ عمران ایسا نہیں کر سکتا"۔ سر
عبدالرحمن نے سوپر فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔ گو ان کا لہجہ سخت
تھا لیکن ان کا چہرہ بتا رہا تھا کہ ان کے دل میں مسرت کی لہریں سی
دوڑ رہی ہیں۔

"سر۔ میں عمران کو جانتا ہوں سر۔ اس کے کردار میں کوئی جھول
نہیں ہے سر اس لئے مجھے یقین تھا کہ یہ سازش ہے"...... سوپر
فیاض نے جواب دیا۔

"ہونہہ۔ تم نے درست کہا ہے۔ وہ واقعی ایسا نہیں ہو سکتا۔ تم
نے کار والی بات اس سے پوچھ کر اچھا کیا ہے ورنہ نجانے کیا ہو
جاتا"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"سر آپ نے بھی تو ذہانت کی انتہا کر دی ہے"...... سوپر فیاض
نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

"نانسنس۔ اس میں کیا ذہانت ہے۔ یہ تو عام سی بات ہے لیکن
یہ سازش کیوں کی گئی ہے اس کے پیچھے کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے اور
کیوں۔ وجہ کیا ہو گی"...... سر عبدالرحمن نے ایسے لہجے میں کہا جیسے
وہ خود کلامی کر رہے ہوں۔

"آپ کو کس نے اطلاع دی ہے اس بارے میں سر"...... سوپر فیاض نے کہا تو سر عبدالرحمن بے اختیار چونک پڑے۔

"اطلاع۔ نہیں نواب اکبر اور اس کے دوست ایسے نہیں ہو سکتے۔ وہ انتہائی معزز آدمی ہیں اور پھر انہیں عمران کے خلاف سازش سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ کوئی اور گہری سازش ہے۔ یہاں فون ہے قاسم"...... سر عبدالرحمن نے لاشعوری انداز میں بات کرتے کرتے مڑ کر قاسم سے کہا جو سر جھکائے اور ہاتھ میں رقم کا پیکٹ لئے خاموش کھڑا ہوا تھا۔

"جی صاحب۔ میرے کمرے میں ہے"...... قاسم نے جواب دیا تو سر عبدالرحمن اس کمرے کی طرف چل پڑے۔

"تم یہیں رہو"...... سر عبدالرحمن نے سوپر فیاض، قاسم اور ایک انسپکٹر سے کہا جو وہاں موجود تھے اور خود وہ تیز تیز قدم اٹھاتے کمرے میں پہنچ گئے۔ وہاں واقعی فون موجود تھا۔ انہوں نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"سلیمان بول رہا ہوں"...... رابطہ قائم ہوتے ہی سلیمان کی آواز سنائی دی۔

"عبدالرحمن بول رہا ہوں۔ عمران ابھی نہیں آیا واپس"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"بڑے صاحب آپ۔ سلام۔ چھوٹے صاحب ابھی نہیں آئے صاحب"...... سلیمان کا لہجہ یکلخت مؤدبانہ ہو گیا تھا۔

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ اس وقت کہاں ہو گا"...... سر عبدالرحمن نے پوچھا۔

"بڑے صاحب مجھے تو معلوم نہیں ہے"...... سلیمان نے جواب دیا۔

"ہونہہ۔ وہ جیسے ہی واپس آئے اسے کہنا کہ وہ میرے پاس فوراً پہنچے۔ فوراً"...... سر عبدالرحمن نے کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے رسیور رکھ دیا اور واپس مڑ گئے۔ تھوڑی دیر بعد انسپکٹر بشیر مینجر کو ساتھ لئے کوٹھی میں داخل ہوا۔ مینجر کے چہرے پر اطمینان نمایاں تھا۔

"یس سر۔ حکم سر"...... مینجر نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"یہ رقم تم نے قاسم کو دی تھی"...... سر عبدالرحمن نے قاسم کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پیکٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"رقم۔ کون سی رقم۔ نن۔ نہیں۔ جی ہاں صاحب۔ اس نے کہا تھا کہ اس کی ماں بیمار ہے اس کا آپریشن ہونا ہے اور اسے دس ہزار روپے ایڈوانس دیئے جائیں۔ میں نے دے دیئے جناب"...... مینجر نے گڑبڑائے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ یہ تمہارا ملازم ہے۔ کیوں"...... سر عبدالرحمن کے لہجے میں بے پناہ کرختگی تھی۔

"جج۔ جی۔ ہاں۔ جی ہاں"...... مینجر نے انتہائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"انسپکٹر بشیر"....... سر عبدالرحمن نے انسپکٹر بشیر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس سر"....... انسپکٹر بشیر نے تن کر جواب دیا۔

"ریوالور نکالو اور جب میں کہوں اس مینجر کی کھوپڑی اڑا دینا"۔ سر عبدالرحمن نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"یس سر"....... انسپکٹر بشیر نے کہا اور ہولسٹر سے ریوالور کھینچ کر اس کا رخ مینجر کی طرف کر دیا۔

"ج۔ج۔ جناب۔ کیا۔ کیا مطلب۔ جناب آپ۔ آپ یہ کیا کر رہے ہیں"....... مینجر کی حالت یکلخت غیر سی ہو گئی۔

"میں تین تک گنوں گا۔ سمجھے۔ اگر تم نے اس دوران اصل بات نہ اگل دی کہ تم نے یہ ساری سازش کیوں کی اور کس کے کہنے پر کی ہے تو تمہیں گولی مار دی جائے گی اس کے بعد سازش کا پتہ انٹیلی جنس خود ہی چلا لے گی۔ قاسم ہمیں سب کچھ پہلے ہی بتا چکا ہے۔ میں تین تک گنوں گا"....... سر عبدالرحمن نے انتہائی خشک لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے گنتی شروع کر دی۔

"ج۔ جناب۔ مم۔ میں بتاتا ہوں جناب۔ بتاتا ہوں۔ مجھے مت ماریں جناب۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں"....... مینجر نے بری طرح کانپتے ہوئے کہا۔

"بتاؤ ورنہ"....... سر عبدالرحمن نے درشت لہجے میں کہا۔

"جناب میں نے یہ سب کچھ اپنے مالک سیٹھ اکمل کے کہنے پر کیا

ہے۔ انہوں نے مجھے اپنی کوٹھی پر بلایا تھا اور مجھے حکم دیا تھا کہ میں یہ سب کچھ کروں ورنہ مجھے نوکری سے نکال دیا جائے گا"....... مینجر نے روتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کون سیٹھ اکمل"....... سر عبدالرحمن نے پوچھا۔

"اکمل کمرشل پلازہ کے مالک جناب۔ یہ پراپرٹی ڈیلنگ کی فرم بھی ان کی ہے جناب۔ پہلے وہ پراپرٹی ڈیلر کا ہی کام کرتے تھے پھر انہوں نے کمرشل پلازہ بنا لیا ہے جناب"....... مینجر نے کہا۔

"یہ فلمیں کہاں سے حاصل کی گئی ہیں"....... سر عبدالرحمن نے پوچھا۔

"یہ سیٹھ اکمل کے آدمی ہی لے کر آئے تھے جناب"....... مینجر نے کہا۔

"کیا تم نے یہ فلمیں دیکھیں ہیں"....... سر عبدالرحمن نے پوچھا۔

"نہیں جناب۔ میں نے تو ان کے حکم کے مطابق انہیں الماری میں رکھا تھا جناب"....... مینجر نے کہا۔

"انسپکٹر بشیر"....... سر عبدالرحمن نے انسپکٹر بشیر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس سر"....... انسپکٹر بشیر نے جواب دیا۔ ریوالور ابھی تک اس کے ہاتھ میں ہی تھا۔

"اس قاسم اور مینجر دونوں کو ہیڈ کوارٹر لے جاؤ اور اس کوٹھی کو

سیل کر دو اور یہاں دو سپاہی چھوڑ دو تا کہ وہ اس کی حفاظت کریں"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"یس سر"...... انسپکٹر بشیر نے کہا۔

"سوپر فیاض"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"یس سر"...... سوپر فیاض نے بھی مستعد ہو کر جواب دیا۔

"تم مجھے ہیڈ کوارٹر ڈراپ کر کے آدمی لے کر جاؤ اور اس سیٹھ اکمل کو جہاں بھی وہ ہو گرفتار کر کے لے آؤ"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"یس سر"...... سوپر فیاض نے کہا تو سر عبدالرحمن برآمدے سے اتر کر بیرونی پھاٹک کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

عمران نے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ وہ اس وقت سیٹھ بلڈنگ میں موجود تھا۔ سیٹھ برکت کو بھی کالی میم کی کوٹھی سے اغوا کر کے یہاں لایا گیا تھا اور پھر اس نے بھی یہی بتایا تھا کہ یہ سارا کاروبار اصل میں نواب اکبر آصف کا ہے۔ اصل مالک وہی ہے لیکن عمران جانتا تھا کہ صرف کنگ اور سیٹھ برکت کے بیانوں سے وہ نواب اکبر آصف کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا جب تک کوئی ایسا واضح ثبوت نہ مل جائے جس کو عدالت میں بغیر کسی شک وشبہ کے تسلیم کر لیا جائے لیکن کوئی ثبوت سامنے نہ تھا اس لئے اس نے آخرکار یہی فیصلہ کیا کہ فی الحال وہ سوپر فیاض کو کال کر کے اس سیٹھ بلڈنگ میں موجود تمام فلمیں اس کے حوالے کرے اور اس کے ساتھ ہی کنگ اور سیٹھ برکت کو بھی۔ اس کے بعد پھر وہ نواب کے خلاف ثبوت حاصل کرنے کے بارے میں سوچے گا۔

" سنٹرل انٹیلی جنس بیورو ڈائریکٹریٹ "....... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

" میں علی عمران بول رہا ہوں۔ سوپر فیاض سے بات کراؤ "۔ عمران نے کہا۔

" جناب سپرنٹنڈنٹ صاحب ابھی ابھی ڈائریکٹر جنرل صاحب کے ساتھ کسی ریڈ پر گئے ہیں "....... دوسری طرف سے کہا گیا۔

" کب تک ان کی واپسی ہو گی "....... عمران نے پوچھا۔

" کچھ نہیں کہا جا سکتا جناب "....... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

" عمران صاحب آپ ان دونوں کو سوپر فیاض کے حوالے کرنا چاہتے ہیں "....... صدیقی نے کہا۔

" ہاں تاکہ ان کے بیانات کی بنا پر اصل آدمی پر ہاتھ ڈالا جا سکے "....... عمران نے کہا۔

" حالانکہ آپ بھی جانتے ہیں کہ آپ کے ڈیڈی صرف ان کے بیانات کی بنا پر ایسا نہیں کریں گے "....... صدیقی نے جواب دیا۔

" پھر بھی کوشش تو کی جا سکتی ہے "....... عمران نے کہا۔

" عمران صاحب سوری۔ یہ فورسٹارز کا کیس ہے اس لئے اس کا فیصلہ ہم نے کرنا ہے کہ کیا ہونا چاہئے اور کیا نہیں "....... صدیقی نے کہا۔

" کیا مطلب۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو "....... عمران نے چونک کر

کہا۔

" میں ان دونوں کو کسی صورت بھی زندہ انٹیلی جنس یا پولیس کے حوالے نہیں کر سکتا۔ یہ انسان نہیں ہیں۔ یہ معاشرے کے وہ ناسور ہیں جنہوں نے اس قدر خوفناک فحاشی کو پورے ملک میں پھیلایا ہے اور نجانے کتنی شریف لڑکیوں کی عزتیں انہوں نے پامال کی ہیں اور کتنے خاندان تباہ کئے ہیں۔ یہ دونوں بہرحال دولت مند ہیں اس لئے پولیس یا انٹیلی جنس کے حوالے انہیں کیا گیا تو یہ دولت کے بل بوتے پر رہا ہو جائیں گے یا زیادہ سے زیادہ انہیں چند سالوں کی سزا ہو جائے گی۔ نہیں۔ ایسا نہیں ہو گا۔ انہیں مرنا پڑے گا۔ گو موت ان کے جرائم کے پیش نظر کوئی سزا نہیں ہے اگر میرے بس میں ہوتا تو میں انہیں ایک کروڑ بار زندہ کرتا اور ایک کروڑ بار ان کے جسموں کے آرے سے ٹکڑے کرتا لیکن مجبوری ہے "۔ صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے مڑا اور کمرے کی طرف بڑھ گیا جدھر کنگ اور سیٹھ برکت دونوں زنجیروں میں جکڑے ہوئے موجود تھے۔

" ہاں۔ یہ واقعی ان کی کم سے کم سزا ہے۔ ٹھیک ہے "۔ عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

" عمران صاحب۔ اس قدر ننگ انسانیت جرم کا تصور بھی انسان نہیں کر سکتا۔ نجانے یہ کس مٹی کے بنے ہوئے ہیں۔ چند سکوں کے عوض یہ لوگ کمینگی اور ذلالت کی اس حد تک پہنچ جاتے ہیں "۔

چوہان نے کہا۔

" صدیقی ٹھیک کہہ رہا ہے۔ یہ واقعی انسان نہیں ہیں۔ ایسے لوگ انسان نہیں ہو سکتے"....... عمران نے کہا۔ چند لمحوں بعد صدیقی واپس آگیا۔

" میں نے انہیں گولی مار دی ہے۔ اب آپ بے شک یہ سارا سیٹ اپ انٹیلی جنس کے حوالے کر دیں اور اب میں اس نواب اکبر آصف اور اس کے افراد کو بھی عبرتناک موت ماروں گا"....... صدیقی نے کہا۔

" نہیں۔ اصل سرغنوں کو اگر ہم نے خاموشی سے ہلاک کر دیا تو وہ مظلوم بھی بن جائیں گے اور ان کے یہ سیاہ کارنامے بھی چھپے رہیں گے۔ پہلے عوام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ان کا اصل روپ کیا ہے۔ پھر تم دیکھنا کہ عوام خود ہی ان کی تکہ بوٹی کر دیں گے اور اس کے علاوہ ایسے دوسرے شرفاء کو بھی سبق مل جائے گا جو بظاہر تو سماجی حیثیت کے لحاظ سے شرفاء میں شامل ہیں لیکن درپردہ وہ انتہائی خوفناک جرائم میں ملوث ہیں"....... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" لیکن ان کے خلاف آپ ثبوت کہاں سے لائیں گے"۔ صدیقی نے کہا۔

" میں نے اپنے طور پر تو بے حد کوشش کی ہے لیکن ابھی تک کوئی ثبوت ہاتھ نہیں آیا لیکن مجھے یقین ہے کہ قدرت ان کے محاسبہ

کے لئے خود بخود راستہ بناوے گی"....... عمران نے کہا۔

" آپ کا مطلب ہے کہ ہم اب خاموش ہو جائیں۔ کیوں نہ انہیں اغوا کر کے ان سے اقرار جرم کرالیا جائے"....... صدیقی نے کہا۔

" میں فی الحال کی بات کر رہا ہوں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انہیں معاف کر دیا جائے"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ جیسے آپ کہیں"....... صدیقی نے کہا۔

" شکر ہے میری کوئی بات تو چیف آف فور سٹارز کی سمجھ میں آئی"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو صدیقی اور دوسرے ساتھی بے اختیار ہنس پڑے۔

" مجبوری ہے عمران صاحب کہ ہم آپ کو ناراض کرنے کا رسک نہیں لے سکتے"....... صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

" لیکن سیٹھ برکت اور اس کنگ کو گولی مارتے ہوئے تو تم نے میری ذرا برابر بھی پرواہ نہیں کی تھی"....... عمران نے کہا۔

" آپ بعض اوقات ایسے لوگوں پر بھی رحم کرنا شروع کر دیتے ہیں جو قطعاً رحم کے قابل نہیں ہوتے"....... صدیقی نے کہا اور اس بار عمران بھی اس کی بات پر بے اختیار ہنس پڑا اور پھر عمران نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

" سنٹرل انٹیلی جنس بیورو"....... رابطہ قائم ہوتے ہی آواز سنائی دی۔

" جناب سپرنٹنڈنٹ فیاض صاحب ریڈ سے واپس آئے ہیں یا

نہیں"...... عمران نے کہا۔

" نہیں جناب۔ ابھی ان کی واپسی نہیں ہوئی"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے مزید کچھ کہے بغیر رسیور رکھ دیا۔

" تم ایسا کرو کہ یہیں باہر رک کر اس عمارت کی حفاظت کرو۔ تمہارے پاس زیرو فائیو ٹرانسمیٹر تو ہو گا۔ میں سنٹرل انٹیلی جنس بیورو خود جاتا ہوں پھر جیسے ہی سپرنٹنڈنٹ فیاض واپس آئے گا میں اسے یہاں لے کر آؤں گا کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ کہیں یہ سارا مواد یہاں سے شفٹ نہ کر دیا جائے"...... عمران نے کہا اور سب ساتھیوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ اور پھر وہ سب ان خفیہ تہہ خانوں سے اوپر والے حصے میں پہنچے اور وہاں سے باہر آ گئے۔

" کار میں لے جا رہا ہوں"...... عمران نے کہا اور پھر وہ کار لے کر پہلے سیدھا فور سٹارز کے ہیڈ کوارٹر پہنچا کیونکہ اس کی اپنی کار وہاں موجود تھی۔ اس کا ارادہ وہاں سے سنٹرل انٹیلی جنس بیورو جانے کا تھا لیکن پھر اس نے سوچا کہ وہ بجائے وہاں جا کر سوپر فیاض کے خالی آفس میں بیٹھ کر مکھیاں مارے وہ یہ وقت فلیٹ میں جا کر گزارے۔ پھر وہاں سے سوپر فیاض کو فون کرے گا اس لئے اس نے کار کا رخ اپنے فلیٹ کی طرف موڑ دیا۔ گیراج میں کار روک کر وہ سیدھا سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر گیا اور اس نے کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔

" کون ہے"...... اندر سے سلیمان کی آواز سنائی دی۔

" علی عمران"...... عمران نے اونچی آواز میں کہا تو دروازہ کھلا

لیکن عمران دروازے پر موجود سلیمان کا چہرہ دیکھ کر بے اختیار چونک پڑا۔

" ارے کیا ہوا۔ کیا میرے سر پر سینگ نکل آئے ہیں جو اس قدر غور سے مجھے دیکھ رہے ہو"...... عمران نے اندر داخل ہوتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" آپ کو معلوم ہے کہ جس قیدی کو صبح پھانسی کی سزا دی جانی ہو اس سے پہلے رات کو اس کے ورثاء کی اس سے ملاقات کرائی جاتی ہے"...... سلیمان نے دروازہ بند کر کے اس کے پیچھے آتے ہوئے کہا۔

" یہ کیا بدشگونی کی باتیں شروع کر دیں تم نے۔ شکل تو اللہ تعالیٰ بناتا ہے لیکن باتیں تو آدمی خود کرتا ہے اس لئے اگر شکل اچھی نہ ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی باتیں بھی اچھی نہ کرے"۔ عمران نے سٹنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

" آپ کرسی پر بیٹھ جائیں تاکہ میں آپ کو غور سے دیکھ سکوں کیونکہ مجھے یقین ہے کہ شاید پھر آپ کو زندہ حالت میں نہ دیکھ سکوں"...... سلیمان نے بھی اس کے پیچھے آتے ہوئے کہا۔

" کیا مطلب۔ کیا تمہارے ذہن پر کوئی اثر ہو گیا ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو اماں بی کے پاس چلے جاؤ۔ ایسی مرچوں کی دھونی دیں گی کہ سب سائے وغیرہ فرار ہو جائیں گے"...... عمران نے کرسی پر تقریباً گرتے ہوئے انداز میں کہا لیکن سلیمان اس کے سامنے کھڑا ہو

کر ایک بار پھر اسے ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا۔

" ارے، ہوا کیا ہے۔ پھانسی۔ قیدی۔ ورثا۔ اور پھر اس انداز میں مجھے دیکھنا۔ مسئلہ کیا ہے"....... عمران نے چونک کر کہا۔

" ورثا۔ بے چارے بھی اس قیدی کو اس انداز میں دیکھتے ہیں کیونکہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ پھر اسے زندہ حالت میں نہ دیکھ سکیں گے"....... سلیمان نے بڑے ترحم بھرے لہجے میں کہا۔

" مطلب ہے کہ میں نے کل صبح پھانسی پر چڑھنا ہے اور تم بطور وارث میری شکل کو آخری بار دیکھ رہے ہو۔ لیکن ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ وارث صاحب پہلے ہی مردہ ہو جائیں۔ کیوں"....... عمران نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

" جو جیسے کرتا ہے ویسے ہی ہوتا ہے صاحب اور جو کچھ آپ کرتے رہے ہیں اب اس کا انجام آگیا ہے"....... سلیمان نے بڑے فلسفیانہ لہجے میں کہا۔

" اگر تمہارے خیال کے مطابق یہ مذاق ہے تو انتہائی بھونڈا مذاق ہے اس لئے جاؤ اور گرما گرم چائے لے کر آؤ"....... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" اگر یہ آپ کی آخری خواہش ہے تو بہرحال اسے پورا ہونا چاہئے"۔ سلیمان نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور پھر واپس مڑ گیا۔

" سنو۔ میری بات سنو۔ تم قبرستان گئے تھے یا پھانسی گھاٹ کا

چکر لگا کر آئے ہو جو تم پر یہ کیفیت طاری ہو گئی ہے"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" قبرستان تو اب جانا پڑے گا تاکہ اگر آپ نے ساری زندگی کوئی نیک کام نہیں کیا تو آپ کی مغفرت کے لئے فاتحہ خوانی کی جا سکے"....... سلیمان نے مڑ کر جواب دیا اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔

" اب اس کے حربے جبراً بند کرنے پڑیں گے۔ ضرورت سے زیادہ مقوی دماغ حربے بھی دماغ خراب کر دیتے ہیں"....... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور آنکھیں بند کر کے اس نے کرسی کی پشت سے سر ٹکا دیا۔ وہ واقعی اس سارے چکر میں خاصا تھک گیا تھا۔

" یہ لیجئے چائے کا آخری کپ"....... سلیمان کی آواز سنائی دی تو عمران نے چونک کر آنکھیں کھولیں۔ سلیمان کے ہاتھ میں چائے کی پیالی موجود تھی جو اس نے اس کے سامنے میز پر رکھ دی۔

" کیوں۔ کیا اس کے بعد تم نے مر جانا ہے"....... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" کاش ایسا ہو سکتا کہ کوئی دوسرا کسی دوسرے کی جگہ مر سکتا"۔ سلیمان نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا کیونکہ سلیمان کی آواز میں ایسی بات تھی جس نے عمران کو چونکا دیا۔

" کیا کوئی خاص بات ہو گئی ہے جس انداز میں تم نے فقرہ کہا

ہے۔ اس سے لگتا ہے کہ تم یہ سب کچھ سنجیدگی سے کہہ رہے ہو اور
اگر یہ اداکاری ہے تو پھر میرا خیال ہے کہ مجھے تیس گز کی پگڑی اور
دس کلو مٹھائی لا کر تمہارا شاگرد بننا پڑے گا"...... عمران نے کہا۔

"بڑے صاحب کا دو بار فون آ چکا ہے"...... سلیمان نے ایسے لہجے
میں کہا جیسے کوئی خوفناک دھماکہ کر رہا ہو۔

"بڑے صاحب کا۔ تمہارا مطلب ہے کہ ڈیڈی کا فون۔ کیوں۔
کیا ہو گیا ہے۔ کیا کوئی مسئلہ ہے"...... عمران نے حیرت بھرے
لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ انہیں آپ کے بارے میں کوئی ایسی اطلاع ملی ہے کہ
ان کا دل چاہ رہا ہے کہ وہ آپ کو گولیوں سے چھلنی کر دیں اور مجھے
یقین ہے کہ وہ ایسا ہی کریں گے"...... سلیمان نے کہا۔

"کیا تم واقعی مذاق کر رہے ہو"...... عمران نے حیرت بھرے
لہجے میں کہا۔

"میں آپ کو ٹیپ سنوا دیتا ہوں۔ پھر آپ کو یقین آئے گا"۔
سلیمان نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ عمران کو معلوم تھا کہ سپیشل روم
میں ایسا سسٹم موجود ہے کہ فلیٹ پر آنے والی تمام فون کالیں وہاں
خود بخود ٹیپ ہو جاتی ہیں جو چوبیس گھنٹے تک ٹیپ رہتی ہیں اس کے
بعد آٹومیٹک انداز میں واش ہو جاتی ہیں۔ یہ سسٹم عمران نے اس
لئے نصب کیا ہوا تھا کہ بعض اوقات اس کی عدم موجودگی میں ایسی
کالیں آتی ہیں جن کے الفاظ کی بھی اہمیت ہوتی ہے۔

"ڈیڈی کو کیا اطلاع ملی ہو گی۔ عام حالات میں تو ڈیڈی ایسے
الفاظ نہیں کہتے اور وہ بھی سلیمان کے سامنے"...... عمران نے چائے
کی پیالی اٹھاتے ہوئے بڑبڑا کر کہا۔ تھوڑی دیر بعد سلیمان اندر داخل
ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک جدید ساخت کا چھوٹا بیٹری سے چلنے والا
ٹیپ ریکارڈر تھا۔ اس نے ٹیپ ریکارڈر میز پر رکھا اور اس کا بٹن
پریس کر دیا۔

"سلیمان بول رہا ہوں"...... سلیمان کی آواز سنائی دی۔

"عبدالرحمن بول رہا ہوں۔ عمران کہاں ہے"...... ٹیپ سے سر
عبدالرحمن کی انتہائی سخت آواز سنائی دی تو عمران کے چہرے پر
انتہائی سنجیدگی کے تاثرات ابھر آئے لیکن وہ خاموش بیٹھا سلیمان اور
اپنے ڈیڈی کے درمیان ہونے والی گفتگو سنتا رہا اور جب گفتگو ختم
ہوئی تو سلیمان نے ٹیپ ریکارڈر بند کر دیا۔

"حیرت ہے۔ میں تو تمہیں صرف ایک باورچی سمجھتا تھا لیکن تم
تو کسی قابل وکیل سے بھی زیادہ قابل ثابت ہوئے ہو"۔ عمران نے
مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب آپ خود ہی بتائیں کہ آپ باہر کیا کرتے رہتے ہیں"۔
سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کاش کچھ کرتا ہوتا تو مجھے اس طرح تمہارے ناز نخرے کیوں
اٹھانے پڑتے۔ تمہارا قرضہ بلکہ آئندہ ایک صدی کا ایڈوانس تمہیں
دے کر تم پر بیٹھ کر رعب جمایا کرتا"...... عمران نے کہا۔

"سوچ لیجئے میں نے وقتی طور پر بڑے صاحب کو ٹالنے کی کوشش کی ہے لیکن مجھے معلوم ہے کہ بڑے صاحب ایسے ہی کسی عام اطلاع پر اس قدر سخت ایکشن نہیں لے سکتے۔ یقیناً اس اطلاع کی کوئی نہ کوئی بنیاد ہو گی"...... سلیمان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ تمہاری بات درست ہے لیکن میں نے وہاں فون کیا تو مجھے بتایا گیا کہ ڈیڈی سوپر فیاض کے ساتھ کسی ریڈ پر گئے ہوئے ہیں اور ابھی تک ان کی واپسی نہیں ہوئی۔ اس کا مطلب ہے کہ اس اطلاع کا اس ریڈ سے گہرا تعلق ہو گا اور پھر ڈیڈی خود اس وقت ریڈ پر ساتھ جاتے ہیں جب معاملہ انتہائی اہمیت کا ہو"...... عمران نے اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"میرا مشورہ ہے کہ اپنی مغفرت کی خود ہی دعا کر لیجئے"۔ سلیمان نے کہا اور ٹیپ لئے واپس مڑ گیا۔ عمران نے رسیور اٹھایا اور پھر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"سنٹرل انٹیلی جنس بیورو"...... دوسری طرف سے جواب ملا۔

"سپرنٹنڈنٹ فیاض سے بات کراؤ"...... عمران نے لہجہ بدل کر کہا۔ ظاہر ہے اب وہ پہلے یہ کنفرم کرنا چاہتا تھا کہ اصل مسئلہ کیا ہے۔

"وہ ریڈ پر گئے ہوئے ہیں"...... دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"اتنی دیر تک ریڈ ہو رہا ہے۔ کیا وہ شہر سے باہر گئے ہیں"۔

عمران نے اس بار حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جی وہ آئے تھے اور ڈائریکٹر جنرل صاحب کو آفس میں ڈراپ کر کے خود پھر واپس چلے گئے ہیں"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران بے اختیار چونک پڑا اور اس نے رسیور رکھ دیا۔ وہ بیٹھا چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے ایک بار پھر رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"پی اے ٹو ڈائریکٹر جنرل سنٹرل انٹیلی جنس بیورو"...... رابطہ قائم ہوتے ہی سر عبدالرحمن کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

"علی عمران بول رہا ہوں واسطی صاحب"...... عمران نے پی اے کا نام لیتے ہوئے کہا۔ چونکہ پی اے کافی طویل عرصہ سے سر عبدالرحمن کے ساتھ تھا اس لئے عمران اور واسطی کے درمیان بھی کافی تعلقات تھے۔

"اوہ۔ عمران صاحب آپ"...... دوسری طرف سے واسطی نے چونک کر کہا۔

"یہ بتاؤ کہ ڈیڈی جس ریڈ پر گئے تھے وہ کامیاب ہوا ہے یا نہیں"...... عمران نے کہا۔

"مجھے تو معلوم نہیں جناب۔ آپ جانتے تو ہیں کہ میرا تعلق فون تک ہی محدود رہتا ہے"...... دوسری طرف سے واسطی نے کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ کہ ریڈ پر جانے سے پہلے ڈیڈی کو کس کا فون آیا تھا"...... عمران نے کہا۔

"نواب اکبر آصف کا فون آیا تھا۔اس کے بعد صاحب ریڈ پر گئے تھے"....... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

"اور کسی کا فون"....... عمران نے پوچھا۔

"جی نہیں۔ بات کراؤں آپ کی صاحب سے"....... واسطی نے کہا۔

"نہیں۔ میں خود مل لوں گا"....... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔اسی لمحے گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے دوبارہ رسیور اٹھالیا۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں"۔ عمران نے کہا۔

"فیاض بول رہا ہوں عمران۔ تم فلیٹ پر ہی رہنا میں آرہا ہوں"....... دوسری طرف سے فیاض کی انتہائی جوش بھری آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔اسی لمحے اسے ایک خیال آیا تو وہ چونک پڑا۔اس نے جیب سے زیرو فائیو ٹرانسمیٹر نکالا اور پھر صدیقی کی فریکونسی ایڈجسٹ کرنا شروع کر دی۔

"ہیلو ہیلو۔علی عمران کالنگ۔اوور"....... عمران نے کہا۔

"یس۔صدیقی بول رہا ہوں۔اوور"....... چند لمحوں بعد صدیقی کی آواز سنائی دی۔

"صدیقی۔ ٹیکسی لے کر واپس ہیڈ کوارٹر جاؤ اور پھر وہاں سے نعمانی کو ساتھ لے کر نواب اکبر آصف کی رہائش گاہ تلاش کرو اور

وہاں بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر کے اس کوٹھی کی مکمل تلاشی لو۔مجھے یقین ہے کہ کوٹھی میں لامحالہ کوئی نہ کوئی ایسی چیز یا فائل مل جائے گی جسے نواب اکبر آصف کے خلاف بطور ثبوت استعمال کیا جاسکے گا اور تلاشی کے بعد اس نواب اکبر آصف کو اغوا کر کے اپنے ہیڈ کوارٹر لے آؤ اور اسے وہاں اس وقت تک رکھنا جب تک میں نہ کہوں۔اوور"....... عمران نے کہا۔

"کیا کوئی خاص بات ہو گئی ہے جو آپ نے یہ آرڈر دیا ہے۔اوور"....... صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اس نواب اکبر آصف نے ڈیڈی کو فون کیا ہے۔اس کے بعد ڈیڈی نے سلیمان کو فون کر کے میرے بارے میں پوچھا اور میری عدم موجودگی میں وہ سلیمان سے پوچھتے رہے کہ میں باہر کیا کرتا رہتا ہوں۔انہوں نے سلیمان سے کہا کہ انہیں ایک ایسی اطلاع ملی ہے جو اگر سچ ثابت ہوئی تو وہ مجھے گولیوں سے اڑا دیں گے۔اس کے بعد ڈیڈی سوپر فیاض کے ساتھ کہیں ریڈ پر گئے ہیں اور ابھی سوپر فیاض کا فون آیا ہے۔اس نے مجھے کہا کہ میں فلیٹ پر ہی رہوں وہ آرہا ہے۔اس کا لہجہ اور جوش بتا رہا تھا کہ کوئی خاص بات ہو گئی ہے اس لئے میں نے فی الحال یہ ارادہ بدل دیا ہے کہ اس کیس کو سوپر فیاض کے سپرد کیا جائے۔ پھر بعد میں جو ہو گا دیکھا جائے گا۔اوور"....... عمران نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ میں چوہان کو یہیں عمارت کی حفاظت کے

لئے چھوڑ جاؤں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہاں سے سارا مال شفٹ کر دیا جائے۔ اوور"...... صدیقی نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اوور اینڈ آل"...... عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے اسے واپس جیب میں ڈال لیا۔

"سلیمان"...... عمران نے سلیمان کو آواز دی۔

"جی صاحب"...... دوسرے لمحے سلیمان نے دروازے پر آ کر انتہائی سنجیدہ اور مؤدبانہ لہجے میں کہا کیونکہ وہ عمران کے موڈ کو اچھی طرح جانتا تھا۔

"سوپر فیاض آ رہا ہے۔ میرا خیال ہے وہ ڈیڈی والا سلسلہ ہے اس لئے تم اچھی سی چائے تیار کر لو"...... عمران نے کہا۔

"جی صاحب"...... سلیمان نے کہا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے میز پر رکھی ہوئی چائے کی خالی پیالی اٹھائی اور کمرے سے واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد کال بیل کی آواز سنائی دی تو کال بیل بجنے کے انداز سے ہی وہ سمجھ گیا کہ سوپر فیاض پہنچ گیا ہے۔

"کون ہے"...... سلیمان نے دروازے کے قریب پہنچ کر کہا۔

"سوپر فیاض۔ دروازہ کھولو"...... سوپر فیاض کی ہلکی سی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔

"کہاں ہے عمران"...... سوپر فیاض کی انتہائی جوشیلی آواز سنائی دی۔

"سٹنگ روم میں۔ سلیمان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور عمران

اس کے اس انداز پر بے اختیار مسکرا دیا اور پھر سوپر فیاض کے تیز تیز قدموں کی آواز راہداری میں سنائی دینے لگی۔

"ارے ارے۔ یہ کس شیر کی آمد ہے کہ فلیٹ کانپ رہا ہے"...... عمران نے اس کے دروازے تک پہنچنے سے پہلے ہی اونچی آواز میں کہا۔

"تم یہاں بیٹھے ہو اور وہاں تمہاری موت کا ڈرامہ سٹیج کر دیا گیا تھا۔ یہ تو شکر ہے کہ میں تمہارے ڈیڈی کے ساتھ تھا اس لئے اب تک تم زندہ ہو ورنہ"...... سوپر فیاض نے اندر داخل ہوتے ہی انتہائی جوش بھرے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا مطلب۔ کیا ڈیڈی نے ڈائریکٹر جنرل کا عہدہ چھوڑ کر جلاد کا عہدہ سنبھال لیا ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جلاد تو پھر بھی کسی نہ کسی انداز میں رحم کھا لیتا ہو گا لیکن تمہارے ڈیڈی کی جو حالت تھی مجھے صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ تمہیں لازماً گولی مار دیں گے"...... سوپر فیاض نے پہلے کی طرح انتہائی پرجوش لہجے میں کہا۔

"اچھا۔ کیا نواب اکبر آصف کی بیٹی اس قدر خوبصورت ہے۔ کمال ہے"...... عمران نے کہا تو سوپر فیاض بے اختیار اچھل پڑا۔

"نواب اکبر آصف کی بیٹی۔ کیا مطلب۔ کون ہے یہ نواب اکبر آصف۔ میرا خیال ہے تمہاری واقعی موت آ گئی ہے جو تمہارا ذہن ہی

خراب ہو گیا ہے۔ میں کیا بات کر رہا ہوں اور تمہیں نواب اکبر آصف کی بیٹی یاد آ رہی ہے"...... سوپر فیاض نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔ اسی لمحے سلیمان ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا تو ٹرالی پر چائے کے ساتھ ساتھ سنیکس کی کئی پلیٹیں بھی موجود تھیں۔

"ارے ارے۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ سوپر فیاض فاقے سے ہے جو تم ایک مہینے کا راشن اٹھا لائے ہو"...... عمران نے کہا۔

"جناب۔ سوپر فیاض صاحب بہت بڑے افسر ہیں۔ یہ تو ان کی مہربانی ہے کہ خود چل کر یہاں آجاتے ہیں ورنہ یہ اگر چاہیں تو کسی سپاہی کو بھیج کر ہمیں کان سے پکڑ کر ہیڈ کوارٹر بلوا لیں۔ یہ معزز مہمان ہیں"...... سلیمان نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"تم واقعی عقلمند آدمی ہو سلیمان۔ آدمی کو درست طور پر پہچانتے ہو۔ اپنے صاحب کو بھی سمجھایا کرو"...... سوپر فیاض نے ماش کے آٹے کی طرح اکڑتے ہوئے کہا۔

"میں نے تو انہیں بہت کہا ہے کہ چلو سپرنٹنڈنٹ تو خیر بہت بڑا عہدہ ہے یہ سپاہی ہی بھرتی ہو جائیں تاکہ کم از کم ہمسایوں میں میری بھی عزت ہو جائے گی لیکن یہ مانتے ہی نہیں"...... سلیمان نے جواب دیا اور سوپر فیاض کا چوڑا سینہ چند انچ مزید پھول گیا۔

"میں نے تو ڈیڈی سے کہا ہے کہ وہ مجھے انٹیلی جنس میں بھرتی کر لیں لیکن ان کا ہمیشہ ایک ہی جواب ہوتا ہے کہ پہلے وہ ایک احمق کو بھگت رہے ہیں اب دوسرے کو کیسے بھرتی کر لیں"...... عمران

نے جواب دیا۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کون احمق ہے"...... سوپر فیاض نے چونک کر کہا۔

"ظاہر ہے وہ میری طرح تمہیں بھی اپنا بیٹا ہی سمجھتے ہیں"۔ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"بڑے صاحب کا ظرف بہت بڑا ہے جناب"...... سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے ٹرالی دھکیلتا ہوا باہر چلا گیا۔

"ہونہہ۔ تو تم مجھے احمق کہہ رہے ہو۔ مجھے۔ اگر آج میں اپنی ذہانت کا ثبوت نہ دیتا تو اس وقت تمہاری لاش کسی مردہ خانے میں پڑی نظر آ رہی ہوتی"...... سوپر فیاض نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا لیکن اس کا پھولا ہوا سینہ پہلے کی نسبت خاصا سکڑ گیا تھا۔

"اچھا۔ ماشاء اللہ۔ تو تم نے بھی ذہانت کا استعمال سیکھ لیا ہے۔ بہت خوب"...... عمران نے کہا۔

"پہلے یہ بتاؤ کہ تم مجھ سے بڑی بڑی رقمیں اینٹھ لیتے ہو اس کے باوجود تمہیں آخر کیا ضرورت تھی اس قدر عریاں فلمیں بنا کر بیچنے کی"...... سوپر فیاض نے چائے کی پیالی اٹھاتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

"عریاں فلمیں۔ وہ کیا ہوتی ہیں"...... عمران نے چونک کر کہا۔

"اب اتنے بھولے بھی نہ بنو۔ تمہارے ڈیڈی نے صرف ایک سین دیکھا اور حقیقت یہ ہے کہ مجھے بھی بے اختیار آنکھیں بند کرنا پڑ

گئی تھیں۔ ویسے اس فلم کا یہ سین دیکھ کر اور یہ معلوم کر کے کہ یہ
گندا کام تم کر رہے ہو جو تمہارے ڈیڈی کی حالت ہوئی ایسی حالت
میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ مجھے تو لگتا تھا کہ وہ یکلخت سینکڑوں
سال کے بوڑھے ہو گئے ہوں۔ یہ تو میں نے معاملات سنبھال لئے
ورنہ شاید وہ وہیں اس کوٹھی میں ہی ڈھیر ہو جاتے"...... سوپر فیاض
نے کہا تو عمران کے چہرے پر یکلخت انتہائی سنجیدگی کے تاثرات پھیلتے
چلے گئے۔

"کیا ہوا ہے۔ مجھے تفصیل بتاؤ۔ میں نے تمہیں دو تین بار فون
کیا تو معلوم ہوا کہ تم ڈیڈی کے ساتھ کسی ریڈ پر گئے ہوئے ہو اور
اب تم یہ بات بتا رہے ہو۔ کیا ہوا تھا۔ مجھے بتاؤ"...... عمران نے
انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا کیونکہ سوپر فیاض نے سر عبدالرحمن کی جو
حالت بتائی تھی اس نے عمران کو زیادہ سنجیدہ کر دیا تھا۔

"تمہارے خلاف انتہائی خوفناک سازش کی گئی تھی۔ انتہائی
خوفناک۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بروقت عقل دے دی ورنہ نجانے
اس سازش کا کیا انجام ہوتا"...... سوپر فیاض نے انتہائی پرجوش لہجے
میں کہا۔

"ہوا کیا ہے۔ تفصیل بتاؤ"...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے
میں کہا۔

"تمہارے ڈیڈی نے اچانک مجھے کال کیا۔ میں جب ان کے
آفس پہنچا تو انہوں نے مجھے فوراً ریڈنگ پارٹی تیار کرنے کا حکم دیا اور

ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ وہ یہ ریڈ کرنے ساتھ جائیں گے جس پر میں
بے حد حیران ہوا کیونکہ بظاہر تو ایسی کوئی اطلاع موجود نہ تھی کہ
جس کی بنا۔ پر ریڈ ہوتا اور ریڈ بھی ایسا کہ سر عبدالرحمن ساتھ
جائیں۔ بہرحال حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ریڈنگ پارٹی تیار ہو گئی
تو تمہارے ڈیڈی نے پہلے نیشنل پراپرٹی ڈیلر کے آفس چلنے کا کہا۔
وہاں انہوں نے مینجر سے کہا کہ وہ روشن کالونی کی کوٹھی نمبر اٹھارہ
اے بلاک کا ریکارڈ دکھائیں۔ مینجر نے ریکارڈ دکھایا تو یہ ریکارڈ دیکھ
کر میں بھی حیران رہ گیا کیونکہ یہ کوٹھی گذشتہ تین سالوں سے تم
نے کرائے پر لے رکھی تھی"...... سوپر فیاض نے تیز تیز لہجے میں
بولتے ہوئے کہا۔

"میں نے"...... عمران نے چونک کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
اس کی حیرت حقیقی تھی۔

"ہاں۔ تمہارا نام، تمہاری ولدیت اور اس فلیٹ کا پتہ درج تھا
اور ساتھ ہی کارڈ بھی تھا کہ تم باقاعدگی سے کرایہ بھی ادا کرتے رہے
ہو۔ پھر تمہارے ڈیڈی وہاں سے سیدھے اس کوٹھی پر پہنچے۔ وہاں
ایک نوجوان قاسم موجود تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ اس کوٹھی میں رہتا
ہے اور تمہارا ملازم ہے اور تم ویڈیو کیسٹس کا کاروبار کرتے ہو اور
گاہکوں کے ساتھ آتے ہو اور انہیں فلمیں فروخت کرتے ہو۔ اس نے
بتایا کہ وہ تین سالوں سے یہاں ہے۔ اس پر تمہارے ڈیڈی نے
تمہارا حلیہ معلوم کیا تو اس نے تمہارا حلیہ درست بتا دیا۔ پھر

تمہارے ڈیڈی اس کمرے میں گئے جسے آفس کے طور پر استعمال کیا
جاتا تھا۔ اس کو تالا لگا ہوا تھا۔ تمہارے ڈیڈی کے حکم پر میں نے
ریوالور کا فائر کر کے تالا توڑا۔ یہ کمرہ آفس کے انداز میں سجا ہوا تھا
اور وہاں ٹی وی، وی سی آر بھی تھا۔ ایک بڑی سی الماری تھی جو لاکڈ
تھی۔ تمہارے ڈیڈی کے حکم پر میں نے اس الماری کا لاک بھی توڑ
دیا۔ جب اس الماری کو کھولا گیا تو اس کے تمام خانے ویڈیو کیسٹس
سے بھرے ہوئے تھے۔ پھر تمہارے ڈیڈی کے حکم پر میں نے ان
میں سے ایک کیسٹ نکال کر وی سی آر میں لگائی اور ٹی وی آن کر دیا
اور پھر جب پہلا سین سامنے آیا تو تمہارے ڈیڈی نے بے اختیار ٹی
وی کی طرف پشت کر لی اور فلم بند کرنے کو کہا۔ یہ اس قدر خوفناک
فحاشی تھی عمران کہ میری بھی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ میں تصور بھی
نہ کر سکتا تھا کہ ایسی فلمیں بھی بن سکتی ہیں۔ بہرحال میں نے وی
سی آر آف کر دیا۔ بس کچھ نہ پوچھو اس فلم کو دیکھ کر تمہارے ڈیڈی
کا کیا حال ہوا۔ مجھے تو لگتا تھا کہ وہ وہیں گر جائیں گے۔ مجھے خود یقین
نہ آ رہا تھا کہ تم یہ دھندہ کر سکتے ہو۔ میں نے ان کے سامنے تمہاری
وکالت کی لیکن ظاہر ہے قاسم سامنے تھا۔ میں نے اپنے طور پر اس پر
جرح تک کر ڈالی۔ اس نے بتایا کہ تم آج صبح دو گاہکوں کے ساتھ کار
پر آئے تھے اور تم نے انہیں فلمیں فروخت کیں لیکن پورچ میں گرد
جمی ہوئی تھی اور وہاں کار کے ٹائروں کے نشانات موجود نہ تھے۔ بس
اسی بات پر میں نے اسے پکڑ لیا اور تمہارے ڈیڈی کو میری بات سمجھ

میں آ گئی۔ انہوں نے جب قاسم پر سختی کی تو قاسم نے سچ اگل دیا کہ وہ
تمہیں جانتا تک نہیں۔ وہ نیشنل پراپرٹی ڈیلر والوں کا ملازم ہے اور
اس کوٹھی کا چوکیدار ہے اور یہ ساری باتیں اسے مینجر نے سمجھائی
تھیں۔ مینجر اپنے آدمیوں کے ساتھ ویگن میں سامان لے کر آیا تھا۔
ویگن انہوں نے کوٹھی سے باہر روکی۔ یہ ٹی وی، وی سی آر وغیرہ وہی
لے آئے تھے۔ انہوں نے یہ سب کچھ اس کمرے میں رکھا اور پھر اسے
ساری باتیں سمجھا کر اور انعام کے طور پر دس ہزار روپے دے کر چلے
گئے۔ تمہارے ڈیڈی نے وہ رقم بھی برآمد کر لی۔ اس کے بعد ان کے
حکم پر جا کر اس مینجر کو اس کے آفس سے پکڑ کر اس کوٹھی میں لایا
گیا۔ اس نے بھی جلد ہی زبان کھول دی کہ یہ سارا ڈرامہ سیٹھ اکمل
کے حکم پر کیا گیا ہے۔ سیٹھ اکمل نیشنل پراپرٹی ڈیلر کا مالک ہے اور
اس کے ساتھ ساتھ اکمل کمرشل پلازہ کا بھی مالک ہے۔ اس پر
تمہارے ڈیڈی نے کوٹھی کو سیل کر کے اس مینجر اور قاسم کو
ہیڈ کوارٹر پہنچانے کا کہا اور مجھے حکم دیا کہ انہیں ہیڈ کوارٹر چھوڑ کر
میں اس سیٹھ اکمل کو گرفتار کر کے ہیڈ کوارٹر لے آؤں۔ میں نے جا
کر معلوم کیا تو پتہ چلا کہ سیٹھ اکمل تو دو روز ہوئے ملک سے باہر
گیا ہوا ہے۔ میں واپس ہیڈ کوارٹر جا رہا تھا کہ مجھے خیال آیا کہ
تمہارے فلیٹ فون کروں اور اگر تم موجود ہو تو پہلے میں تم سے مل
کر پوچھوں کہ یہ سیٹھ اکمل کون ہے اور اس نے تمہارے خلاف یہ
سارا ڈرامہ کیوں کیا ہے"...... سوپر فیاض نے پورے جوش و خروش

سے ساری بات بتاتے ہوئے کہا تو عمران نے ایک طویل سانس لیا۔ چونکہ اسے سر عبدالرحمن کے پی اے واسطی سے معلوم ہو گیا تھا کہ نواب اکبر آصف کی کال کے بعد سر عبدالرحمن ریڈ پر گئے تھے اس لئے وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ سیٹھ اکمل بھی نواب اکبر آصف کا ہی آدمی ہو گا اور نواب اکبر آصف کو یقیناً یہ اطلاع مل گئی ہو گی کہ اس کے بزنس کے خلاف عمران کام کر رہا ہے اور چونکہ وہ سر عبدالرحمن کی طبیعت اور فطرت سے واقف تھا اس لئے اس نے یہ ڈرامہ اسٹیج کیا۔ اسے یقین تھا کہ سر عبدالرحمن اپنی طبیعت، فطرت اور اصول کے مطابق لامحالہ خود ہی عمران کو گولی مار دیں گے اور واقعی یہ کار کے ٹائروں کے نشانات والی بات سامنے نہ آتی تو سر عبدالرحمن لامحالہ یہی کرتے۔

" کیا سوچ رہے ہو"...... سوپر فیاض نے عمران کو سوچ میں ڈوبے ہوئے دیکھ کر کہا۔

" کچھ نہیں۔ آؤ چلیں"...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

" کہاں"...... سوپر فیاض نے اٹھتے ہوئے چونک کر پوچھا۔

" ڈیڈی کے پاس"...... عمران نے اسی طرح سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" ابھی مت جاؤ۔ جب تک ساری بات کلیئر نہ ہو جائے"۔ سوپر فیاض نے بڑے ہمدردانہ لہجے میں مشورہ دیا۔

" میں نے تو سوچا تھا کہ تمہارے کارناموں میں ایک اور بہت

بڑے کارنامے کا اضافہ کر دوں لیکن تمہاری بد قسمتی کہ ڈیڈی پہلے ہی اس سلسلے میں آگاہ ہو گئے ہیں"...... عمران نے کہا۔

" کیا مطلب۔ کیسا کارنامہ"...... سوپر فیاض نے چونک کر کہا۔

" کچھ نہیں۔ بہرحال تم پہلے جاؤ میں بعد میں آ جاؤں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تم پر کوئی بوجھ پڑے"...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا تمہیں یقین ہے سیٹھ اکمل کہ تمہارا یہ ڈرامہ کامیاب ہو جائے گا"....... نواب اکبر نے سامنے بیٹھے ہوئے سیٹھ اکمل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں نواب صاحب۔ اس آدمی کا اور کوئی علاج ہی نہیں ہے۔ اسے اس کا والد ہی گولی مار سکتا ہے اور مجھے ان کی فطرت کا اندازہ ہے۔ جب انہیں معلوم ہو گا کہ ان کا بیٹا یہ کام کر رہا ہے تو آپ دیکھ لیں گے کہ انہوں نے ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں جھجکنا"۔ سیٹھ اکمل نے کہا۔

"ویسے تم نے مجھ سے فون کرایا ہے۔ اگر تم یہ کام خود کر لیتے تو زیادہ بہتر تھا"....... نواب اکبر نے کہا۔

"آپ کے ان سے خاندانی تعلقات ہیں نواب صاحب اور اگر فرض کریں کہ یہ ڈرامہ ناکام بھی ہو جاتا ہے تو آپ پر پھر بھی کوئی

حرف نہیں آئے گا کیونکہ آپ براہ راست تو اس میں ملوث نہیں ہیں۔ سر عبدالرحمن جیسا شخص آپ پر تو اعتماد کر سکتا ہے مجھ پر نہیں"....... سیٹھ اکمل نے کہا تو نواب اکبر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اب نجانے اس ڈرامے کا انجام کب سامنے آئے گا"....... نواب اکبر نے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں جلد ہی ڈراپ سین ہو جائے گا اور اس کے بعد ہم اطمینان سے پھر یہ دھندہ شروع کر دیں گے"....... سیٹھ اکمل نے مسکراتے ہوئے کہا اور نواب اکبر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً نصف گھنٹے بعد اچانک سیٹھ اکمل کی جیب سے سیٹی کی آواز سنائی دینے لگی تو سیٹھ اکمل نے چونک کر جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ نواب اکبر کے چہرے پر حیرت تھی۔ سیٹھ اکمل نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو۔ غوری کالنگ۔ اوور"....... ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"یس۔ سیٹھ اکمل بول رہا ہوں۔ اوور"....... سیٹھ اکمل نے کہا۔

"جناب۔ سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کے ڈائریکٹر جنرل صاحب اپنے سپرنٹنڈنٹ کے ساتھ آفس میں آئے تھے۔ انہوں نے ریکارڈ چیک کیا پھر چلے گئے۔ وہ یقیناً اب کوٹھی پر گئے ہوں گے۔ میں نے سوچا کہ

آپ کو رپورٹ دے دوں۔ اوور"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو سیٹھ اکمل بے اختیار مسکرا دیا۔

" وہ پوری طرح مطمئن تو ہو گئے ہیں ناں۔ اوور"...... سیٹھ اکمل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" یس سر۔ پوری طرح۔ اوور"...... غوری نے جواب دیا۔

" اوکے۔ اس قاسم کو پوری طرح ٹرینڈ کر دیا تھا ناں۔ اوور"۔ سیٹھ اکمل نے کہا۔

" یس سر۔ آپ قطعی بے فکر رہیں۔ وہ اپنا کردار بہت اچھے طریقے سے نبھائے گا۔ اوور"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

" اوکے ٹھیک ہے۔ مزید کوئی رپورٹ ملے تو مجھے فوری اطلاع دینا۔ اوور اینڈ آل"...... سیٹھ اکمل نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے اس نے اسے واپس جیب میں رکھ لیا۔ اس کے چہرے پر کامیابی کی چمک ابھر آئی تھی۔

" یہ غوری کون ہے"...... نواب اکبر نے پوچھا۔

" میری پراپرٹی ڈیلرز والی فرم کا مینجر ہے۔ اس کے ذریعے ہی سارا ڈرامہ رچایا گیا ہے"...... سیٹھ اکمل نے کہا اور نواب اکبر نے اثبات میں سر ہلا دیا لیکن پھر اچانک نواب اکبر کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کا سر بھاری ہونے لگ گیا ہو۔

" یہ۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ میرا ذہن کیوں گھومنے لگ گیا ہے"۔ اچانک سیٹھ اکمل کی آواز سنائی دی تو نواب اکبر چونک پڑا۔

" مم۔ میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہو رہا ہے"...... نواب اکبر نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا لیکن پھر اس کا ذہن اچانک اس قدر زور سے گھوما۔ اس کے احساسات اس کا ساتھ چھوڑ گئے اور ذہن پر جیسے سیاہ پردہ سا پھیلتا چلا گیا۔ پھر جس طرح اس کے ذہن پر پردہ پڑا تھا اسی طرح اس کے ذہن پر سے پردہ ہٹتا چلا گیا اور اس کی جگہ روشنی پھیلتی چلی گی۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور پھر پوری طرح ہوش میں آتے ہی نواب اکبر نے بے اختیار چونک کر اٹھنے کی کوشش کی کیونکہ اس نے ایک نظر میں دیکھ لیا تھا کہ وہ اپنے خصوصی کمرے میں موجود نہیں تھا لیکن اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے اس پر ایک اور انکشاف ہوا کہ اس کا جسم راڈز میں جکڑا ہوا ہے۔ اس نے گردن گھمائی تو ساتھ والی کرسی پر راڈز میں جکڑا ہوا سیٹھ اکمل بھی موجود تھا۔ اس کے جسم میں بھی ایسے حرکت کے آثار نظر آ رہے تھے جیسے وہ ہوش میں آ رہا ہو۔

" یہ کیا ہوا۔ یہ ہم کہاں پہنچ گئے ہیں۔ کیا مطلب۔ ہم کہاں ہیں"...... نواب اکبر نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اسی لمحے سیٹھ اکمل کے کراہنے کی آواز سنائی دی اور اس کا ڈھیلا پڑا ہوا جسم بے اختیار تن سا گیا۔

" سیٹھ اکمل ہوش میں آؤ۔ دیکھو یہ کیا ہے۔ ہم کہاں آ گئے ہیں۔ یہ ہمیں کس لئے جکڑا گیا ہے"...... نواب اکبر نے انتہائی گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا اور سیٹھ اکمل بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے

چہرے پر بھی شدید حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

" یہ۔ یہ کیا ہے نواب صاحب۔ یہ کیا ہو گیا ہے۔ ہم کہاں آگئے ہیں۔ ہم تو آپ کی کوٹھی میں تھے۔ پھر یہ سب کیا ہو گیا ہے"۔ سیٹھ اکمل نے بھی انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" کہیں یہ اس عمران کا چکر تو نہیں ہے۔ یہ راڈز والی کرسیاں۔ اچانک ہمارا کوٹھی میں بیٹھے بیٹھے بے ہوش ہو جانا۔ یہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ وہ عمران سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے اور فلموں میں ایسے حربے تو یہ جاسوس وغیرہ ہی استعمال کرتے ہیں"...... نواب اکبر نے انتہائی بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

" لیکن جب کوئی کوٹھی کے اندر ہی نہیں آیا۔ اس کمرے میں ہی نہیں آیا تو پھر ہم بے ہوش کیسے ہو گئے اور پھر ہمیں یہاں کیسے لایا گیا۔ کوٹھی میں ملازم تھے۔ مسلح چوکیدار تھے پھر یہ سب کیسے ہو گیا"...... سیٹھ اکمل نے کہا لیکن پھر اس سے پہلے کہ نواب اکبر کوئی بات کرتا کمرے کا دروازہ کھلا اور دو لمبے تڑنگے نوجوان اندر داخل ہوئے۔ وہ دونوں ہی مقامی تھے۔ وہ دونوں سامنے موجود کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ نواب اکبر اور سیٹھ اکمل ان دونوں کو غور سے دیکھنے لگے لیکن وہ انہیں پہچانتے نہ تھے۔

" تو تمہارا نام سیٹھ اکمل ہے"...... ان میں سے ایک نے سیٹھ اکمل سے مخاطب ہو کر کہا۔

" ہاں۔ مگر تم کون ہو اور یہ ہم یہاں کیسے آگئے ہیں اور پھر تم نے ہمیں کیوں اس طرح جکڑ رکھا ہے"...... سیٹھ اکمل نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

" ہم تو نواب اکبر کو اغوا کرنے گئے تھے لیکن تم بھی ساتھ ہی کمرے میں بے ہوش ملے اور تمہاری بدقسمتی کہ تمہاری جیب سے ٹرانسمیٹر جھلک رہا تھا اور جو آدمی جیب میں ٹرانسمیٹر رکھتا ہو وہ کوئی عام آدمی نہیں ہو سکتا اس لئے ہم تمہیں بھی ساتھ ہی لے آئے ہیں اور اب ہوش میں آنے کے بعد تمہارا نام سامنے آیا ہے"...... اس آدمی نے کہا۔

" لیکن تم کون ہو اور تم نے یہ سب کیوں کیا ہے"...... سیٹھ اکمل نے کہا۔

" نواب اکبر آصف نے ڈائریکٹر جنرل سنٹرل انٹیلی جنس کو فون کیا تھا۔ ہم نے یہ پوچھنا ہے کہ اس کال میں کیا بات ہوئی تھی"۔ اس آدمی نے سرد لہجے میں کہا۔

" تمہیں کیسے معلوم ہوا۔ کیا تمہارا تعلق انٹیلی جنس سے ہے"۔ نواب اکبر نے چونک کر کہا۔

" اگر انٹیلی جنس سے تعلق ہوتا تو ظاہر ہے ہمیں معلوم ہوتا کہ تم نے کیا بات کی ہے۔ بہرحال میں اپنا تعارف کرا دوں میرا نام صدیقی ہے اور یہ میرا ساتھی ہے خاور۔ ہمارا تعلق ایک سرکاری تنظیم فور سٹارز سے ہے"...... اس آدمی نے جس نے اپنا نام صدیقی بتایا

تھا جواب دیتے ہوئے کہا۔

" لیکن تم نے ہمیں کیوں پکڑا ہے۔ کیا انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل کو فون کرنا جرم ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں اور میری معاشرے میں کیا حیثیت ہے"...... نواب اکبر آصف نے تیز لہجے میں کہا۔

"اسی لئے تو تمہیں یہاں لایا گیا ہے نواب اکبر آصف اور اب تم پہلے تو ہمیں یہ بتاؤ گے کہ تم نے سر عبدالرحمن کو فون کر کے کیا اطلاع دی ہے"...... صدیقی نے درشت لہجے میں کہا۔

" یہ میرا اور سر عبدالرحمن کا ذاتی معاملہ ہے۔ تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے"...... نواب اکبر نے غصیلے لہجے میں جواب دیا۔

" خاور اس نواب کی ایک آنکھ نکال دو"...... صدیقی نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

" ابھی لو"...... خاور نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک تیز دھار خنجر نکالا اور اٹھ کر بڑے جارحانہ انداز میں نواب اکبر کی طرف بڑھنے لگا۔

" رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ بتاتا ہوں۔ رک جاؤ"...... نواب اکبر نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

" وہیں کھڑے ہو جاؤ خاور اور اگر نواب اکبر جھوٹ بولے یا نہ بتائے تو بغیر کہے اس کی آنکھ نکال دینا۔ پھر اس کی ناک کاٹ دینا اور پھر کان"...... صدیقی نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا تو خاور اثبات

میں سر ہلاتا ہوا وہیں کرسی کے قریب ہی رک گیا۔

" وہ۔ وہ میں نے سر عبدالرحمن کو بتایا تھا کہ ان کا بیٹا عریاں فلموں کا دھندہ کرتا ہے اور اس نے روشن کالونی میں ایک کوٹھی کرائے پر لے رکھی ہے"...... نواب اکبر نے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔ سیٹھ اکمل ہونٹ بھینچے خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

" اس کا مطلب ہے کہ تم نے اس کوٹھی میں بھی کوئی سیٹ اپ کر رکھا ہو گا۔ بولو ورنہ دوسرے لمحے تمہاری آنکھ غائب ہو جائے گی"...... صدیقی نے کرخت لہجے میں کہا۔

" سیٹھ اکمل نے مشورہ دیا تھا۔ سیٹھ اکمل نے اس کا سیٹ اپ کیا تھا۔ مم۔ میں بے گناہ ہوں"...... نواب اکبر نے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

" سیٹھ اکمل۔ تم بھی شاید سیٹھ برکت کی طرح نواب کے کارندے ہو۔ کیوں"...... صدیقی نے کہا تو سیٹھ اکمل اور نواب اکبر دونوں بے اختیار اچھل پڑے۔

" تم۔ تم سیٹھ برکت کو جانتے ہو۔ کیا مطلب"...... ان دونوں نے چونک کر کہا۔

" سیٹھ بلڈنگ کے نیچے تہہ خانوں پر اس وقت فور سٹارز کا قبضہ ہے اور وہاں نہ صرف کنگ کی لاش پڑی ہوئی ہے بلکہ سیٹھ برکت کی بھی لاش وہاں موجود ہے اور سیٹھ برکت نے مرنے سے پہلے ہمیں سب کچھ بتا دیا تھا کہ اصل دھندہ نواب اکبر کا ہے اس لئے تو ہم نے

تمہاری کوٹھی پر بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کی اور پھر تمہاری پوری کوٹھی کی تلاشی لی گئی اور تم دونوں کو اغوا کر کے یہاں لایا گیا ہے"...... صدیقی نے کہا تو نواب اکبر اور سیٹھ اکمل دونوں کے ہی رنگ زرد پڑ گئے۔

" ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم تو معزز آدمی ہیں"...... نواب اکبر نے کہا۔

" سیٹھ اکمل۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تمہارا نواب اکبر سے کیا تعلق ہے۔ کیا تم بھی اس دھندے میں ملوث ہو"۔ صدیقی نے کہا۔

" مم۔ میں تو نواب کا دوست ہوں۔ میرا کسی دھندے سے کیا تعلق۔ میرا تو کمرشل پلازہ ہے اور پراپرٹی ڈیلنگ کا کام ہے"۔ سیٹھ اکمل نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

" پھر تو تم فضول آدمی ہو۔ پھر تو تمہیں ہلاک کر دینا چاہئے"۔ صدیقی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

" مار دوں خنجر دل پر"...... خاور نے کہا۔

" رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ مت مارو۔ ہاں میں بھی اس دھندے میں ملوث ہوں لیکن چھوٹے پیمانے پر۔ سب سے بڑا دھندہ نواب اکبر کا ہے"...... سیٹھ اکمل نے یکلخت چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

" اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ نواب اکبر اس دھندے میں ملوث ہے۔ اگر تم ثبوت مہیا کر دو تو میرا وعدہ کہ تمہیں آزاد کر دیا جائے

گا"...... صدیقی نے سیٹھ اکمل سے کہا۔

" نہیں نہیں۔ میرا کوئی تعلق نہیں ہے اس گندے دھندے سے۔ یہ سب غلط کہہ رہا ہے"...... نواب اکبر نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

" خاور اسے ہاف آف کر دو"...... صدیقی نے کہا تو خاور کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور مڑی ہوئی انگلی کا ہک اس قدر قوت سے نواب اکبر کی کنپٹی پر پڑا کہ اس کے حلق سے بس گھٹی گھٹی سی چیخ نکلی اور اس کے ساتھ ہی اس کی گردن ڈھلک گئی۔ سیٹھ اکمل کا چہرہ مزید زرد پڑ گیا تھا۔

" بولو۔ اگر کوئی ثبوت دے سکتے ہو تو تمہیں زندہ رہنے کا موقع مل جائے گا ورنہ"...... صدیقی نے جیب سے مشین پسٹل نکال کر اس کا رخ سیٹھ اکمل کی طرف کرتے ہوئے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

" صرف مجھے معلوم ہے۔ صرف مجھے معلوم ہے۔ نواب اکبر اور میں جس کمرے میں موجود تھے اس کے نیچے ایک خفیہ تہہ خانہ ہے۔ ایسا تہہ خانہ کہ جس کا راستہ صرف نواب اکبر اور میں ہی جانتا ہوں کیونکہ میں اور نواب اکبر شروع میں اس دھندے میں پارٹنر تھے لیکن پھر میں علیحدہ ہو گیا کیونکہ نواب اکبر اس دھندے میں بہت آگے بڑھ گیا تھا اور میں اس کا ساتھ نہ دے سکتا تھا"...... سیٹھ اکمل نے کہا۔

" تمہید مت باندھو۔ ورنہ"...... صدیقی کا لہجہ مزید سرد ہو گیا

تھا۔

" اس تہہ خانے میں نواب اکبر کے ہاتھ سے لکھی ہوئی وہ تمام فائلیں بھی موجود ہیں جن میں ان فلموں کے بنانے پر ہونے والے خرچ اور ان سے ہونے والی آمدنی کے اندراجات ہیں اور نواب اکبر کی عادت ہے کہ وہ ہر فلم کی ایک کاپی فائل کے ساتھ رکھتا ہے اور خود بھی دیکھتا ہے۔ اس تہہ خانے میں ایسے ایسے راز بھی موجود ہیں کہ شاید نواب اکبر کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہے"۔ سیٹھ اکمل نے کہا۔

" کہاں سے جاتا ہے وہ راستہ "...... صدیقی نے پوچھا تو سیٹھ اکمل نے راستہ بتا دیا۔

" کیا اس نے تمہارے علیحدہ ہونے کے بعد اس کا سسٹم بدل نہیں دیا ہوگا"...... صدیقی نے کہا۔

" نہیں۔ سسٹم وہی ہے کیونکہ ایک بار وہ مجھے وہاں لے گیا تھا۔ اس کو سو فیصد یقین ہے کہ اس سسٹم کی وجہ سے کوئی غلط آدمی تہہ خانہ تلاش ہی نہیں کر سکتا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کے نشانات کو اس کا توڑ بنا رکھا ہے"...... سیٹھ اکمل نے کہا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی اچانک نعمانی کمرے میں داخل ہوا۔

" فون ہے صدیقی"...... نعمانی نے کہا۔

" اچھا۔ خاور تم اسے بھی ہاف آف کر دو"...... صدیقی نے کہا اور

اٹھ کر تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔ اسے اپنے عقب میں سیٹھ اکمل کے چیخنے کی آواز سنائی دی لیکن وہ رکے بغیر آگے بڑھتا چلا گیا۔ نعمانی اس کے ساتھ تھا۔

" کس کا فون ہے"...... صدیقی نے کمرے سے باہر آکر پوچھا۔

" عمران صاحب کا"...... نعمانی نے جواب دیا اور صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمران جیسے ہی دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا بلیک زیرو اپنی عادت کے مطابق احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹھو"....... سلام دعا کے بعد عمران نے کہا اور خود بھی اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیا بات ہے۔ آپ کچھ ضرورت سے زیادہ ہی سنجیدہ نظر آ رہے ہیں"....... بلیک زیرو نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"آج وہ محاورہ مجھے سمجھ میں آیا ہے کہ کھوٹے سکے بھی کام آجاتے ہیں۔ آج تک میں اس محاورے کو غلط سمجھتا رہا کیونکہ کھوٹے سکے تو کسی طور پر کام آ ہی نہیں سکتے لیکن آج پتہ چلا ہے کہ محاورے غلط نہیں ہوا کرتے۔ ہم انہیں سمجھ نہیں سکتے"....... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"آپ کا مطلب ہے کہ آج آپ کوئی کھوٹا سکہ چلانے میں کامیاب

ہو گئے ہیں"....... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے نہیں قدرت نے اسے چلایا ہے اور اسی لئے میں تمہیں زندہ بھی نظر آ رہا ہوں ورنہ تمہاری بجائے منکر نکیر میرا انٹرویو لے رہے ہوتے"....... عمران نے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار چونک پڑا۔

"کیا مطلب۔ کیا کوئی حملہ ہوا ہے"....... بلیک زیرو نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"حملہ ہو جاتا تو میں تمہیں زندہ کیسے نظر آ سکتا تھا۔ ڈیڈی کا نشانہ اس عمر میں بھی بے داغ ہے"....... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ڈیڈی کا نشانہ۔ کیا مطلب۔ کیا آپ سر عبدالرحمن کی بات کر رہے ہیں"....... بلیک زیرو نے اور زیادہ حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ پہلے سلیمان نے اپنی ذہانت سے ان کے غصے کا رخ موڑا اور پھر سوپر فیاض نے اپنی ذہانت سے سارا مسئلہ حل کر دیا اس لئے تو کہہ رہا ہوں کہ کھوٹے سکے بھی واقعی کام آجاتے ہیں"....... عمران نے کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا ہوا ہے۔ کیا کوئی خاص بات ہو گئی ہے جو سر عبدالرحمن اس انتہا پر اتر آئے ہیں"....... بلیک زیرو نے کہا۔

"میرے خلاف باقاعدہ سازش کی گئی اور سازش بھی اس قدر بھرپور کہ اگر ڈیڈی کی بجائے میں ہوتا تو یقیناً خودکشی کر چکا ہوتا"۔ عمران نے کہا تو بلیک زیرو کا چہرہ حیرت کی شدت سے دیکھنے والا ہو گیا۔

" سازش ۔ آپ کے خلاف ۔ کیا مطلب "...... بلیک زیرو نے کہا۔

" میں فلیٹ پر گیا تو سلیمان نے بتایا کہ ڈیڈی کا دو بار فون آ چکا ہے ۔ وہ انتہائی غصے میں ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ میرے متعلق جو اطلاع انہیں ملی ہے وہ درست ثابت ہوئی تو وہ مجھے گولیوں سے چھلنی کر دیں گے جبکہ اس سے پہلے میں نے سوپر فیاض کو فون کیا تو مجھے بتایا گیا تھا کہ سوپر فیاض ڈیڈی کے ساتھ کسی ریڈ پر گئے ہیں۔ میں نے سنٹرل انٹیلی جنس بیورو فون کیا تو پتہ چلا کہ ابھی تک ریڈ سے واپسی نہیں ہوئی تھی۔ میں نے ڈیڈی کے پی اے واسطی سے پوچھا کہ ریڈ پر جانے سے پہلے کس کا فون آیا تھا تو واسطی نے بتایا کہ نواب اکبر آصف کا فون آیا تھا جس پر میں سمجھ گیا کہ نواب اکبر آصف نے کوئی ایسی اطلاع دی ہے جس پر ڈیڈی اس قدر غصے میں ہیں لیکن اس اطلاع کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا تھا۔ بہرحال پھر سوپر فیاض خود فلیٹ پر آیا تو اس سے ساری تفصیلات معلوم ہوئیں "...... عمران نے کہا۔

" کون سی تفصیلات "...... بلیک زیرو نے انتہائی بے چین سے لہجے میں پوچھا تو عمران نے سوپر فیاض سے ملنے والی تمام تفصیل دوہرا دی۔

" اوہ ۔ واقعی انتہائی بھیانک سازش تھی لیکن یہ سیٹھ اکمل کون ہے ۔ آپ تو نواب اکبر آصف کی بات کر رہے تھے اور نواب اکبر آصف کا اس مکروہ دھندے سے کیا تعلق ہے "...... بلیک زیرو نے

کہا تو عمران نے اسے سیٹھ بلڈنگ میں موجود کنگ اور سیٹھ برکت کے بارے میں تفصیل بتا دی۔

" اوہ ۔ صدیقی نے اچھا کیا کہ ان دونوں کا خاتمہ کر دیا۔ یہ لوگ تو اس سے بھی زیادہ عبرتناک سزا کے مستحق تھے "...... بلیک زیرو نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

" وہ تو اس نواب اکبر کا بھی اسی طرح خاتمہ کرنا چاہتا تھا لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس نواب اکبر کے تمام کرتوت پبلک کے سامنے آنے چاہئیں تاکہ عوام کو معلوم ہو سکے کہ ان مخصوص شرفاء کے اصل چہرے کس قدر بدنما اور مکروہ ہیں۔ میں ان مکروہ چہروں کو سامنے لانا چاہتا ہوں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ان کے خلاف کوئی ایسا ثبوت نہیں مل رہا جس کی بنیاد پر انہیں ایسا ثابت کیا جا سکے "۔ عمران نے کہا۔

" ان کو گرفتار کر کے ان سے اقرار جرم کرایا جا سکتا ہے "۔ بلیک زیرو نے کہا۔

" نہیں ۔ ڈیڈی کی تحویل میں جانے کے بعد ایسا بھی نہ ہو سکے گا اور اب چونکہ ڈیڈی اس سلسلے میں قدم بڑھا چکے ہیں اس لئے اب یہ کیس ان کا ہو گیا ہے۔ فورسٹارز کا نہیں رہا "...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

" یس "...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک آواز سنائی دی اور عمران

پہچان گیا کہ یہ نعمانی کی آواز ہے۔

" نعمانی میں عمران بول رہا ہوں۔ صدیقی کہاں ہے"...... عمران نے کہا۔

" اوہ آپ۔ صدیقی اور خاور چیکنگ روم میں ہیں۔ آپ کے کہنے پر ہم نے نواب اکبر کی رہائش گاہ پر بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کی اور اس کے بعد اس پوری رہائش گاہ کی تلاشی لی گئی لیکن وہاں سے نہ کوئی فائل ملی ہے اور نہ ہی کوئی ایسا ثبوت کہ جس کی بنا پر اس نواب اکبر کو اس مکروہ دھندے میں ملوث سمجھا جا سکے۔ اس کے بعد ہم نواب اکبر کو اٹھا کر ہیڈ کوارٹر لے آئے ہیں۔ اس کمرے میں جہاں نواب اکبر موجود تھا ایک اور آدمی بھی موجود تھا جس کی جیب سے ٹرانسمیٹر جھلک رہا تھا۔ ہم سمجھ گئے کہ یہ کوئی خاص آدمی ہے اس لئے صدیقی اسے بھی ساتھ لے آیا ہے اور اب وہ اور خاور ان دونوں سے پوچھ گچھ کر رہے ہیں"...... نعمانی نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" صدیقی کو بلاؤ۔ شاید پوچھ گچھ کے دوران کوئی بات سامنے آ گئی ہو"...... عمران نے کہا۔

" آپ کہاں سے فون کر رہے ہیں۔ کیا اپنے فلیٹ سے۔ آپ یہاں آ جائیں میرے خیال میں آپ اگر یہ پوچھ گچھ کریں گے تو شاید کوئی بہتر بات سامنے آ جائے"...... نعمانی نے کہا۔

" میں ایک پبلک فون بوتھ سے کال کر رہا ہوں اور ڈیڈی کے

پاس جا رہا ہوں کیونکہ اس نواب اکبر نے میرے خلاف بڑی بھیانک سازش کی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ڈیڈی کے پاس پہنچنے سے پہلے کوئی خاص بات معلوم کر لوں"...... عمران نے کہا۔

" سازش آپ کے خلاف۔ کیسی سازش"...... نعمانی نے چونک کر کہا۔

" تفصیل سے بات ہو گی۔ فی الحال تم صدیقی کو بلاؤ"۔ عمران نے کہا۔

" اوکے۔ ٹھیک ہے میں صدیقی کو بلاتا ہوں آپ ہولڈ آن کریں"...... نعمانی نے کہا اور پھر رسیور پر خاموشی طاری ہو گئی۔

" ہیلو میں صدیقی بول رہا ہوں"...... تھوڑی دیر بعد صدیقی کی آواز سنائی دی۔

" چیف آف فور سٹارز صاحب اگر اللہ نے تمہیں عزت دی ہے تو اس عزت کا اظہار بھی ہونا چاہئے"...... عمران نے کہا تو میز کی دوسری طرف بیٹھا ہوا بلیک زیرو بے اختیار مسکرا دیا۔

" یہ اظہار سر سٹار پر کیسے ہو سکتا ہے عمران صاحب"۔ دوسری طرف سے صدیقی نے ہنستے ہوئے کہا۔

" سر سٹار بے چارہ اب دم دار سٹار بن چکا ہے اور اپنی دم سے لٹکا اپنے روشن ماضی کو یاد کرتا رہتا ہے"...... عمران نے بڑے درد بھرے لہجے میں کہا تو صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔

" ماضی روشن ہو تو زیادہ بہتر ہوتا ہے"...... صدیقی نے جواب

دیا تو عمران اس کے خوبصورت جواب پر بے اختیار ہنس پڑا۔

" تمہیں شاید غلطی سے چیف بنا دیا گیا ہے ورنہ تم میں حقیقتاً چیف بننے والی خصوصیات نہیں ہیں"....... عمران نے کہا۔

" ارے ارے کیا ہوا۔ کیا میں نے کوئی غلط بات کر دی ہے"۔ صدیقی نے چونک کر کہا۔

" غلط بات کرتے تو پھر تو چیف بننے کے صحیح حقدار ہوتے۔ اصل مسئلہ تو یہی ہے کہ چیف وہ بنتے ہیں جو تمہاری طرح عقلمند اور حاضر جواب نہیں ہوتے۔ اپنے بڑے چیف کو ہی دیکھ لو۔ مجال ہے جو کبھی عقلمندی کی بات کرے یا سمجھے۔ بس غصہ ناک پر دھرا رہتا ہے"....... عمران نے کہا اور معنی خیز نظروں سے بلیک زیرو کو دیکھنے لگا۔ بلیک زیرو بیٹھا مسکرا رہا تھا۔

" اسی لئے تو میں آپ کے سامنے اپنے آپ کو چیف نہیں کہتا"....... صدیقی نے کہا اور عمران ایک بار پھر ہنس پڑا۔

" اچھا یہ بتاؤ کہ نواب اکبر صاحب کو کوئی تکلیف تو نہیں پہنچائی تم نے"....... عمران نے کہا۔

" آپ نے منع کر رکھا تھا ورنہ میرا دل تو چاہ رہا تھا کہ اس کا یہ مکروہ چہرہ نوچ لوں۔ بہرحال اس کے خلاف ثبوت مل گیا ہے"۔ صدیقی نے کہا تو عمران کے ساتھ ساتھ بلیک زیرو بھی چونک پڑا۔

" ثبوت۔ لیکن کیا"....... عمران نے پوچھا۔

" نواب اکبر کے ساتھ اس کے کمرے میں ایک اور آدمی بھی

موجود تھا۔ اس کی جیب سے ٹرانسمیٹر جھلک رہا تھا جس کی وجہ سے میں سمجھ گیا کہ یہ کوئی عام ملاقاتی نہیں ہو سکتا اس لئے میں اسے بھی ساتھ لے آیا۔ اب اس نے بتایا ہے کہ اس کا نام سیٹھ اکمل ہے اور وہ بھی یہی مکروہ دھندہ کرتا ہے اور ہاں اس نے ایک نئی بات بھی کی ہے کہ انہوں نے آپ کے خلاف مل کر سازش کی ہے"۔ صدیقی نے کہا۔

" اوہ۔ تو یہ وہی سیٹھ اکمل ہے۔ ہاں سازش تو انہوں نے کی ہے لیکن اس کی تفصیل بعد میں بتاؤں گا تم پہلے وہ ثبوت والی بات بتاؤ"....... عمران نے کہا تو صدیقی نے سیٹھ اکمل کی تہہ خانے کے بارے میں بتائی ہوئی بات دوہرا دی۔

" اوہ۔ لیکن پہلے اس کمرے کو چیک کرنا ہو گا کیونکہ اب معاملات ڈیڈی کی تحویل میں چلے گئے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ سیٹھ اکمل غلط بیانی کر رہا ہو"....... عمران نے کہا۔

" سر عبدالرحمن کی تحویل میں چلے گئے ہیں معاملات۔ کیا مطلب"۔ صدیقی نے چونک کر پوچھا۔

" یہ اس سازش کا ہی سلسلہ ہے"....... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ساری تفصیل بتا دی۔

" اوہ۔ پھر تو سیٹھ بلڈنگ سے بھی ہمیں لاشیں ہٹانا ہوں گی کیونکہ سر عبدالرحمن تو وہاں فور سٹارز کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کرا دیں گے"....... صدیقی نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

"ہاں لیکن پہلے اس نواب اکبر کے خلاف ثبوت والی بات کنفرم ہونی چاہئے"....... عمران نے کہا۔

"کنفرم تو اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ ہم دوبارہ وہاں جائیں اور دوبارہ وہاں بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کریں۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ وہاں پولیس پہلے ہی پہنچ چکی ہو"....... صدیقی نے کہا۔

"کیا تمہارے ذہن میں کوئی ایسا راستہ نہیں ہے جس سے تم پولیس کی نظروں میں آئے بغیر اس کمرے تک پہنچ سکو"....... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ ہے تو سہی"....... صدیقی نے کہا۔

"پولیس اگر ہوئی تو باہر ہو گی تم اس راستے سے اندر جاؤ اور دوبارہ بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کر دو اس کے بعد اس تہہ خانے کو چیک کرو۔ اگر ایسا ہی ہے جیسا کہ سیٹھ اکمل نے بتایا ہے تو تم فوراً ٹرانسمیٹر پر مجھے اطلاع دو لیکن ہیڈ کوارٹر پر کسی کو چھوڑ جانا تاکہ نواب اکبر اور سیٹھ اکمل کا خیال رکھا جا سکے۔ یہ اس وقت انتہائی اہم آدمی ہیں"....... عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں خاور کے ساتھ چلا جاتا ہوں۔ نعمانی یہیں رہے گا"....... صدیقی نے کہا۔

"او کے میں تمہاری طرف سے ٹرانسمیٹر کال کا انتظار کروں گا"۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

"اگر واقعی یہ ثبوت مل جاتے ہیں تو پھر نواب اکبر اور سیٹھ اکمل

اور اس جیسے دوسرے لوگوں کے مکروہ چہرے واقعی عوام کے سامنے بے نقاب ہو جائیں گے اور مجھے یقین ہے کہ عوام خود ہی ان کی تکہ بوٹی کر دیں گے۔ اس قدر بھیانک اور مکروہ کام کم از کم انسان نہیں کر سکتے"....... بلیک زیرو نے نفرت بھرے لہجے میں کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

سر عبدالرحمن اپنے آفس میں موجود تھے۔ سیٹھ اکمل کے بارے میں انہیں رپورٹ مل چکی تھی کہ وہ ملک سے باہر گیا ہوا ہے جبکہ انہوں نے نواب اکبر سے بھی رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن نواب اکبر بھی دستیاب نہ ہو رہے تھے۔ سر عبدالرحمن کافی دیر سوچتے رہے کہ ان حالات میں انہیں کیا قدم اٹھانا چاہئے۔ اچانک انہوں نے رسیور اٹھایا اور پی اے کے نمبر پریس کر دیئے۔

"یس سر"...... دوسری طرف سے پی اے کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"سر سلطان سے میری بات کراؤ"...... سر عبدالرحمن نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ چونکہ معاملہ عمران کا تھا اور عمران ان کا بیٹا تھا اس لئے انہوں نے سوچا تھا کہ سر سلطان سے اس بارے میں مشورہ کر لیا جائے۔ اس کے بعد ہی کوئی بڑا قدم اٹھایا جائے۔ تھوڑی دیر بعد گھنٹی

بج اٹھی تو سر عبدالرحمن نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"سر سلطان صاحب سے بات کیجئے جناب"...... دوسری طرف سے پی اے کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"ہیلو عبدالرحمن بول رہا ہوں"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"سلطان بول رہا ہوں۔ خیریت۔ کیسے یاد کیا ہے"...... دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

"تمہارے لاڈلے کے خلاف ایک سازش سامنے آئی ہے اور اس سازش کا بروقت پتہ چل گیا ہے ورنہ شاید وہ اب تک زندہ نہ رہتا"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"میرے لاڈلے۔ کیا مطلب۔ اوہ کہیں تم عمران کی بات تو نہیں کر رہے۔ کیسی سازش"...... سر سلطان نے چونک کر پوچھا تو سر عبدالرحمن نے نواب اکبر آصف کے فون کرنے سے لے کر آخر تک ساری تفصیل بتا دی۔

"اوہ۔ ویری بیڈ۔ یہ تو واقعی انتہائی بھیانک سازش ہے۔ اگر تم پورچ میں کار کے ٹائروں کے نشانات والا نکتہ نہ سوچتے تو سازشی یقیناً اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے لیکن یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں۔ کون ہے یہ سیٹھ اکمل اور کیوں انہوں نے یہ سازش کی ہے اور عمران کا ان سے کیا تعلق ہے"...... سر سلطان نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

"سیٹھ اکمل ملک سے باہر ہے ورنہ وہ خود بتا دیتا کہ اصل بات کیا ہے اور عمران فلیٹ پر موجود نہیں ہے۔ نجانے وہ کہاں آوارہ گردی کر رہا ہو گا۔ میں اس معاملے میں کوئی فوری قانونی اقدام کرنا چاہتا ہوں اس لئے میں نے سوچا کہ پہلے تم سے بات کر لوں۔ تم چیف آف پاکیشیا سیکرٹ سروس سے کہو کہ وہ عمران کو جہاں کہیں بھی وہ ہو فون کر کے میرے پاس بھجوا دے تاکہ میں اس کا بیان قلمبند کر کے اس معاملے کو قانونی حیثیت دے سکوں"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"جب سازش ثابت ہو گئی ہے اور سازش کے سرغنے بھی سامنے ہیں تو عمران کے بیان کی کیا ضرورت ہے۔ تم اپنا کام کرو"۔ سر سلطان نے کہا۔

"اس میں عمران پوری طرح ملوث ہے۔ ظاہر ہے یہ سارا معاملہ اس پر ڈالا گیا ہے تو لامحالہ وہ بھی اس میں کسی نہ کسی طرح ملوث بہرحال ہے اس لئے اس کا بیان ضروری ہے اور ہو سکتا ہے کہ مجھے اس کی گرفتاری کے احکامات دینے پڑیں"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"تو تمہارا کیا خیال ہے کہ واقعی عمران اس مکروہ کام میں ملوث ہو سکتا ہے"...... سر سلطان کے لہجے میں ہلکا سا غصہ تھا۔

"مجھے معلوم ہے کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ جب میرے نوٹس میں بات آئی تو مجھے بھی اس پر یقین اس لئے نہ آیا تھا کہ وہ بہرحال میرا

بیٹا ہے۔ وہ چاہے کچھ ہی کیوں نہ کر لے کم از کم بے غیرت نہیں ہو سکتا لیکن اس کے باوجود بہرحال اس کا بیان تو لینا ہی پڑے گا۔ یہ قانونی معاملہ ہے میں اس میں بے بس ہوں"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں چیف سے بات کرتا ہوں"...... سر سلطان نے کہا۔

"انہیں کہہ دینا کہ میں عمران کا انتظار کر رہا ہوں کیونکہ جن لوگوں کو گرفتار کیا گیا ہے انہیں میں زیادہ دیر تک بغیر مقدمہ درج کئے نہیں رکھ سکتا کیونکہ یہ بھی قانون کی خلاف ورزی ہے"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ بے فکر رہو میں چیف سے کہہ دیتا ہوں اور ہو سکتا ہے کہ چیف یہ معاملہ خود اپنے ہاتھ میں لے لے کیونکہ عمران اس کا نمائندہ خصوصی ہے"...... سر سلطان نے کہا۔

"نہیں۔ ایسا ممکن نہیں ہے۔ سیکرٹ سروس کا اس معاملے میں کوئی تعلق نہیں ہے۔ تم انہیں صرف اتنا کہہ دو کہ وہ عمران کو ڈھونڈ کر میرے پاس فوراً بھجوا دیں یا پھر مجھے بتائیں کہ وہ کہاں ہے"۔ سر عبدالرحمن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ بے فکر رہو میں ابھی ان سے بات کرتا ہوں"۔ دوسری طرف سے سر سلطان نے کہا تو سر عبدالرحمن نے رسیور رکھ دیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی کام کرتے فون کی گھنٹی بج اٹھی

تو انہوں نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔

"یس"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"جناب۔ نواب اکبر آصف کی بیگم آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں"...... دوسری طرف سے پی اے کی مؤدبانہ آواز سنائی دی تو سر عبدالرحمن بے اختیار چونک پڑے۔

"کراؤ بات"...... سر عبدالرحمن نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"بھائی صاحب۔ میں نے مجبوراً آپ کو یہاں آفس میں فون کیا ہے۔ امید ہے آپ ناراض نہ ہوں گے"...... چند لمحوں بعد نواب اکبر کی بیگم کی آواز سنائی دی۔

"نواب صاحب کہاں ہیں اور آپ نے کیوں فون کیا ہے۔ کیا کوئی خاص بات ہو گئی ہے"...... سر عبدالرحمن نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"نواب صاحب اپنے خاص کمرے میں تھے کہ اچانک ہم سب بے ہوش ہو گئے پھر جب ہمیں ہوش آیا تو نواب صاحب اپنے کمرے سے غائب تھے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آرہا کہ یہ سب کیا ہے۔ مجھ سمیت تمام ملازمین بھی اچانک بے ہوش ہو گئے تھے۔ میں تو خود خوفزدہ ہو گئی ہوں۔ میں پہلے تو نواب صاحب کی واپسی کا انتظار کرتی رہی۔ ہمارا مینجر پولیس کو اطلاع دینا چاہتا تھا لیکن میں نے منع کر دیا کیونکہ نواب صاحب کی اجازت کے بغیر میں ایسا نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن

جب نواب صاحب نہ آئے اور نہ ہی ان کے بارے میں کہیں سے اطلاع ملی تو مجھے آپ کا خیال آیا اس لئے میں نے فون کیا ہے بھائی صاحب۔ میرا دل بے حد پریشان ہے۔ آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا"۔ بیگم نواب اکبر نے انتہائی پریشان سے لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ یہ کب کی بات ہے"...... سر عبدالرحمن نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹے ہو گئے ہیں"...... بیگم نواب اکبر نے جواب دیا۔

"آپ بے فکر رہیں اور ہرگز پریشان نہ ہوں۔ میں معلوم کر لوں گا کہ کیا ہوا ہے۔ ہاں اگر نواب صاحب کی طرف سے کہیں سے اطلاع آئے تو آپ انہیں کہہ دیں کہ وہ مجھے فون کر لیں"۔ سر عبدالرحمن نے کہا۔

"ٹھیک ہے بھائی صاحب۔ اب آپ کے تسلی دینے سے میری پریشانی کم ہو گئی ہے۔ خدا حافظ"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو سر عبدالرحمن نے رسیور رکھ دیا۔

"سب بے ہوش ہو گئے اور نواب اکبر غائب ہو گیا۔ اس کا کیا مطلب ہوا"...... سر عبدالرحمن نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ یہ بات تو وہ بہرحال سمجھ گئے تھے کہ رہائش گاہ میں بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کی گئی ہو گی اور پھر نواب اکبر کو اغوا کر لیا گیا ہو گا لیکن وہ

یہ سوچ رہے تھے کہ یہ کام کون کر سکتا ہے۔ یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔ ابھی وہ بیٹھے سوچ ہی رہے تھے کہ فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی اور سر عبدالرحمن نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

" یس "....... سر عبدالرحمن نے کہا۔

" سیکرٹری وزارت خارجہ سر سلطان کی کال ہے جناب "....... پی اے نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" کراؤ بات "....... سر عبدالرحمن نے کہا۔

" ہیلو۔ سلطان بول رہا ہوں "....... چند لمحوں بعد سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

" عبدالرحمن بول رہا ہوں۔ کیا ہوا۔ کچھ پتہ چلا عمران کا "۔ سر عبدالرحمن نے کہا۔

" میں نے چیف سے بات کی ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ اس کیس پر پاکیشیا سیکرٹ سروس کی ذیلی تنظیم فور سٹارز کافی عرصے سے کام کر رہی ہے اور عمران بھی اس سلسلے میں کام کر رہا ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ مجرموں نے عمران کے خلاف سازش اس لئے کی ہے کہ وہ اس طرح تمہارے ہاتھوں عمران کو ہلاک کرانا چاہتے تھے۔ بہرحال چیف نے کہا ہے کہ مجرموں کو گرفتار کر لیا گیا ہے جس پر میں نے انہیں کہا کہ یہ کیس چونکہ انٹیلی جنس کا ہے اس لئے یہ کیس تمہارے محکمے کے حوالے کر دیا جائے تو انہوں نے خود ہی اس بات سے اتفاق کیا ہے اور مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ جلد ہی ایسا

کریں گے "....... سر سلطان نے کہا۔

" لیکن نواب اکبر تو مجرم نہیں ہے پھر چیف اور اس کے آدمیوں نے اسے اس کی رہائش گاہ سے کیوں اغوا کیا ہے "....... سر عبدالرحمن نے غصیلے لہجے میں کہا کیونکہ سر سلطان کی بات سے وہ سمجھ گئے تھے کہ بے ہوش کر کے نواب اکبر کے اغوا میں یقیناً فور سٹارز کا ہی ہاتھ ہو گا۔

" نواب اکبر کا اغوا۔ کیا مطلب "....... سر سلطان نے چونک کر پوچھا۔

" ابھی نواب صاحب کی بیگم کا فون آیا تھا۔ انہوں نے بتایا ہے کہ اچانک سارے گھر والے بے ہوش ہو گئے اور جب انہیں ہوش آیا تو نواب اکبر غائب تھے۔ پہلے تو میں نہ سمجھ سکا تھا کہ یہ کام کس کا ہو گا لیکن اب یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ یہ کام فور سٹارز کا ہی ہو سکتا ہے "....... سر عبدالرحمن نے کہا۔

" مجھے تو بہرحال اس بارے میں علم نہیں ہے۔ ویسے نواب اکبر جیسا آدمی اس کام میں ملوث ہی نہیں ہو سکتا اس لئے میرا خیال ہے کہ کوئی اور مسئلہ ہو گا۔ بہرحال تم بے فکر رہو۔ سب کچھ تمہاری مرضی کے مطابق ہو گا "....... سر سلطان نے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ شکریہ "....... سر عبدالرحمن نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

عمران بدستور دانش منزل میں موجود تھا البتہ اس نے ٹرانسمیٹر پر اپنی فریکونسی ایڈجسٹ کر دی تھی تاکہ اگر صدیقی کی کال آئے تو وہ اسے اٹنڈ کر سکے اور پھر ٹرانسمیٹر پر کال آ گئی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو صدیقی بول رہا ہوں۔ اوور"....... صدیقی کی آواز سنائی دی۔

"یس۔ عمران اٹنڈنگ یو۔ کیا رپورٹ ہے۔ اوور"....... عمران نے کہا۔

"عمران صاحب سیٹھ اکمل نے درست نشاندہی کی ہے اور تہہ خانے میں واقعی ناقابل تردید ثبوت موجود ہیں۔ اوور"....... صدیقی نے کہا تو عمران کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔

"کیا ثبوت ہیں۔ تفصیل بتاؤ۔ اوور"....... عمران نے کہا تو

صدیقی نے تفصیل بتانا شروع کر دی۔

"کیا وہاں دوبارہ بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کی تھی یا ویسے ہی پہنچ گئے تھے۔ اوور"....... عمران نے پوچھا۔

"وہاں پولیس موجود ہی نہیں تھی اور اس بار بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی کیونکہ نواب اکبر کا یہ خصوصی حصہ باقی رہائش گاہ سے بالکل علیحدہ ہے۔ میں اور خاور عقبی دیوار پھلانگ کر اندر گئے اور پھر کسی کی نظروں میں آئے بغیر اس کمرے تک پہنچ گئے۔ یہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے۔ اسے بند کر کے ہم نے چیکنگ کی اور پھر ہم نے تہہ خانہ تلاش کر لیا اور اس کے بعد سب کچھ اسی طرح بند کر کے واپس آ گئے ہیں اور اب یہاں ہیڈ کوارٹر سے آپ کو کال کر رہا ہوں۔ اوور"....... صدیقی نے کہا۔

"اس سیٹھ اکمل اور نواب اکبر کی کیا پوزیشن ہے۔ اوور"۔ عمران نے پوچھا۔

"دونوں بے ہوش ہیں۔ اوور"....... صدیقی نے جواب دیا۔

"اب تم ایسا کرو کہ ان دونوں کو اسی بے ہوشی کے عالم میں سیٹھ بلڈنگ پہنچا کر مجھے اطلاع دو اور وہاں موجود لاشیں اٹھا کر ہیڈ کوارٹر لے آؤ اور یہاں انہیں برقی بھٹی میں ڈال دو تاکہ اب ان دونوں کے مکروہ اور بھیانک چہروں کی رونمائی کا کام شروع کیا جا سکے۔ اوور"....... عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی انتظام کرتا ہوں۔ اوور"....... صدیقی

نے کہا۔

" یہ انتظام کر کے تم نے پھر مجھے کال کرنی ہے تاکہ میں ڈیڈی کے پاس پہنچ کر کارروائی کا آغاز کر سکوں اور اس طرح یہ مشن انجام کو پہنچ سکے۔ اوور اینڈ آل "...... عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا اور پھر اس سے پہلے کہ عمران اور بلیک زیرو کے درمیان مزید کوئی بات ہوتی ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے رسیور اٹھالیا۔

" ایکسٹو "...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

" سلطان بول رہا ہوں۔ کیا عمران یہاں موجود ہے "...... دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

" نہ بھی موجود ہو تو فرمان شاہی پر اسے مجبوراً موجود ہونا پڑے گا "...... عمران نے اپنے اصل لہجے میں کہا۔

" یہ تمہارے خلاف کون سازش کر رہا ہے عمران۔ تمہارے ڈیڈی نے ابھی فون کر کے مجھے تفصیل بتائی ہے "...... سر سلطان نے کہا۔

" چند مکروہ اور بھیانک چہرے ہیں جو بظاہر شرافت کا نقاب اوڑھے ہوئے ہیں اور چونکہ میں ان چہروں کو بے نقاب کرنے کے درپے ہوں اس لئے یہ سازش ہوئی ہے لیکن ڈیڈی نے آپ کو کیوں فون کیا ہے "...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" وہ جلد از جلد قانونی کارروائی کرنا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں انہیں تمہارے بیان کی ضرورت ہے اور تم انہیں کہیں دستیاب

نہیں ہو رہے اس لئے انہوں نے مجھے کہا ہے کہ میں چیف سے کہوں کہ وہ تمہیں ٹریس کر کے ان کے پاس بھیجے "...... سر سلطان نے کہا۔

" میں خود بھی وہاں جانا چاہتا ہوں لیکن اس سے پہلے میں معاملات کو سمیٹ لینا چاہتا ہوں تاکہ پکا پکایا حلوہ ان کی خدمت میں پستہ اور بادام لگا کر پیش کیا جا سکے "...... عمران نے کہا تو سر سلطان بے اختیار ہنس پڑے۔

" کیا اس پر سیکرٹ سروس کام کر رہی ہے "...... سر سلطان نے پوچھا۔

" جی نہیں۔ سیکرٹ سروس کے دائرہ کار میں تو یہ نہیں آتا۔ اس پر سیکرٹ سروس کی ذیلی تنظیم فور سٹارز کام کر رہی ہے "...... عمران نے جواب دیا۔

" لیکن اصل مسئلہ کیا ہے۔ یہ عریاں فلموں کا کیا سلسلہ ہے "۔ سر سلطان نے پوچھا تو عمران نے انہیں عریاں فلموں کے بارے میں تفصیل بتانا شروع کر دی۔

" اوہ۔ اوہ۔ ویری بیڈ۔ اس قدر کمینگی اور بے غیرتی۔ اوہ۔ ایسے لوگ بھی ہمارے معاشرے میں موجود ہیں۔ یہ پولیس اور انٹیلی جنس کیا کرتی رہتی ہے "...... سر سلطان نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

" پولیس کو تو چھوڑیں البتہ انٹیلی جنس کو اس بارے میں کام

کرنا چاہئے تھا اور یہی بات میں ڈیڈی سے کرنا چاہتا ہوں"۔ عمران نے کہا۔

"تو تم اس کیس کو فورسٹارز کے ذمے لگانا چاہتے ہو"۔ سر سلطان نے کہا۔

"نہیں۔ فورسٹارز پورے ملک میں پھیلے ہوئے اس نیٹ ورک کو کور نہیں کر سکتی۔ یہ کام انٹیلی جنس ہی کر سکتی ہے اس لئے لامحالہ کیس تو ان کا ہی بنے گا لیکن میں چاہتا ہوں کہ کوئی گنجائش باقی نہ رہے"....... عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ خدا حافظ"....... سر سلطان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔

"آپ کے ڈیڈی اس سلسلے میں بڑے بے چین ہو رہے ہیں اسی لئے انہوں نے سر سلطان کو فون کیا ہے"....... بلیک زیرو نے کہا۔

"انہیں ہونا بھی چاہئے کیونکہ دو آدمی ان کی تحویل میں ہیں اور ڈیڈی قانونی ضابطوں کا بے حد خیال رکھتے ہیں اور جب تک باقاعدہ مقدمہ درج نہیں ہوتا ان دونوں کی تحویل غیر قانونی ہی سمجھی جائے گی"....... عمران نے کہا اور بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد ٹرانسمیٹر سے کال آنا شروع ہو گئی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو۔ صدیقی کالنگ۔ اوور"....... صدیقی کی آواز سنائی دی۔

"یس۔ علی عمران اٹنڈنگ یو۔ اوور"....... عمران نے جواب

دیتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب آپ کے حکم کے مطابق نواب اکبر اور سیٹھ اکمل دونوں کو سیٹھ بلڈنگ میں پہنچا دیا گیا ہے اور وہاں سے لاشیں بھی اٹھوالی گئی ہیں۔ اوور"....... صدیقی نے کہا۔

"وہاں اب کون موجود ہے۔ اوور"....... عمران نے پوچھا۔

"چوہان موجود ہے۔ اوور"....... صدیقی نے کہا۔

"ٹھیک ہے بے حد شکریہ۔ میرا چیک تیار رکھنا میں وصولی کے لئے جلد پہنچ رہا ہوں۔ اوور اینڈ آل"....... عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

"تو اب آپ نے صدیقی سے بھی چیک وصول کرنے شروع کر دیئے ہیں"....... بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"جب آدمی باورچی رکھ لے اور باورچی بھی آغا سلیمان پاشا جیسا تو پھر اسے مجبوراً کئی کئی جگہ ٹرائیاں کرنی پڑتی ہیں"....... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا تو بلیک زیرو بھی بے اختیار ہنستا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"ذرا صدیقی کو میری سفارش کر دینا تاکہ وہ بڑا سا چیک جاری کرے۔ تمہیں خود دیتے ہوئے تو تکلیف ہوتی ہے۔ سفارش کرنے سے تو تکلیف نہ ہو گی"....... عمران نے کہا اور بلیک زیرو بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا اور عمران مسکراتا ہوا تیز تیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار تیز رفتاری سے

سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ سنٹرل انٹیلی جنس بیورو پہنچ کر عمران نے کار پارکنگ میں روکی اور پھر نیچے اتر کر تیز تیز قدم اٹھاتا سر عبدالرحمن کے آفس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

سر عبدالرحمن اپنے آفس میں موجود تھے۔ ان کی نظریں سامنے رکھی ہوئی ایک فائل پر جمی ہوئی تھیں۔ پھر انہوں نے قلمدان سے قلم اٹھایا اور فائل پر اپنے دستخط کر کے قلم واپس رکھا اور فائل بند کر کے ایک طرف رکھی ہوئی ٹرے میں رکھ دی لیکن دوسرے لمحے وہ یہ دیکھ کر بے اختیار چونک پڑے کہ ان کی میز کے قریب دفتر کا سب سے پرانا چپڑاسی بابا نور دین ہاتھ باندھے اور سر جھکائے مؤدب کھڑا تھا۔

"تم اور یہاں۔ کس وقت آئے ہو۔ مجھے تو احساس ہی نہیں ہوا"....... سر عبدالرحمن نے مسکراتے ہوئے انتہائی نرم لہجے میں کہا۔ بابا نور دین اب ریٹائر ہونے کے قریب تھے اور وہ چونکہ انتہائی دیانتدار آدمی تھا اس لئے سر عبدالرحمن اس کی بے حد عزت کرتے تھے۔

" جناب آپ مصروف تھے "....... بابا نور دین نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" ہونہہ۔ کیسے آئے ہو۔ کیا کوئی خاص بات ہے "....... سر عبدالرحمن نے اسی طرح نرم لہجے میں کہا۔

" جی صاحب۔ آپ سے ایک درخواست کرنی ہے "....... بابا نور دین نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" کیا ہوا۔ کیا رقم چاہیئے "....... سر عبدالرحمن نے کوٹ کی اندرونی جیب کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

" نہیں جناب۔ اللہ کا دیا ہوا بہت کچھ ہے۔ مجھے رقم نہیں چاہیئے جناب "....... بابا نور دین نے جواب دیا تو سر عبدالرحمن کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

" پھر "....... سر عبدالرحمن کا لہجہ اس بار قدرے سخت تھا۔

" درخواست ہے کہ آپ چھوٹے صاحب کو معاف فرما دیں "۔ بابا نور دین نے کہا۔

" چھوٹے صاحب کو۔ کون چھوٹا صاحب "....... سر عبدالرحمن نے اور زیادہ حیران ہوتے ہوئے کہا۔

" علی عمران بیٹے کے بارے میں عرض کر رہا ہوں جناب "۔ بابا نور دین نے کہا تو سر عبدالرحمن بے اختیار چونک پڑے۔

" عمران کے بارے میں۔ کہاں ہے عمران۔ تم سے کب ملا ہے وہ "....... سر عبدالرحمن نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" وہ باہر موجود ہیں جناب۔ اور وہ انتہائی خوفزدہ ہیں۔ انہوں نے مجھے کہا ہے کہ میں جا کر معافی دلا دوں۔ بڑے صاحب بچے غلطیاں کرتے رہتے ہیں۔ بڑے پھر بڑے ہوتے ہیں جناب میں اس کی طرف سے معافی چاہتا ہوں "....... بابا نور دین نے کہا۔

" تمہیں اس نے کیا بتایا ہے اس نے کیا غلطی کی ہے "....... سر عبدالرحمن نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ عمران نے بابا نور دین کو بے وقوف بنایا ہے۔

" انہوں نے بتایا ہے بڑے صاحب کہ آپ نے انہیں فوری طلب کیا تھا لیکن وہ دیر سے پہنچے ہیں "....... بابا نور دین نے بڑے سادہ سے لہجے میں کہا تو سر عبدالرحمن اپنی عادت کے خلاف بے اختیار ہنس پڑے۔

" اب واقعی اسے سزا ملنی چاہیئے کہ اس شیطان نے تم جیسے بزرگ کو بے وقوف بنانے کی کوشش کی ہے "....... سر عبدالرحمن نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

" جناب۔ چھوٹے صاحب میری بے حد عزت کرتے ہیں۔ وہ انتہائی سعادت مند ہیں۔ آپ بھی مجھ پر مہربانی فرماتے ہیں۔ آپ معاف فرما دیں تو میرا بھرم رہ جائے گا "....... بابا نور دین نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

" ٹھیک ہے۔ میں نے تمہاری خاطر اسے معاف کر دیا ہے۔ بھیجو اسے اندر "....... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ جناب۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے گا"۔ بابا نور دین اس طرح خوش ہو گیا جیسے اسے ہفت اقلیم کی دولت مل گئی ہو۔ اس نے سلام کیا اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔

"السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ"...... چند لمحوں بعد عمران نے اندر داخل ہو کر انتہائی خشوع و خضوع سے سلام کرتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم السلام۔ تم نے کیا ڈرامہ شروع کر دیا ہے۔ ادھر آؤ"۔ سر عبدالرحمن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"بابا نور دین بہت عزت دار آدمی ہیں جناب۔ ڈرامہ نہیں ہیں"...... عمران نے کہا۔

"میں تمہاری بات کر رہا ہوں۔ بابا نور دین کی نہیں۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تم کہاں آوارہ گردی کرتے رہتے ہو"...... سر عبدالرحمن نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"اگر والد محترم صرف اپنے دفتر تک ہی محدود ہو جائیں تو ظاہر ہے پھر بیٹے کو ہی بھاگنا دوڑنا پڑتا ہے"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا تو سر عبدالرحمن بے اختیار چونک پڑے۔ ان کے چہرے پر غصے کے ساتھ ساتھ حیرت کے تاثرات بھی ابھر آئے تھے۔

"کیا مطلب۔ کیا کہنا چاہ رہے ہو تم"...... سر عبدالرحمن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ڈیڈی گستاخی معاف۔ کیا حکومت نے آپ کو اس لئے انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل بنایا ہے کہ آپ بس آفس میں بیٹھ کر فائلیں

پڑھتے رہیں اور غریبوں کی عزتیں سر راہ پامال ہوتی رہیں۔ کیا آپ نے کبھی معلوم کیا ہے کہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ مجھے افسوس ہے ڈیڈی لیکن میں یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ آپ کی انٹیلی جنس کی کارکردگی مثالی نہیں ہے"...... عمران کا لہجہ یکلخت سرد اور سپاٹ ہو گیا۔

"تم۔ تم یہ بات کر رہے ہو۔ اور وہ بھی مجھے۔ تمہاری یہ جرأت"...... سر عبدالرحمن کا چہرہ غصے کی شدت سے پھڑکنے لگا تھا۔

"آپ نے روشن کالونی کی کوٹھی میں جا کر فلم دیکھی تھی۔ دیکھی تھی ناں"...... عمران نے کہا۔

"مت بات کرو اس کی۔ اس کی بات کرنا ہی ذلالت ہے"۔ سر عبدالرحمن نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"اور یہ ذلالت پورے ملک میں کھلے عام جاری ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس میں جو عورت دکھائی جاتی ہے وہ کون ہے"...... عمران نے کہا۔

"عورت۔ عورت تو بہت مقدس اور عظیم لفظ ہے۔ تم اسے عورت کہہ رہے ہو۔ نانسنس۔ یہ عورت نہیں ہو سکتی۔ یہ تو کتیا سے بھی بدتر ہے۔ کوئی بدذات طوائف ہو گی"...... سر عبدالرحمن نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہی بات میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ نہ طوائف ہے اور نہ کوئی بدذات ہے۔ یہ کام شریف اور عزت دار لڑکیوں سے زبردستی

کرایا جا رہا ہے۔ ان شریف باعزت اور باغیرت لڑکیوں سے جو ہم
سب کی بیٹیاں ہیں۔ ہم سب کی بہنیں ہیں اور معاشرے کے منہ پر
سیاہی ملنے والے بھی وہ لوگ ہیں جو بظاہر شریف اور باعزت ہیں۔
بظاہر شریف اور باعزت چہرے لیکن دراصل کمینے، مکروہ خبیث اور
بھیانک چہرے"...... عمران کا لہجہ اور بلند ہو گیا تھا۔

" یہ کیسے ممکن ہے۔ اس حد تک ذلالت اور کمینگی کوئی شریف
آدمی تو کیا بدمعاش بھی نہیں کر سکتا کہ کسی شریف لڑکی کو اس
طرح کی فلموں میں استعمال کرے اور وہ لڑکی کیسے استعمال ہو سکتی
ہے۔ نہیں۔ وہ مر تو سکتی ہے لیکن ایسا نہیں کر سکتی"...... سر
عبدالرحمن نے میز پر مکہ مارتے ہوئے انتہائی جلال بھرے لہجے میں
کہا۔

" مجبوری اور بے کسی ڈیڈی۔ اس لئے کہ پولیس اور انٹیلی جنس
جس کا کام ان کی حفاظت کرنا ہے وہ نہیں کر رہی۔ یہ فلمیں پورے
ملک میں حشرات الارض کی طرح پھیلی ہوئی ویڈیو کیسٹس کی
دکانوں پر عام فروخت ہو رہی ہیں اور آپ کو اس کا علم تک نہیں"۔
عمران نے کہا۔

" کیا کہنا چاہتے ہو۔ کھل کر بات کرو"...... سر عبدالرحمن نے
غصے کی شدت سے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

" آپ کو نواب اکبر آصف نے فون کر کے میرے بارے میں
اطلاع دی تھی ناں"...... عمران نے کہا۔

" ہاں۔ لیکن"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

" سب سے بڑا مجرم یہی نواب اکبر آصف ہے ڈیڈی اور اس نے
یہ سازش اس لئے کی تھی کہ آپ کے ہاتھوں مجھے ہلاک کرا سکے کیونکہ
میں نے اس کے اس مکروہ دھندے کے خلاف کام شروع کر رکھا
تھا"...... عمران نے کہا۔

" نہیں۔ یہ ان کا نہیں۔ یہ سیٹھ اکمل کا کام ہے۔ وہ ایسا نہیں کر
سکتے"...... سر عبدالرحمن نے حتمی لہجے میں کہا۔

" اگر آپ کو اس کا ناقابل تردید ثبوت مہیا کر دیا جائے تب"۔
عمران نے کہا۔

" مجھے معلوم ہے کہ تمہارے چیف نے فور سٹارز کے ذریعے اسے
اس کی رہائش گاہ سے اغوا کرایا ہے اور یقیناً تم نے اس پر جبر کر کے
اس سے اقرار جرم کرایا ہو گا"...... سر عبدالرحمن نے غصیلے لہجے میں
کہا۔

" میں نے ثبوت کی بات کی ہے ڈیڈی۔ ناقابل تردید ثبوت کی
اور محض اقرار جرم کوئی ثبوت نہیں ہوتا"...... عمران نے کہا۔

" کہاں ہے ثبوت۔ بولو"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

" آپ میرے ساتھ چلیں۔ اپنے انسپکٹر اور عملے کو ساتھ لے
لیں"...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

" کیا تم درست کہہ رہے ہو"...... سر عبدالرحمن نے حیرت
بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں ڈیڈی۔ میں درست کہہ رہا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ جب آپ خود اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھیں گے تو پھر آپ کو بھی احساس ہو گا کہ آپ کی انٹیلی جنس کی کارکردگی مثالی نہیں ہے"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا تو سر عبدالرحمن بے اختیار اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

"اور اگر یہ سب کچھ غلط ثابت ہوا تو میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"اور اگر میری بات درست ثابت ہوئی تو پھر یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ انٹیلی جنس کے ذریعے پورے ملک میں موجود ویڈیو کیسٹس کی دکانوں کی پڑتال کریں گے اور ان میں سے جو لوگ یہ مکروہ کام کر رہے ہیں انہیں عبرتناک سزائیں دلائیں گے"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا اور سر عبدالرحمن نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمران اپنے فلیٹ میں بیٹھا اخبارات کے مطالعہ میں مصروف تھا۔ آج کے تمام اخبارات ان کالی فلموں کے بارے میں انٹیلی جنس کی کارکردگی پر مشتمل تھے۔ نواب اکبر آصف، سیٹھ اکمل اور ایسے ہی کئی اور لوگوں کے بارے میں تفصیلات درج تھیں اور پورے ملک میں ویڈیو کیسٹس کی دکانوں پر انٹیلی جنس کے چھاپوں کا بھی ذکر تھا۔ اخبارات نے لکھا تھا کہ نواب اکبر آصف کے خلاف پورے ملک میں جلوس نکالے جا رہے ہیں کہ ایسے آدمیوں کو عبرتناک سزا دی جائے جس نے اپنے مکروہ چہرے پر شرافت اور نجابت کا خول چڑھایا ہوا تھا۔ عمران بیٹھا یہ خبریں پڑھنے میں مصروف تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بزبان خود بلکہ بدہان خود بول رہا ہوں"...... عمران نے اپنی عادت کے مطابق

پوری ڈگریوں سمیت اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

" سلطان بول رہا ہوں عمران بیٹے"...... دوسری طرف سے سرسلطان کی آواز سنائی دی تو عمران چونک پڑا۔

" اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ کی آواز صبح صبح سن لی ہے۔ اب انشاء اللہ سارا دن بڑا خوشگوار گزرے گا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" تمہارے لئے خوشگوار ہو سکتا ہے لیکن میرے لئے نہیں"۔ سرسلطان نے کہا تو عمران ان کے اس خوبصورت جواب پر بے اختیار ہنس پڑا۔

" مطلب ہے کہ مجھ سے بات کر کے آپ کا دن خوشگوار نہیں گزرے گا لیکن جناب اب آپ کی وہ عمر گزر گئی ہے جب دن عید اور رات شب برات ہوا کرتی تھی"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" یعنی اب تم نے یہ طے کر لیا ہے کہ سب کو ان کی سیٹوں سے استعفیٰ دینے پر مجبور کر دو۔ کیوں"...... سرسلطان نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

" کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں آپ کی بات"...... عمران نے حقیقی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" تم نے یہی بات اپنے ڈیڈی سے کی اور تمہارے ڈیڈی نے استعفیٰ دے دیا ہے اور اب تم یہی بات مجھ سے کر رہے ہو۔ تمہارا

مطلب ہے کہ میں بھی استعفیٰ دے دوں"...... سرسلطان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

" ڈیڈی نے استعفیٰ دے دیا ہے۔ کب اور کیوں"...... عمران نے اور زیادہ حیران ہوتے ہوئے کہا۔

" بتایا تو ہے کہ تمہاری وجہ سے انہوں نے استعفیٰ دے دیا ہے"۔ سرسلطان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

" میری وجہ سے۔ کیا مطلب۔ کیا رات کو کوئی ڈراؤنا خواب تو نظر نہیں آگیا تھا آپ کو"...... عمران نے کہا۔

" بقول ان کے تم نے انہیں احساس دلایا تھا کہ وہ اب بوڑھے ہو گئے ہیں اور ان کی سربراہی میں انٹیلی جنس کی کارکردگی مثالی نہیں رہی"...... سرسلطان نے کہا تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔

" انٹیلی جنس کی مثالی کارکردگی سے تو اخبارات بھرے پڑے ہیں"...... عمران نے کہا لیکن اس کے ذہن میں دھماکے سے ہونے لگ گئے تھے کیونکہ اسے یاد آگیا تھا کہ اس نے آفس میں سر عبدالرحمن سے واقعی ایسی باتیں کی تھیں لیکن اس سے اس کا یہ مقصد نہ تھا کہ وہ استعفیٰ دے دیں۔

" ہاں۔ لیکن ان کا کہنا ہے کہ یہ سب کچھ تم نے ڈیل کیا ہے یا فور سٹارز نے۔ انٹیلی جنس کو تو تم نے صرف مجرم مع ثبوت کے حوالے کئے ہیں اور یہی بات ان کے نقطہ نظر سے ان کے استعفیٰ کا باعث بنی ہے"...... سرسلطان نے کہا۔

"کب دیا ہے انہوں نے استعفیٰ"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں ابھی آفس پہنچا ہوں تو مجھے سیکرٹری داخلہ نے فون کر کے بتایا ہے۔ اس پر میں بھی تمہاری طرح حیران ہوا اور میں نے انہیں فون کیا تو انہوں نے یہی بات کی جو میں نے تمہیں بتائی ہے۔ پھر میری منت سماجت کے باوجود انہوں نے استعفیٰ واپس لینے سے انکار کر دیا ہے اس لئے میں نے تمہیں فون کیا ہے۔ چونکہ یہ سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا ہے اس لئے اب یہ تمہارا فرض ہے کہ تم انہیں استعفیٰ واپس لینے پر مجبور کرو کیونکہ ان کی ملک و قوم کو واقعی ضرورت ہے"...... سر سلطان نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ میرے پاس ایک ترپ کا پتہ ایسا ہے کہ ڈیڈی استعفیٰ واپس لینے پر مجبور ہو جائیں گے"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کون سا"...... سر سلطان نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

اماں بی کا"...... عمران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں انتظار کر رہا ہوں تمہاری طرف سے خوشخبری کا"...... سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھا اور اٹھ کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ باہر آیا تو اس نے لباس تبدیل کر لیا تھا۔ سلیمان چونکہ مارکیٹ گیا ہوا تھا اس لئے عمران نے فلیٹ سے باہر آ

کر دروازہ لاک کیا اور تھوڑی دیر بعد اس کی کار تیزی سے کوٹھی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ پورچ میں کار روک کر عمران نیچے اترا۔

"چھوٹے صاحب آپ"...... ایک ملازم نے آگے بڑھ کر عمران کو سلام کرتے ہوئے کہا۔

"ڈیڈی آج آفس نہیں گئے"...... عمران نے کہا۔

"جی نہیں۔ وہ اپنے کمرے میں ہیں"...... ملازم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اور اماں بی کہاں ہیں"...... عمران نے برآمدے کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آتے ہوئے کہا۔

"بڑی بیگم صاحبہ بھی اپنے کمرے میں ہیں چھوٹے صاحب"۔ ملازم نے جواب دیا اور عمران سر ہلاتا ہوا راہداری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ اماں بی"...... عمران نے اپنی اماں بی کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا تو اماں بی جو تخت پوش پر بیٹھی تسبیح پڑھنے میں مصروف تھیں یکلخت چونک پڑیں۔

"وعلیکم السلام۔ تم اور بغیر اطلاع کے۔ خیریت۔ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے"...... اماں بی نے یکلخت پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"خیریت ہوتی تو اماں بی مجھے اس طرح اچانک کیوں آنا پڑتا۔ عمران نے آگے بڑھ کر تخت پوش کے نیچے بچھے ہوئے قالین پر بیٹھتے

ہوئے کہا۔

"اوہ۔ کیا ہوا۔ کیا ہوا۔ مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے"...... اماں بی کی حالت خراب ہونے لگ گئی تھی۔

"مجھے تو کچھ نہیں ہوا اماں بی۔ میں تو ڈیڈی کی بات کر رہا تھا"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا ہوا ہے انہیں۔ وہ تو ٹھیک ہیں۔ کیا کہہ رہو ہو۔ کیا اب مذاق کرنے کے لئے میں رہ گئی ہوں۔ میرا آدھا خون خشک کر دیا ہے تم نے۔ کیوں"...... اماں بی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"آپ کو معلوم ہے کہ ڈیڈی آج آفس نہیں گئے"...... عمران نے کہا۔

"تو کیا ہوا۔ آج چھٹی ہو گی"...... اماں بی نے بڑے سادہ سے لہجے میں کہا۔

"چھٹی نہیں ہے اماں بی۔ ڈیڈی نے نوکری سے استعفیٰ دے دیا ہے"...... عمران نے کہا۔

"استعفیٰ۔ تمہارا مطلب ہے کہ انہوں نے نوکری چھوڑ دی ہے تو اس میں پریشان ہونے والی کون سی بات ہے۔ میں نے تو خود انہیں کئی بار کہا ہے کہ وہ کیوں دن رات کام میں لگے رہتے ہیں۔ اللہ کا دیا سب کچھ ہے آرام سے بیٹھ کر کھائیں۔ اب دیکھو ثریا کی شادی کو کتنا عرصہ ہو گیا ہے لیکن تمہارے ڈیڈی آج تک ایک بار بھی ان

کے گھر نہیں گئے۔ جب بھی کہا تو کہتے ہیں کہ کام سے فرصت نہیں ہے۔ کام نہ ہوا جان کا روگ ہو گیا"...... اماں بی نے کہا۔

"اماں بی۔ ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے میری وجہ سے استعفیٰ دیا ہے کیونکہ میں نے انہیں کہا تھا کہ وہ اس طرح کام نہیں کر رہے جس طرح کرنا چاہئے"...... عمران نے پانسہ پلٹتے دیکھ کر کہا۔

"کیا۔ کیا مطلب۔ کیا اب تمہاری یہ جرأت ہو گئی کہ تم اپنے باپ سے ایسی بات کرو اور پھر تم نے یہ بات کی کیوں۔ کام تو ان کی جان کا روگ بنا ہوا ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ وہ کام نہیں کرتے"...... اماں بی نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"اماں بی۔ آپ نواب اکبر آصف کو تو جانتی ہیں"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ کیوں۔ کیا ہوا ہے انہیں۔ یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کبھی کوئی بات کرتے ہو کبھی کوئی بات۔ یہ نواب اکبر کی بات درمیان میں کہاں سے آ گئی"...... اماں بی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اماں بی۔ نواب اکبر شریف لیکن غریب بہو بیٹیوں کو اغوا کر کے اور انہیں مجبور کر کے ان کی واہیات فلمیں بناتا تھا اور پھر یہ فلمیں بیچ کر دولت کماتا تھا۔ وہ انتہائی مکروہ اور خبیث آدمی ہے اس نے اپنے چہرے پر شرافت کا خول چڑھایا ہوا تھا۔ مجھے اطلاع مل گئی تو میں نے ان کے خلاف کام شروع کر دیا اور پھر میں نے ان کے خلاف ثبوت اکٹھے کر کے ڈیڈی کے حوالے کر دیئے۔ پھر مجھ سے

غلطی ہو گئی کہ میں نے ڈیڈی کو کہہ دیا کہ وہ اپنے دفتر میں بیٹھے رہتے ہیں اور ایسے لوگوں کا محاسبہ نہیں کرتے۔ ڈیڈی نے یہ ثبوت دیکھ کر نواب اکبر کو گرفتار کر لیا لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے استعفیٰ دے دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ ثبوت میں نے کیوں پکڑے ہیں۔ انہیں خود پکڑنے چاہئیں تھے"...... عمران نے کہا۔

"نواب اکبر آصف یہ کام کرتا ہے۔ اوہ۔ اس قدر بے غیرتی۔ مجھے تو یقین نہیں آ رہا"...... اماں بی نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اماں بی میں درست کہہ رہا ہوں۔ آپ بے شک ڈیڈی سے پوچھ لیں لیکن اماں بی ڈیڈی کو تو مجھے انعام دینا چاہئے تھا الٹا انہوں نے نوکری سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ اماں بی ڈیڈی نے استعفیٰ دے کر مجھے بے حد تکلیف پہنچائی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ میں نے یہ نیک کام کر کے غلطی کی ہے۔ سر سلطان کا فون آیا تھا۔ انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ تمہارے ڈیڈی نے تمہاری وجہ سے استعفیٰ دے دیا ہے"...... عمران نے کہا۔

"ہونہہ۔ تو اس لئے دیا ہے استعفیٰ کہ بیٹے نے کوئی نیک کام کر دکھایا ہے۔ آؤ اٹھو۔ میں دیکھتی ہوں کہ کیسے انہوں نے استعفیٰ دیا ہے"...... عمران کی توقع کے عین مطابق اماں بی نے بڑے جلال بھرے لہجے میں کہا اور تخت پوش سے نیچے اتر آئیں۔

"اماں بی اگر ڈیڈی نے استعفیٰ واپس نہ لیا تو میں اپنے آپ کو

کبھی معاف نہیں کر سکوں گا"...... عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"ان کی جرأت ہے کہ وہ استعفیٰ واپس نہ لیں۔ چلو میرے ساتھ میں پوچھتی ہوں ان سے کہ لوگ اپنے بیٹوں کے کام پر خوش ہوتے ہیں اور وہ الٹا ناراض ہوتے ہیں"...... اماں بی نے پھنکارتے ہوئے لہجے میں کہا اور عمران کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات پھیلتے چلے گئے کیونکہ اب اسے یقین تھا کہ ڈیڈی کو استعفیٰ واپس لینا ہی پڑے گا۔ وہ بڑے مؤدبانہ انداز میں اماں بی کے پیچھے چلتا ہوا ڈیڈی کے کمرے کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔ اماں بی نے دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے"...... اندر سے سر عبدالرحمن کی آواز سنائی دی اور اماں بی نے دروازے کو دھکیلا اور اندر داخل ہوئیں۔ عمران سر جھکائے ان کے پیچھے تھا۔ سر عبدالرحمن کرسی پر بیٹھے کسی کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھے۔

"تم۔ کیا بات ہے"...... سر عبدالرحمن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ عمران بتا رہا ہے کہ تم نے نوکری چھوڑ دی ہے"۔ اماں بی نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ میں نے نوکری سے استعفیٰ دے دیا ہے کیونکہ اب میں واقعی اس اہم سیٹ کے قابل نہیں رہا ہوں"...... سر عبدالرحمن

نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ تمہیں اچانک کیسے احساس ہو گیا ہے کہ تم ایسے ہو چکے ہو"...... اماں بی نے پھنکارتے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ کرسی پر بیٹھ چکی تھیں جبکہ عمران ان کے پیچھے ویسے ہی سر جھکائے کھڑا تھا۔

"عمران نے مجھے اس بات کا احساس دلایا ہے"...... سر عبدالرحمن نے جواب دیا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ اگر اس نے کوئی نیک کام سرانجام دیا ہے۔ کسی بے غیرت کو پکڑ کر تمہارے سامنے کیا ہے تو تمہیں یہ احساس ہو گیا ہے کہ تم کام نہیں کر سکتے۔ کیوں۔ کیا تمہارے بیٹے نے غلطی کی ہے۔ تمہیں تو خوش ہونا چاہئے تھا کہ تمہارے بیٹے نے یہ کام کیا ہے۔ اس بیٹے نے جسے تم ناکارہ اور نکھٹو کہتے رہتے ہو اور اب جب اس نے کام کیا ہے تو تم الٹا ناراض ہو کر نوکری چھوڑ کر بیٹھ گئے۔ کیوں"...... اماں بی نے پھنکارتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اس نے کیا کام کرنا ہے۔ کام تو دوسرے لوگوں نے کیا ہے لیکن اس نے مجھے واقعی احساس دلا دیا ہے کہ اس قدر اہم سیٹ پر مجھے نہیں ہونا چاہئے۔ مجھے اس پر نہیں اپنے آپ پر غصہ ہے کہ پورے ملک میں اس قدر بے غیرتی اور فحاشی کھلے عام پھیلائی جا رہی ہے اور مجھے اس کا علم ہی نہیں ہوا۔ اس نے مجھے درست احساس دلایا ہے کہ میں اب واقعی اس سیٹ کے قابل نہیں رہا"...... سر عبدالرحمن نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"ڈیڈی۔ میں نے یہ بات اس لئے نہیں کی تھی کہ آپ خدانخواستہ نااہل ہیں بلکہ میں نے اس لئے کی تھی کہ آپ کا عملہ مستعد نہیں ہے۔ آپ کو اپنے عملے کو مزید چست کرنا چاہئے"۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اب عملے کو الہام تو نہیں ہو جاتا کہ نواب اکبر جیسا خاندانی آدمی اس قدر بے غیرت ہو سکتا ہے اور سنو تم اپنے ڈیڈی سے معافی مانگو اور وعدہ کرو کہ آئندہ تم اپنے باپ کی عزت پر طنز نہیں کرو گے۔ چلو مانگو معافی اور کرو وعدہ"...... اماں بی نے غصیلے لہجے میں عمران سے کہا۔

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے کوئی غلطی نہیں کی کہ معافی مانگے"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"تو پھر جب اس نے غلطی نہیں کی تو تم نے استعفیٰ کیوں دیا ہے۔ بتاؤ۔ کیوں دیا ہے استعفیٰ"...... اماں بی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"خود ہی تو کہتی تھیں کہ نوکری چھوڑ دوں۔ اب اگر میں نے چھوڑ دی ہے تو اب تم ہی یہ بات کر رہی ہو"...... سر عبدالرحمن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے یہ تو نہیں کہا کہ تم بیٹے کی وجہ سے نوکری چھوڑ دو"۔ اماں بی نے کہا۔

"تو تم کیا چاہتی ہو"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"بھائی سلطان کو فون کرو اور انہیں بتاؤ کہ تم نے وہ استعفیٰ واپس لے لیا ہے۔ وہ بے چارے اس قدر پریشان ہیں کہ انہیں عمران کو فون کرنا پڑا"...... اماں بی نے کہا۔

"لیکن ایک شرط ہے کہ پھر تم بھی آئندہ نہیں کہو گی کہ میں کام نہ کروں"...... سر عبدالرحمن بھی آخر عمران کے باپ تھے اس لئے وہ ایسا موقع کہاں ہاتھ سے جانے دے سکتے تھے اور عمران ان کی اس شرط پر بے اختیار مسکرا دیا۔

"شرط ۔ تمہیں معلوم ہے کہ شرط حرام ہے اور تم شرط کی بات کر رہے ہو ۔ کیوں"...... اماں بی نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا تو عمران اس بار نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس پڑا۔ اسے معلوم تھا کہ اب شرط کا لفظ سر عبدالرحمن کے ایسا گلے پڑے گا کہ انہیں جان بخشوانی مشکل ہو جائے گی۔

"اماں بی ۔ ڈیڈی بھی آپ کی طرح یہ مان ہی نہ رہے تھے کہ نواب اکبر جیسا آدمی بھی ایسا کام کر سکتا ہے اور یہ حقیقت ہے اماں بی کہ مجھے خود بھی یقین نہ آ رہا تھا کہ ایسا خاندانی اور شریف آدمی اس قدر گھٹیا اور ذلیل بھی ہو سکتا ہے"...... عمران نے جان بوجھ کر موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"کیا واقعی نواب اکبر نے یہ کام کیا ہے"...... اماں بی نے سر عبدالرحمن سے پوچھا۔ ان کی ذہنی رو واقعی بدل گئی تھی۔

"ہاں ۔ میرے تصور میں بھی نہ تھا کہ وہ اس قدر مکروہ چہرے کا

مالک ہو گا۔ اگر میرے ہاتھ قانون نے نہ باندھ رکھے ہوتے تو میں اپنے ہاتھوں سے اس کی ایک ایک بوٹی علیحدہ کر دیتا"...... سر عبدالرحمن نے کہا۔

"اللہ تعالیٰ شیطان کے شر سے ہر ایک کو محفوظ رکھے۔ آدمی کو ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے ورنہ انسان کے پھسلتے دیر نہیں لگتی"...... اماں بی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"آمین ثم آمین"...... عمران نے بڑے خلوص بھرے لہجے میں کہا تو سر عبدالرحمن بے اختیار مسکرا دیئے۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ عمران نے موضوع بدل کر انہیں بڑی الجھن سے بچا لیا ہے۔

ختم شد

مظہر کلیم ایم اے

یکے از مطبوعات

یوسف برادرز
پبلشرز، بک سیلرز

پاک گیٹ ○ ملتان